داس شپیئل
از قلم روحا امیر امان

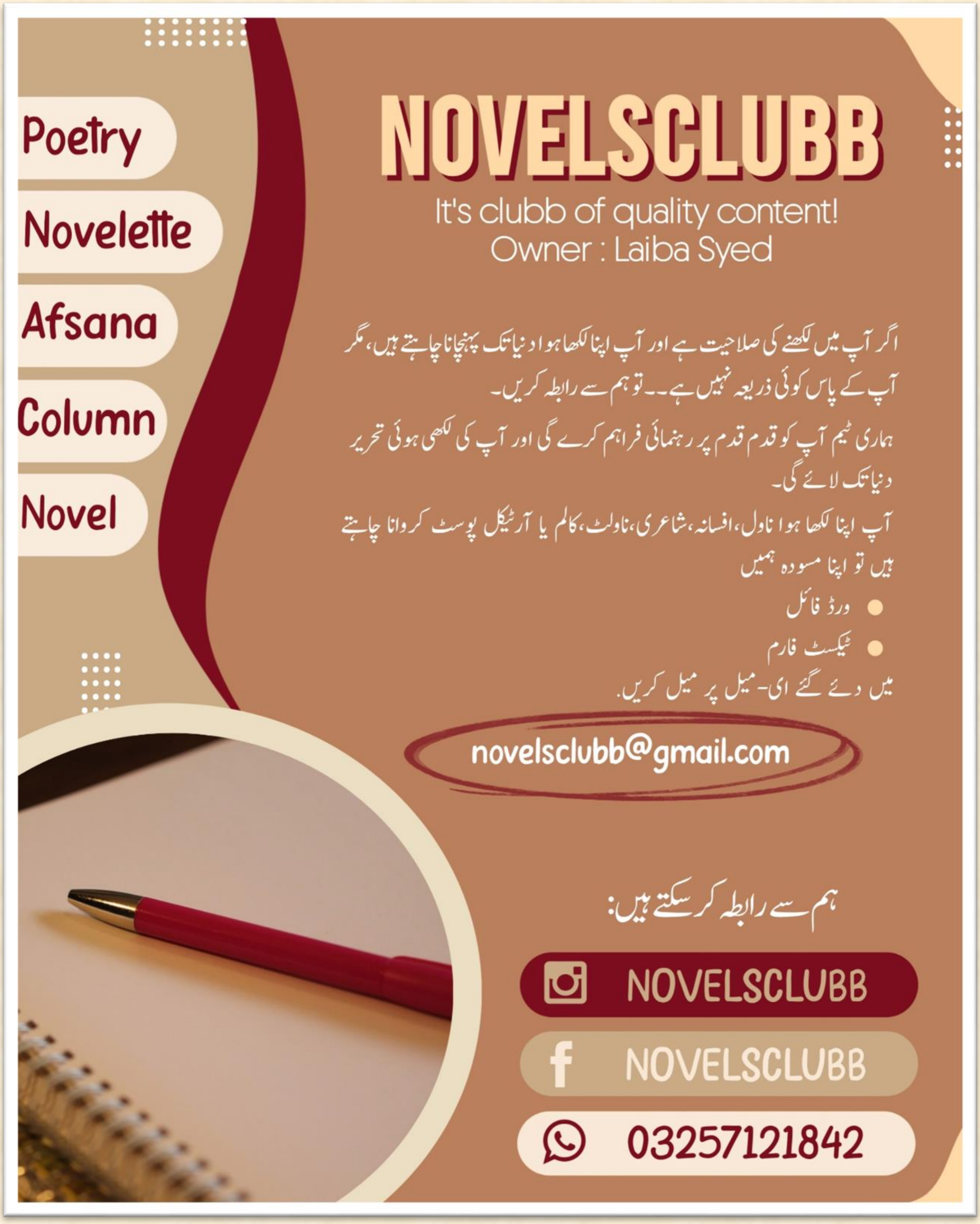

NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

داس شپیئل

از قلم

روحا امیر امان

Clubb of Quality Content!

باب نمبر 9

وقت :-

جعل ساز

ایک لمحہ

اتنا بھیانک ہو سکتا ہے

کہ تمہاری یاداشت چھین کر

تمہیں ماضی میں بھیج دے

ایک دن اتنا

برا ہو سکتا ہے

کہ تمہاری ساری خوشیاں چھین سکے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک رات اتنی ڈراؤنی

ہو سکتی ہے

کہ تمہیں کسی خدا کو ماننے پر مجبور کر دے

ایک مہینہ

اتنا منحوس ہو سکتا ہے

کہ تمہارا سارا سال

عشق کی نظر ہو جائے

ایک سال

تمہاری زندگی بدل سکتا ہے

اور تم صدیوں تک

تاریخ کی گود میں سو سکتے ہو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

(ایک لمحہ - نسیم خان)

پہلو۔

ہر کہانی کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔

کچھ نظروں کے سامنے تو کچھ نظروں سے اوجھل۔

لیکن سب سے خطرناک پہلو وہ ہے جو چُھپا رہ جائے۔

اسی طرح ہر کردار کی بہت سی پَرتیں ہوتی ہیں۔ ہر کردار اپنی زندگی کو ایک بلکل مختلف زاویے سے دیکھتا ہے۔

اور اس کہانی کا ہر کردار کئی پہلو، کئی پرتیں اور کئی نقطہ نظر لیے ہوئے ہے۔

اب تک آپ یہ کہانی میری نظر سے دیکھتے آئے ہیں۔۔۔

اب آپ اسے میرے کرداروں کی نظر سے دیکھنے والے ہیں۔

****

26 سال پہلے۔

30 دسمبر، 2002۔

لاہور، پاکستان۔

یہ خان مینشن میں شہریار خان کے کمرے کا منظر تھا۔ تیس سالہ شہریار بیڈ کی ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ خوبصورت بھوری آنکھوں میں خفگی واضح تھی۔ شاک کا تاثر بھی نمایاں تھا۔ چھبیس سال پہلے شہریار اپنی جوانی میں ایک خوبرو مرد تھے جنہیں دنیا کے حسین ترین مردوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ خوبصورت چہرہ مردہ سا محسوس ہوتا تھا۔ بیڈ کی دوسری طرف زنیرہ حدید بیٹھی ہوئی تھی۔ چھبیس سالہ زنیرہ حدید۔ شہریار خان کی بیوی۔ خوبصورت اور حسین۔ لیکن خوبصورتی کسی کے اعمالوں کی توجیہہ پیش نہیں کیا کرتی۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور بے باکی کا ایک ملا جلا سا تاثر تھا۔ وہ مسلسل دانتوں سے اپنے ہونٹ کی اندرونی جلد کو کاٹ رہی تھی۔ اس وقت شہریار کی خاموشی زنیرہ پر ایک عجیب سی بے

Clubb of Quality Content

چینی وارد کیے ہوئے تھی۔اور اس بے چینی کی وجہ یہ تھی کہ شہر یار مستجاب علی کے ساتھ اس کا افیئر پکڑ چکا تھا۔

"کس چیز کی کمی تھی تمہیں زنیرہ؟"اس کی آواز بے یقینی لیے ہوئے تھی۔"کس چیز کی؟ میں نے تمہیں سب دیا۔ محبت۔وفاداری۔عزت۔دنیا کی تمام تر آسائشات۔میں نے تمہیں اس گھر میں ایک ملکہ کا مقام دیا تھا۔"وہ اپنی ہتھیلی کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"پھر تمہیں کس چیز کی تلاش تھی جو تم نے مجھے اس طرح دھوکا دیا؟میرے بھروسے اور اعتماد کو اس طرح سے توڑا؟میری دی ہوئی محبت اور عزت کی اس طرح سے توہین کی؟"اسے اپنے گلے میں گرہیں پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔جیسے کوئی اس کا سانس روک رہا تھا۔وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

زنیرہ نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔شہر یار کو جب اس کے افیئر کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے کوئی جارحانہ ردِ عمل نہیں دیا۔جبکہ اسے لگا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھائے گا یا پھر گالیاں دے گا۔وہ ہر ردِ عمل کے لیے خود کو تیار کیے بیٹھی تھی لیکن شہر یار کی بات سن کر اسے جیسے کوئی جھٹکا لگا تھا۔زنیرہ نے سانس اندر کو کھینچا۔

"ہاں۔ تم نے مجھے سب دیا۔ سب کچھ لیکن مجھے تم سے کچھ بھی نہیں چاہیئے تھا۔ مجھے نہ تمہاری محبت چاہیئے تھی اور نہ ہی تمہاری دی ہوئی عزت۔ مجھے تو یہ رشتہ بھی نہیں چاہیئے تھا۔ اِن فیکٹ یہ رشتہ بھی مجھ پر زبردستی مسلط کیا گیا تھا۔ مجھے ہمیشہ سے مستجاب سے محبت تھی۔ ہماری شادی کو ایک سال ہوا ہے اور میں نے اس سے کبھی رابطہ نہیں توڑا۔ نہ شادی سے پہلے نہ شادی کے بعد۔" زنیرہ کی ہٹ دھرمی دیکھنے لائق تھی۔

شہریار حیرانی سے اس کی تمام باتیں سن رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنے گناہ، اپنے دھوکے کا کس قدر دیدہ دلیری سے اعتراف کر رہی تھی۔ شہریار نے زنیرہ کی طرف چہرہ موڑا۔ دونوں کی آنکھیں ملی تھیں۔ بھوری آنکھوں کو گہری سرمئی آنکھوں میں ذّرا برابر بھی ندامت یا پھر پچھتاوا نظر نہ آیا۔

وہ اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ زنیرہ بھی اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

"تو پھر مجھ سے شادی کیوں کی تم نے؟" وہ غرایا تھا۔

زنیرہ کا دل پہلی بار دھڑکنا بھولا تھا۔ اسے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

"بولو؟ میری زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں؟" شہریار نے سختی سے بازو سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "اس بچے کی زندگی برباد کرنے کیا ضرورت تھی تمہیں؟" وہ کمرے کی ایک طرف پڑے بے بی کاٹ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا ہوا اس پر غرا رہا تھا۔ بے بی کاٹ میں تیس دنوں کا ایک ننھا سا وجود دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہا تھا۔

"وہ تمہارا بچہ نہیں ہے!" وہ دبے دبے سے انداز میں غرائی تھی۔

شہریار کی اس کے بازو پر موجود گرفت یکدم ڈھیلی پڑ گئی۔ کچھ چھن سے ٹوٹا تھا اس کے اندر۔ شاید وہ دل تھا۔۔۔

اسے اپنی زندگی میں کبھی اتنی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی یہ جان کر کہ وہ بچہ جس کی پیدائش پر اسے یوں لگا تھا کہ جنت سمٹ کر اس کی باہوں میں آگئی تھی، وہ اس کا خون نہیں تھا۔ وہ اسے گود میں لے کر سنبھالتا رہا تھا۔ اس کے رونے پر راتوں کو اٹھ اٹھ کر اسے پورے گھر میں لیے پھرتا رہا تھا۔ وہ بچہ جو اس کی اور اس کے آباؤ اجداد کی سلطنت کا وارث تھا، وہ بچہ جو اسے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا تھا۔۔۔ وہ اس کی بیوی کے کردہ گناہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ میرا اور مستجاب کا بیٹا ہے!" زنیرہ نے اپنے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ کہا۔

وہ بچہ اس کا نہیں تھا۔ وہ اس کی بیوی کی بے وفائی کا ثبوت تھا۔ یہ جان کر شہریار کی آنکھوں میں پانی اکٹھا ہو گیا تھا۔

وہ چند لمحے بے یقینی کے عالم میں غرق اپنے سامنے کھڑی اس عورت کو دیکھتا رہا جسے اس نے سب دیا تھا۔ شہریار نے سختی سے زنیرہ کا بازو دبوچ کر اس کا چہرہ اپنے قریب کیا۔

"میری بات غور سے سننا۔" لہجہ حد درجہ سخت تھا۔ زنیرہ کو آج پہلی بار وہ شہریار نہیں لگ رہا تھا۔ وہ کوئی اور لگ رہا تھا۔ "میں شہریار خان تمہیں اپنے پورے ہوش و حواس میں طلاق دیتا ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔" شہریار نے ایک جھٹکے سے زنیرہ کا بازو چھوڑا تھا۔ "اب دفعہ ہو جاؤ میرے گھر سے!" وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر کاٹ کی طرف بڑھنے لگی تو شہریار نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"وہ یہیں رہے گا۔" لہجے میں ایک کاٹ سی تھی۔

زنیرہ نے ایک جھٹکے سے شہریار کی طرف دیکھا۔بھوری آنکھوں سے ایک عجیب سا تاثر جھلک رہا تھا۔

"وہ میرا بیٹا ہے شہریار! وہ میرے ساتھ جائے گا!" زنیرہ نے کسی خوف کے تحت کمزور سی آواز میں کہا۔

شہریار نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔وہاں اجنبیت تھی۔ایک لمحے میں وہ شہریار کے لیے غیر ہو گئی تھی۔

"اونہوں! وہ کہیں نہیں جا رہا۔وہ یہیں رہے گا۔ہمیشہ کے لیے۔اور تم اس سے کبھی نہیں مل سکو گی۔" وہ کہہ کر کھڑکی طرف بڑھ گیا تھا۔زنیرہ حیران سی اسے دیکھتی رہ گئی۔"تم کاغذ کے ایک ٹکڑے پر سائن کر کے ہمیشہ کے لیے اپنے بیٹے سے دستبرداری دو گی۔تم ہمیشہ کے لیے اپنے بیٹے کو چھوڑ دو گی۔ کبھی اس سے ملنے کی کوشش نہیں کرو گی۔یہ تمہاری سزا ہے!"

"تم ایک ماں کو اس کے بچے سے جُدا نہیں کر سکتے!" وہ بلک اٹھی تھی۔

"میں تمہیں طلاق دے چکا ہوں۔اب تمہاری اس گھر میں کوئی جگہ نہیں۔ لیکن یہ بچہ یہاں سے کہیں نہیں جائے گا!" وہ کھڑکی کھول رہا تھا۔آدھی رات کا وقت تھا اور باہر طوفان آیا ہوا تھا۔ طوفان تو اس کی زندگی میں بھی آیا ہوا تھا۔ کھڑکی کُھلنے پر تیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بارش کی پھوار اس کے ظاہر پر گرنے لگی۔ لیکن وہ پھوار اس کے باطن میں لگی آگ کو نہیں بُجھا سکتی تھی۔

"دنیا کے لیے وہ میرا اور تمہارا بیٹا ہی رہے گا لیکن تم اس پر اپنا کوئی حق نہیں جتا سکو گی!" وہ کہہ رہا تھا۔

"وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے! وہ میرا بیٹا ہے! اس کا باپ مستجاب ہے! تم اسے نہیں رکھ سکتے!" وہ دبا دبا سا چلائی تھی۔

"بلکل۔" اس نے مڑ کر زنیرہ کی طرف دیکھا۔ "میں اسی لیے تو اسے یہاں رکھ رہا ہوں۔ تم اسے چھوڑ کر جاؤ گی۔ اور میں اسے پالوں گا! میں اس بچے سے دستبرداری نہیں دے رہا۔ میں اسے قبول کر رہا ہوں۔ حالانکہ یہ میرا بچہ نہیں ہے اور میں یہ کرنے کے لیے پابند بھی نہیں ہوں۔ میں اسے اپنا نام بھی دوں گا لیکن میں اسے ہر روز یہ بتاؤں گا زنیرہ کہ۔۔۔" اس نے

زنیرہ کی آنکھوں میں دیکھا۔"اس کی ماں اور اس کا باپ کون تھا! اس بچے کے پاس سب ہو گا لیکن میں صبح شام اسے یہ بتا کر ذلیل کروں گا کہ وہ ایک ناجائز اولاد ہے! اور یہ کہ اس کی ماں ایک دھوکہ باز تھی!"اس کا لہجہ اس بچے کے لیے تمام جذبات سے یکدم عاری ہو گیا تھا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے شہریار! وہ بچہ ہے اس کا کیا قصور ہے؟"وہ چلائی تھی۔

"میرا کیا قصور تھا زنیرہ؟ مجھے کس بات کا دھوکہ دیا تم نے؟ میں نے تو تمہارے حقوق میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی؟"اس نے ایک آبرو اٹھائے پوچھا تھا۔زنیرہ لب بھینچے کھڑی رہ گئی۔

"پلیز شہریار! مجھے اسے اپنے ساتھ لے جانے دو پلیز! پلیز!"اس کا لہجہ اب منت کرنے والا ہو گیا تھا۔آنسو اُبل کر اب چہرے پر بہنے لگے تھے۔

"ٹھیک ہے لے جاؤ۔"شہریار نے آہستہ سے کہا۔زنیرہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"لیکن۔۔۔"وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔"جس لمحے تم اس بچے کو لے کر مستجاب کے پاس جاؤ گی۔۔۔وہ سب سے پہلے اس بچے کو مارے گا اور پھر تمہیں! کیونکہ تم نے اس سے جھوٹ

بولا۔اسے دھوکہ دیا۔اس سے سچ چھپایا!"وہ بے تاثر سا کہہ رہا تھا۔زنیرہ کو احساس ہوا کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔

شہریار ایک بزنس مین تھا اور اس وقت وہ ایک بزنس مین بن کر ہی اسے مینپیولیٹ کر رہا تھا۔اور وہ اس میں ماہر تھا۔

"فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔تم ایک سائن کر دو تو تمہارے بیٹے کو میرے نام کے ساتھ ساتھ ایک شاہانہ زندگی مل جائے گی۔اسے کوئی کمی نہیں ہو گی سوائے عزت کے۔وہ صبح و شام ذلیل ہو گا۔لیکن اگر تم اسے لے جانا چاہتی ہو تو یہ تمہاری مرضی ہو گی اور نتیجے کی ذمہ دار بھی تم خود ہی ہو گی۔"وہ کہہ کر دوبارہ کھڑکی کی طرف آگیا تھا۔ایک بار پھر بارش کی بوندیں اسے بھگونے لگیں۔

اور اسی لمحے زنیرہ نے فیصلہ کیا تھا۔اس نے اپنی اولاد کو چھوڑ کر اپنی زندگی کو چنا تھا۔

شہریار نے کھڑکی سے اسے گاڑی میں بیٹھ کر اسی رات اپنے گھر سے جاتے دیکھا تھا۔اس نے کھڑکی بند کر دی۔وہ چل کر بے بی کاٹ کی طرف آیا۔اندر وہ ننھا سا وجود اس دنیا کی تمام برائیوں سے بے خبر پُر سکون سا سو رہا تھا۔وہ اسے دیکھتا رہا۔

"اس سب میں اس بچے کا کیا قصور ہے شہریار؟" دل نے دماغ سے پوچھا تھا۔

"یہ بچہ ایک گناہ کی صورت اس دنیا میں آیا ہے۔اور وہ گناہ میری بیوی کی مجھ سے بے وفائی ہے۔کسی کو تو اس کے دیے ہوئے دھوکے کا حساب چکانا پڑے گا نا؟" دماغ نے دل سے کہا تھا۔

شہریار اسے آنکھوں میں نفرت لیے دیکھ رہا تھا۔

"کتے کے ٹھیکرے میں پانی پلاؤں گا میں تمہیں! یہی تمہارا نصیب ہوگا!" وہ تنفر بھرے انداز میں کہہ کر ملازم کو آوازیں دینے لگا تھا۔

دل و دماغ کے درمیان چلنے والی جنگ دماغ جیت گیا تھا۔

"جی سر؟" ملازم دروازے میں آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اسے اور اس کی تمام چیزوں کو یہاں سے اٹھا کر کسی دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور کسی خاتون ملازمہ سے کہو کہ اس کا خیال رکھے۔کل تک ایک نینی کا بھی انتظام کرو۔" وہ سخت لہجے میں حکم دے رہا تھا۔

ملازم دروازے میں ایستادہ اس کا منہ دیکھنے لگا۔

"تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آئی؟" شہریار نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو ملازم کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی محسوس ہوئی۔وہ تیزی سے آگے بڑھا۔کچھ دیر بعد ملازم اسے اس کے سامان سمیت وہاں سے لے جاچکا تھا۔

وہ خاموشی سے بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔اسے معلوم نہ تھا کہ رات کیسے گزرنے والی تھی۔وہ بس چھت کو تک رہا تھا۔

****

اگلے چند دنوں میں عدالتی کام مکمل کیے گئے تھے۔شہریار اور زنیرہ کا تعلق ملک کے کسی عام گھرانے سے نہیں تھا۔وہ دونوں ہی ملک کے نامور گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔اسی لیے ان کے تمام عدالتی کام ان کے وکیلوں نے ہی سنبھالے ہوئے تھے۔دونوں میں سے کسی نے بھی عدالت کے چکر نہیں لگائے تھے۔شہریار نے زنیرہ کو طلاق کے کاغذات بھجوادیے تھے اور زنیرہ کورٹ کا حکمِ حضانت بھی شہریار کو بھجوا چکی تھی۔کورٹ کے آرڈر کے مطابق زنیرہ شہریار کو اس بچے کی sole custody دے چکی تھی۔وہ اپنے تمام حقوق شہریار کو

دے چکی تھی۔اس بچے کے تمام قانونی وجسمانی حقوق اب شہریار کے پاس تھے۔یہاں تک کہ کورٹ آرڈر کے مطابق زنیرہ کا حقِ ملاقات بھی ختم کر دیا گیا۔

جب وکیل شہریار کو کورٹ کے آرڈرز پڑھ کر سنا رہا تھا تو شہریار کو زنیرہ کی منافقت پر شدید حیرانی ہوئی۔ابھی کل رات تک وہ رو کر اسے اپنی ممتا جتا رہی تھی اور اگلے چند دنوں میں وہ اپنے بچے سے پوری طرح دستبرداری دے چکی تھی۔اس نے اس بچے کو زنیرہ سے صرف اس لیے چھینا تھا کیونکہ وہ اسے تکلیف پہنچانا چاہتا تھا۔لیکن اب اسے یہ ایک انتہائی غلط فیصلہ لگ رہا تھا۔کیونکہ وہ عورت جو اپنے بچے سے اس انداز میں دستبرداری دے سکتی تھی،اسے کیا ہی اپنے بچے کی محرومیوں پر کوئی تکلیف محسوس ہونی تھی؟اور اس نے ایسا صرف ایک دوسرے مرد کے لیے کیا تھا۔صرف اپنی زندگی کے لیے زنیرہ حدید نے اپنی اولاد کو چھوڑ دیا تھا۔

اس بچے کی تمام ذمہ داری شہریار نے ایک نینی کے ذمے لگادی تھی۔وہ جسمانی طور پر بلکل تندرست تھا۔اس لیے زنیرہ کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے اس کے لیے ایک ملک فارمولہ تجویز کر دیا تھا۔شہریار کی اس کی طرف سرے سے ہی کوئی توجہ نہ تھی۔وہ خاموشی سے اپنی

زندگی گزار رہا تھا۔سب سے زیادہ حیرانی ملازموں کو ہوئی تھی۔انہیں حیرانی اس بات پر تھی کہ ایک رات میں آخر ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ بچہ جس کی اہمیت شہریار کے لیے کسی شہزادے کی مانند تھی،اب وہ شہریار کے لیے یکدم ہی بے وقعت ہو گیا تھا۔اس کے ہونے نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق ہی نہ پڑتا تھا۔ایک مہینہ ہونے کو آیا تھااور شہریار نے ملازمہ سے اس کے بارے میں مڑ کر پوچھنا تک گوارہ نہ کیا تھا۔ان کی ڈائیورس ایک پرائیویٹ ڈائیورس تھی لیکن پھر بھی شہریار خان کی مقبولیت کی وجہ سے میڈیا نے اس معاملے کو بہت اچھالا تھا۔اور ہمیشہ کی طرح چند دن الگ الگ انداز سے اس خبر کو مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرنے کے بعد یہ خبر بھی پسِ منظر میں چلی گئی تھی۔شہریار کسی نیوز چینل پر اپنے بارے میں کوئی تبصرہ آتا دیکھتا تو چینل بدل دیتا۔اسے اپنے نام کے ساتھ زنیرہ نامی کسی عورت کا نام سننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔اس رات کے بعد تو شہریار کا بھی زنیرہ سے کوئی رابطہ نہیں ہوا۔وہ خاموشی سے اپنی زندگی میں دل کے بغیر واپس لوٹ آیا تھا۔

لیکن اس سب کے بعد بھی ایک ایسی بات تھی جو اس کی راتوں کی نیند حرام کیے ہوئے تھی۔

ملیحہ زاران خان اس کی کزن تھی۔اس کی خالہ کی بیٹی۔اور بد قسمتی سے اس کی شادی مستجاب علی سے کی گئی تھی۔ مستجاب علی نے یہ شادی صرف اس لیے کی تھی کیونکہ ملیحہ کے والد ایک بڑے اور نامور سیاست دان تھے۔اسے سیاست میں ایک مضبوط پناہ اور اینٹری چاہیئے تھی۔اس بات سے ملیحہ سمیت ان کا خاندان بھی ناواقف تھا۔ملیحہ کے ابھی چند مہینوں پہلے ہی twins ہوئے تھے۔اس کا دماغ یہ سوچ سوچ کر خراب ہو رہا تھا کہ آخر وہ کیسے جا کر اس سے یہ کہتا کہ اس کا شوہر اسے دھوکا دے رہا ہے۔شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ ہوتے ہوئے بھی وہ ایک دوسری عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھے ہوئے تھا۔اور اس کی ایک ناجائز اولاد بھی تھی جو خود اس کے اپنے گھر میں پل رہی تھی۔جب شہریار کو کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے اس معاملے کو سوچنا ہی بند کر دیا لیکن اس کا ضمیر اسے بار بار یہ یاد دہانی کرواتا رہا تھا کہ وہ غلط کر رہا تھا۔

****

شہریار اور زنیرہ کی طلاق کو دو مہینے گزر چکے تھے۔وہ آج اپنے ایک غیر ملکی بزنس کلائنٹ سے زیورک ملنے آیا ہوا تھا۔زیورک میں اپنی میٹنگ ختم کرنے کے بعد وہ یونہی لمبے

بھورے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے زیورک کی سڑکوں پر چلنے لگا۔اس کے گارڈز اس سے کچھ فاصلے پر ہی چل رہے تھے۔ سفید روئی کے گالے آسمان سے نیچے گر رہے تھے۔ یکدم شہریار کے قدم تھمے۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی عود آئی تھی۔ جیسے کوئی شاک لگا ہو۔

سامنے ایک کافی شاپ تھی۔ شیشے کی کھڑکیوں سے اس نے کسی کو ٹیبل پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ ٹیبل پر اس کے سامنے کافی کا بھاپ اڑاتا کپ پڑا تھا۔ وہ اَن چھوا لگ رہا تھا۔ وہ کسی خیال میں کھوئی کافی کے کپ کو دیکھ رہی تھی۔ سیاہ لوز جینز اور سیاہ ہی لمبی شرٹ پر اونی کوٹ پہنے وہ اب کپ کے کنارے پر انگلی پھیر رہی تھی۔ سر پر سیاہ رنگ کی French Berret پہن رکھی تھی جس کے چاروں اطراف سے بھورے سیدھے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ سفید دودھیا رنگت اور بھوری آنکھوں والی وہ لڑکی اور کوئی نہیں۔۔۔ زارا ہاشم تھی۔ شہریار واجد خان کی پہلی محبت۔۔۔

****

"آئی لو یو! مجھ سے شادی کرو گی؟" دو سال پہلے لاہور کے ایک خوبصورت کیفے میں بیٹھے ہوئے شہریار نے اپنے سامنے بیٹھی زارا سے پوچھا تھا۔ ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیض پہنے زارا کو جیسے کوئی جھٹکا لگا تھا۔ وہ جوس کا گھونٹ بھر رہی تھی اور اسے اچھو لگا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" شہریار نے پریشانی سے ٹشو اس کی طرف بڑھایا۔ زارا نے اس کے ہاتھ سے ٹشو لے لیا۔

اس کی آنکھیں حیرت سے بڑی ہو گئی تھیں۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ پریشان سی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

شہریار آج سوٹ کے بجائے جینز اور شرٹ میں ملبوس تھا۔ آج صرف زارا کو پرپوز کرنے کے لیے وہ آفس جانے کے بجائے اس کے ساتھ کافی پینے آیا تھا۔ وہ پچھلے چند دنوں سے چھٹی پر تھی۔ وہ مدھم سا مسکرایا۔

"آئی لو یو! مجھ سے شادی کرو گی؟" وہ مسکراتے ہوئے ایک بار پھر اپنا سوال دہرا رہا تھا۔

وہ خاموشی سے چند لمحے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"آئی ایم سوری شہریار!" لہجے میں شرمندگی تھی۔"میری شادی ہونے والی ہے۔" شہریار کے چہرے پر موجود مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"میں آج تمہیں یہی بتانے آئی تھی لیکن تم نے میرے بتانے سے پہلے ہی یہ بات کردی۔ آئی ایم رئیلی سوری!" وہ شرمندہ سی کہہ رہی تھی۔ شہریار نے مسکرانے کی کوشش کی۔

اس کا اور زارا کا ساتھ بہت لمبا تھا۔ایک امیر خاندان سے ہونے کے باوجود شہریار نے اپنی بزنس کی ڈگری مکمل کرنے کے بعد اپنی ایک نئ کمپنی کی بنیاد رکھی تھی اور اس میں اس کی مدد کرنے والی زارا تھی۔ زارا شہریار کی ماسٹرز کی کلاس فیلو تھی۔اور شہریار اپنے ماسٹرز کے پہلے مہینے میں ہی زارا پر اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔ان دونوں نے مل کر شہریار کی کمپنی کھڑی کی تھی۔ زارا اسی کمپنی کی وائس سی ای او تھی۔ کمپنی نے یکدم ہی ترقی کی بہت سی منزلیں طے کرلی تھیں اور پھر شہریار کے ڈیڈ کے اسرار پر اس نے اپنی کمپنی کو خاندان کی دیگر کمپنیز کے ساتھ جوڑ کر اسے "دی خان اینٹر پرائزز" کا نام دے دیا تھا۔اور اب چار سال بعد وہ اسے پرپوز کر رہا تھا۔ لیکن زارا کا جواب سن کر اسے شاک لگا تھا۔وہ اس کی ایک اچھی دوست تھی۔ ایک اچھی کولیگ تھی اور شہریار پچھلے چھ سالوں سے اس میں اپنی مستقبل کی بیوی اور

ہمسفر بھی دیکھتا آرہا تھا لیکن اب وہ خواب چھن سے ٹوٹا تھا۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے دیکھتے ساتھ ہی اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا تھا۔

"اگر میں نے اس عورت کا دل جیت لیا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے کائنات فتح کر لی!"

"میں تمہیں بتانا چاہتی تھی لیکن۔۔۔" وہ کہتے کہتے چُپ ہو گئی۔

"لڑکا کون ہے؟" شہریار نے اپنا لہجہ نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"شہریار۔۔۔یو ڈونٹ ہیو ٹو ڈو دس!" وہ اسے ٹوکنا چاہتی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں زارا!" وہ مسکرایا تھا۔ صرف وہی جانتا تھا کہ وہ مسکرانا کتنا تکلیف دہ تھا۔

"تم بتاؤ لڑکا کون ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں رہتا ہے؟" وہ بڑی ہی خوشدلی کے ساتھ اس سے پوچھنے لگا۔

"ویل اب وہ میرا فیانسے ہے۔ اور وہ زیورک میں رہتا ہے۔ اچھا ہے۔ اچھا انسان ہے۔ زندگی بسر کرنے کے لیے۔" وہ مدھم سا مسکرائی۔

"بس؟" شہریار نے بدقت پوچھا۔

"بس۔"زارا نے آہستہ سے کہا۔"میں تمہیں کچھ اور بھی بتانا چاہتی تھی۔میں ریزائن کر رہی ہوں۔شادی کے بعد میں زیورک شفٹ ہو رہی ہوں تو میرے لیے جاب کرنا ناممکن ہو جائے گا!"اس نے کچھ جھجھکتے ہوئے کہا۔

شہریار کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"پاکستان واپس آؤ گی کبھی؟"ناجانے کیوں اس نے یہ سوال پوچھ لیا تھا۔

"کبھی نہیں۔"وہ مسکرائی۔

"کیوں؟"

"میں نے کچھ جیتا تھا یہاں۔اب اسے ہار کر جا رہی ہوں۔دوبارہ یہاں واپس آکر پھر سے کچھ ہار نہیں سکتی میں!"وہ مسکرا کر اس سے آنکھیں چُراتی کہہ رہی تھی۔شہریار نے اس سے اس کا آنکھیں چُرانا نوٹ کیا تھا۔سینے میں کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا لیکن وہ اس احساس کو سمجھ نہ پایا۔

یہ شہریار اور زارا کے درمیان آخری ملاقات تھی۔اس کے بعد زارا زیورک چلی گئی تھی۔ شادی کی تمام تقریبات وہیں وقوع پزیر ہوئی تھیں۔شہریار نے پھر کبھی اس سے رابطہ کرنے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کی کوشش نہیں کی۔اس کی شادی ہو رہی تھی، تمام امیدیں ٹوٹ گئی تھیں۔چھ مہینوں بعد شہریار کے ڈیڈ نے اس کی شادی پر زور دینا شروع کر دیا تھا۔زنیرہ حدید اس کے ڈیڈ کے دوست کی بیٹی تھی۔وہ ایک اچھے گھرانے سے تھی اس لیے شہریار نے ہاں کر دی تھی۔زنیرہ سے شادی کے چند مہینوں بعد ہی شہریار کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ان کی ماں کی وفات بھی ابھی چند سالوں پہلے ہی ہوئی تھی۔

شہریار کا دل ٹوٹا تھا۔وہ زارا کو بُھلانا چاہتا تھا اور شادی اسے ایک طریقہ لگا تھا۔اگر زارا اس سے شادی کرنے کے لیے انکار کرتی تو وہ شاید کبھی شادی نہ کرتا۔وہ تا عمر اس کا انتظار کر سکتا تھا لیکن وہ شادی کر رہی تھی، زندگی میں آگے بڑھ رہی تھی۔اور آگے بڑھ جانے والوں کے لیے انسان کو کبھی بھی خود کو برباد نہیں کرنا چاہیئے۔اسے بھی آگے بڑھ جانا چاہیئے۔وہ بھی یہی کر رہا تھا۔شادی کے بعد زنیرہ کے رویے میں کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو اسے کسی طرح سے بھی اس شک میں مبتلا کرتا کہ اس کا کوئی افیئر چل رہا تھا۔وہ اس کے ساتھ بلکل ایک آئیڈیل بیوی کی طرح برتاؤ کرتی تھی۔زنیرہ کی ایکٹنگ اتنی اچھی تھی کہ شہریار کو کوئی شک نہ ہوا۔اسی دورانیے میں اسے جی آئی بی کی طرف سے کام کرنے کی آفر ملی تھی۔خود ملک کے

پریزیڈنٹ کی طرف سے۔پہلے تو اسے جھٹکا لگا تھا یہ جان کر کہ اس دنیا میں ایک ایسی تنظیم بھی کام کر رہی تھی جو اس قدر مہارت سے خود کو چھپائے ہوئے تھی کہ کسی کو رائی کے دانے کے برابر بھی شک نہ ہو سکتا تھا۔اسے ایک اور جھٹکا بھی لگا تھا۔دانیال اسد،اس کا سب سے بہترین دوست بھی اسی تنظیم سے منسلک تھا اور ان کے ساتھ کام بھی کر رہا تھا۔شہریار نے اس کام کے لیے ہاں کہا تھا۔اسے کام پسند آیا تھا۔یہ اس کے ٹائپ کا کام تھا۔لیکن اس نے کسی کو بھی اپنے اندر کو ر ایجنٹ ہونے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔

اور آج دو سال بعد وہ زارا ہاشم کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔

****

وہ وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔یہاں تک کہ وہ کافی پی ئے بغیر ہی اٹھ کر کیفے سے باہر آ گئی۔کیفے کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے اسے ایک جھٹکا لگا تھا۔سڑک کی دوسری طرف شہریار اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔بھوری آنکھیں چار ہوئی تھیں۔آج اس کے پاس تمام سوالوں کا جواب تھا۔زارا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا جبکہ شہریار کے دل کی دھڑکنیں

اسے دیکھ کر مدھم پڑی تھیں۔ شہریار سڑک کراس کر کے اس کی طرف آیا۔اب وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا۔

"بیٹھ کر بات کریں۔" لہجہ نرم تھا۔زارا نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلادیا۔

وہ دونوں سڑک کی دوسری طرف بینچ پر ایک دوسرے سے ذرا فاصلہ رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے سامنے لِمت دریا بہہ رہا تھا۔وہ دونوں خاموشی سے بہتے دریا کو دیکھتے رہے۔

"شوہر کہاں ہے تمہارا؟" شہریار نے سامنے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ملک سے باہر ہے۔" زارا نے آسمان پر موجود چاند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ کیا کرتا ہے وہ؟" انداز سرسری سا تھا۔

"ایک کمپنی میں مینیجر ہے۔" زارا نے جواب دیا۔

"کونسی کمپنی؟"

"دی ڈریمرز۔"

"ایسی کوئی کمپنی نہ تو اس ملک میں ہے اور نہ ہی اس دنیا میں۔" شہریار کی بات پر زارا نے آنکھیں میچی تھیں۔ "کتنا جھوٹ بولو گی تم زارا؟ کتنا جھوٹ؟" اس نے یکدم چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں جھوٹ نہیں بول۔۔۔" شہریار نے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ اٹھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"تم نے دو سال پہلے بھی مجھ سے جھوٹ بولا تھا اور تم آج بھی مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو!" اس کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔ "مجھے سچ بتاؤ زارا کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیوں تم مجھے چھوڑ کر یہاں آ گئیں؟"

وہ یکدم اٹھ کر اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"کیونکہ میں infertile ہوں!" وہ چلائی تھی۔

شہریار کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔

زارا نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آنسوؤں سے تر تھا۔ شہریار کے دل میں اِک ہوک سی اٹھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا لگتا ہے تمہیں؟ مجھے تم سے محبت نہیں تھی؟"اس نے شہریار کو دھکا دینے کے سے انداز میں اس کے سینے پر ہاتھ مارا تو وہ ذرا پیچھے ہوا۔"کیا لگتا ہے تمہیں میں تم سے دل لگی کرتی رہی؟"زارا نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا تو وہ چند قدم مزید پیچھے کو گیا۔"تمہارے ساتھ ٹائم پاس کرتی رہی؟ ہاں بولو؟"وہ مسلسل اسے دھکا دے رہی تھی۔"بولتے کیوں نہیں ہو اب تم؟"وہ شہریار پر چلائی تھی۔

وہ بلک بلک کر رونے لگی تھی۔

"جس دن میں تم سے کیفے میں ملنے آئی تھی اس سے چار دن پہلے میں ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ مجھے abdominal pains ہو رہی تھیں۔میں چیک اپ کے لیے گئی تھی اور ایک دن بعد مجھے معلوم ہوا کہ مجھے ایک بیماری ہے۔Endometriosis۔اس بیماری کی وجہ سے میں بانجھ ہو چکی ہوں۔میں اب کبھی ماں نہیں بن سکتی!"وہ آخری جملہ ادا کرتے ہوئے ایک بار پھر چلائی تھی۔

شہریار خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔وہ جانتا تھا،ان دو سالوں میں اسے کسی نے نہیں سنا ہو گا۔

وہ اب اسے سننا چاہتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ اس کے اندر کا تمام غُبار نکل جائے۔

"ہاں میں نے تم سے جھوٹ بولا! کیونکہ میں نے ایک خوشحال زندگی کے لیے تمہاری محنت دیکھی تھی۔ میں نے دیکھا تھا کہ تم زندگی سے کتنی محبت کرتے ہو! اور میں۔۔۔ میں تم سے وہ سب نہیں چھین سکتی تھی! تم ایک مکمل زندگی کے خواب دیکھتے تھے اور میں؟ میں ادھوری ہوں! میں کیسے تم سے تمہاری تمام خوشیاں چھین لیتی؟" وہ تھک کر گرنے کے سے انداز میں بینچ پر بیٹھ گئی۔ زارا اپنا چہرے اپنے ہاتھوں میں چُھپائے رونے لگی تھی۔ شہریار اسے روتا دیکھتا رہا۔

"میں یہ بات ہمیشہ سے جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور یہ بھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں لیکن میں اتنی خود غرض نہیں تھی کہ صرف اپنی محبت کے لیے میں تمہیں اولاد جیسی نعمت سے محروم کر دیتی!" زارا نے چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ اولاد مرد کے نصیب سے ملتی ہے اور اس کے نصیب میں اولاد نہیں تھی۔

وہ چند لمحے یونہی اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے سامنے ایک گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ کوٹ کی جیب سے ایک ڈبی نکالی، ڈبی کو کھولا تو اس میں سلور رنگ کا باریک ہیروں والا ایک ویڈنگ بینڈ

تھا۔ وہ آنے سے پہلے اس کے لیے یہ ویڈنگ بینڈ خرید کر لایا تھا۔ ڈبی نیچے زمین پر رکھ کر اس نے انگوٹھی ہاتھ میں پکڑ لی۔

"آئی لو یو زارا ہاشم! مجھ سے شادی کرو گی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ وہ آنکھیں بڑی کیے حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آئی کیا؟ میں ماں نہیں بن سکتی! میں تمہیں اولاد نہیں دے سکتی شہریار!" آواز میں خفگی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"مجھے اولاد نہیں چاہیئے! مجھے زارا ہاشم چاہیئے!" اس نے نرمی سے زارا کے دائیں ہاتھ کی رنگ فنگر میں انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تو وہ کچھ مطمئن ہوا۔

"تم یہ اس لیے کہہ رہے ہو کیونکہ تمہارا ایک بیٹا ہے۔ اگر تمہیں مجھ سے اولاد نہ بھی ملی تو تمہارے پاس تمہارا بیٹا۔۔۔" شہریار نے اس کی بات کاٹ دی۔

"وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہنے لگا۔ "وہ مستجاب اور زنیرہ کا بیٹا ہے۔ وہ۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "وہ ان دونوں کا ناجائز بیٹا ہے۔ زنیرہ کا مستجاب کے

ساتھ افیئر تھا اور ہماری طلاق کی وجہ بھی یہی تھی۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور زارا شاک کے زیرِ اثر اسے دیکھتی رہی۔

"میں پرسوں میرب سے ملا تھا ایک فنکشن پر۔" وہ اس کے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اس نے مجھے بتایا کہ تم زیورک میں ہو۔ میں نے تمہارے بارے میں اس سے پوچھا۔ تمہاری زندگی کے بارے میں۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ میرب زارا کی ایک دوست تھی جسے زارا کے یہاں رہنے کے بارے میں پتا تھا۔ زارا نے اسے بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح یہی بتایا تھا کہ وہ اپنی نانی کی خراب طبیعت کی وجہ سے ان کے پاس یہاں آگئی ہے۔ اس کے انفرٹائل ہونے کے بارے میں اس کے والدین کے علاوہ اور کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ "اس نے مجھے بتایا کہ تم نے کبھی شادی کی ہی نہیں تھی۔ اور یہ کہ تم لاہور میں اپنے پیرنٹس کو چھوڑ کر یہاں اپنی نانی کے گھر رہنے لگی ہو۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے زندگی نے ایک موقع اور دیا ہے۔ تمہیں پانے کا بس ایک موقع اور ہے میرے پاس!" شہریار نے چہرہ اٹھا کر زارا کی طرف دیکھا۔ "میں کسی صورت بھی اس موقع کو ضائع نہیں

کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں ایک بار کھو چکا ہوں۔ دوبارہ نہیں کھونا چاہتا۔ مجھے اولاد کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ مجھے ہمسفر کی خواہش ہے اور وہ تم ہو۔" وہ مدھم سا مسکرایا تھا۔

"کیا تم یہ وعدہ آخر تک نبھاؤ گے؟" زارا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آخری سانس تک۔" شہریار نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرائی تھی۔ شہریار کو اس کے چہرے پر اطمینان نظر آیا تھا۔ اور وہ اطمینان شہریار کے دل کو طمانیت دے گیا تھا۔

****

اگلے ایک ہفتے کے اندر شہریار نے زارا ہاشم سے شادی کر لی تھی۔ وہ اس کے گھر میں آ گئی تھی اور شہریار کو زنیرہ کے جانے کے بعد اب جا کر اپنا گھر گھر لگ رہا تھا۔ زارا اور اس کی شادی کو ایک مہینہ ہونے کو تھا جب اس نے اس بچے کے بارے میں شہریار سے پوچھا تھا۔

"اگر وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے تو پھر وہ یہاں کیوں رہ رہا ہے شہریار؟ تم نے زنیرہ سے اس کی کسٹڈی کیوں حاصل کی؟" وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ شہریار نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ جب شہریار خاموش ہو جاتا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہ

رہا جو اس وقت اس سے پوچھا جا رہا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اپنے وقت پر جواب دیتا تھا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی۔ زارا نے دوبارہ اس بچے کی کسٹڈی کے بارے میں سوال نہیں پوچھا تھا۔ ہاں البتہ وہ اس بچے کے بارے میں سوال کر کر کے شہریار کا دماغ چاٹ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اسے بچے بہت پسند تھے اور اپنی محرومی کی وجہ سے وہ اس بچے میں ضرورت سے زیادہ ہی انٹرسٹ لے رہی تھی لیکن شہریار نے یہ جانتے ہوئے بھی اسے نہیں روکا تھا۔ اگر وہ ایسے ہی خوش تھی تو ٹھیک ہے۔ اس کے لیے زارا کی خوشی سے زیادہ اور کچھ اہم نہ تھا۔ اس سب کے باوجود بھی شہریار کو اس بچے کے لیے کوئی انس، کوئی محبت، کوئی احساس محسوس نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن زارا نے اس سے اس بچے کے نام پر بحث کی تھی۔

"تم نے ابھی تک اس کا نام نہیں رکھا؟" وہ حیرانی سے آنکھیں بڑی کیے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔ شہریار کو وہ بہت پیاری لگی تھی۔ شہریار کو وہ اس کی زارا لگی تھی۔ وہ مسکرایا تو زارا اسے گھورنے لگی۔

"نہیں۔" وہ مسکرا کر چہرہ موڑ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیوز پیپر تھا جسے وہ پڑھنے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"نہایت ہی شرم کی بات ہے شہریار ! وہ پانچ مہینے کا ہونے والا ہے اور تم نے ابھی تک اس کا کوئی نام بھی نہیں رکھا؟" وہ اسے ابھی تک گھور رہی تھی۔

"تم رکھ لو۔ اگر تمہیں اس کا نام رکھنے کا اتنا ہی شوق ہو رہا ہے تو۔" وہ نیوز پیپر پر نظریں جمائے کہہ رہا تھا۔

زارا آگے بڑھی۔ اس نے آہستہ سے شہریار کے ہاتھ سے نیوز پیپر لے لیا۔

"اس بچے کی اس سب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"تو کیا میری غلطی ہے؟" اس نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ اگر تم اس کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہتے ہو تو اسے اس کی ماں کے حوالے کر دو۔" وہ کہہ کر جانے لگی لیکن شہریار کی آواز پر رک گئی۔

"وہ اسے مار دے گا۔" وہ سامنے دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

"کون مار دے گا؟" زارا نے پلٹ کر کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اس کا باپ۔ وہ ایک خود غرض انسان ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اسے صرف اپنی ذات سے فرق پڑتا ہے اور ایک ناجائز اولاد کا ہونا اس کے کیریئر کے لیے ایک خطرہ ثابت ہو گا۔ یہ معلوم ہوتے ساتھ ہی کہ اس کی ایک ناجائز اولاد ہے وہ پہلے اس بچے کو مارے گا پھر زنیرہ کو۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو کیا تم نے اس بچے کو زنیرہ کے ساتھ اس لیے نہیں بھیجا کہ تم اسے پروٹیکٹ کر رہے تھے؟" زارا کی بات پر شہریار نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ حیران تھا۔

"نہیں۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔" زارا نے زندگی میں پہلی بار شہریار کو اپنی بات میں اٹکتے ہوئے دیکھا تھا۔

زارا مدھم سا مسکرائی اور اسے دیکھتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

کیا وہ اسے پروٹیکٹ کرنے کے لیے ایسا کر رہا تھا؟ آخر وہ ایسا کر کیوں رہا تھا؟ وہ اس کا بیٹا نہیں تھا۔ وہ اس کی ذمہ داری نہیں تھا۔ پھر کیوں؟ وہ ایک گہری سوچ میں پڑ گیا۔

وہ اس کے کمرے میں نینی کے ساتھ موجود تھی۔ زارا نے اس بچے کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ شہریار دروازے میں ایستادہ کھڑا تھا۔ زارا کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ وہ اسے نہیں دیکھ سکتی

Clubb of Quality Content!

تھی۔نینی نے شہریار کو کمرے کے دروازے میں کھڑا دیکھا تو حیران رہ گئی۔چار مہینوں میں یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس کے کمرے میں موجود تھا۔شہریار نے نینی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"ارے تم تو بہت پیارے ہو! اُف اللہ! میں تمہارا کیا کروں؟ میں نے اپنی زندگی میں تم سے زیادہ پیارا اور کیوٹ بچا نہیں دیکھا!" وہ اسے گود میں اٹھائے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

شہریار اس کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔وہ ایک تندرست بچہ تھا جس کے گال بھرے بھرے تھے اور مسکراہٹ اتنی پیاری کہ انسان سوچ میں پڑ جائے۔وہ اپنی گول بڑی بڑی گہری سرمئی آنکھوں کو پورا کھولے زارا کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔وہ زارا کو یونہی حیرت سے دیکھا کرتا تھا۔

"چلو اب ہم تمہارا نام رکھتے ہیں!" وہ ہنستی ہوئی اسے لے کر کمرے میں رکھے صوفے کی طرف آگئی۔"ہمم!" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"عصام کیسا ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائی۔اور جواب میں عصام کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔اس کی ہنسی اتنی کیوٹ تھی کہ زارا کو اس پر شدید پیار آیا۔"تم ہنستے بھی کتنے پیارے انداز میں ہو!" اس نے ہنستے ہوئے اس کا گال چوما تھا۔شہریار زارا کی اس حرکت پر

ہنس دیا تھا۔احساس ہونے پر شہریار کے چہرے پر موجود مسکراہٹ غائب ہوگئی۔کمرے میں یکدم خاموشی چھاگئی۔زارا نے چہرہ اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا۔نینی کمرے سے نکل گئی تھی۔

"عصام شہریار خان۔کتنا پیارا نام ہے نا؟"اس نے شہریار کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔شہریار نے تھوک نگلا۔

"اس نام کا مطلب کیا ہے؟"اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"محافظ۔سہارا دینے والا۔مضبوطی سے تھامنے والا۔"وہ عصام کی طرف مسکرا کر دیکھتی کہہ رہی تھی۔اس نے اس کی ناک کو چھوا تو وہ ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

"یہ نام کیوں دیا اسے؟"شہریار نے عصام کی آنکھوں میں دیکھا۔اس کی آنکھیں بلکل اس کی ماں پر گئی تھیں۔گہری سرمئی پُرکشش آنکھیں۔اس نے اس کی آنکھوں پر سے اپنی نظریں ہٹا کر زارا پر ٹکا دیں۔

"میں نے سوچا تھا کہ اگر کبھی میرا کوئی بیٹا پیدا ہوا تو میں اس کا نام عصام رکھوں گی۔"وہ مسکرائی تھی۔

"لیکن یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔" شہریار نے اپنے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ میرا بیٹا نہ سہی لیکن بچہ ہے۔ اور میں ایک بچے سے عداوت نہیں رکھ سکتی۔ مجھے یہاں آئے ہوئے ایک مہینہ ہونے کو ہے۔ اور مجھے یہ بچہ ان چند دنوں میں بہت پیارا ہو گیا ہے۔ میں نے جب بھی اس وجود کو دیکھا ہے یا اسے گود میں اٹھایا ہے۔۔۔ مجھے یوں لگا ہے کہ جیسے۔۔۔ جیسے کوئی تعلق ہمارے درمیان ہے۔ خون نہ سہی۔" وہ ہنسی۔ پھر شہریار کا چہرہ دیکھنے لگی۔ "لیکن یہ بچہ مجھے عزیز ہو گیا ہے۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

شہریار نے بہت پہلے ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ زارا عصام کے ساتھ حد سے زیادہ انوالو ہو رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ ایک دن آئے گا جب وہ اس کا خیال رکھنے لگ جائے گی یا پھر شاید اس سے انسیت رکھنے لگے گی۔ اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ وہ جس بچے سے نفرت کرتا تھا وہ اس کی بیوی کو کیسے پیارا ہو سکتا تھا؟ شہریار واپس پلٹ گیا۔

****

مزید دو مہینے یونہی گزر گئے تھے۔عصام کے لیے زارا کی محبت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا تھا۔البتہ شہریار کا رویہ عصام کے ساتھ ویسا ہی رہا تھا۔شہریار اور زارا ایک ہفتے کے لیے Mauritius چھٹیاں گزارنے کے لیے جانے والے تھے۔زارا عصام کو گھر پر اکیلے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اس نے شہریار سے اس سب کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔شہریار اس کے ساتھ جانا چاہتا تھا اور وہ اپنے اس پلان کو لے کر بہت خوش تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کا موڈ خراب کر دیتی۔جانے سے پہلے وہ نینی کو خاص طور پر یہ ہدایت کر کے گئی تھی کہ اگر عصام کے متعلق کوئی بھی مسئلہ ہو تو وہ فوراً اس سے رابطہ کرے گی۔

وہ شہریار کے ساتھ ماریشس آگئی تھی۔اور وہ وہاں آکر امید سے زیادہ ہی خوش تھی۔اسے امید نہیں تھی کہ وہ وہاں جا کر شہریار کے ساتھ اس قدر اچھا وقت اسپینڈ کرے گی۔لیکن پھر بھی بار بار زارا کا دل عصام کی طرف سے گھبرا رہا تھا۔اسے بار بار محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کچھ غلط تھا۔اس نے شہریار سے عصام کو لے کر اپنے خدشات کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ بس روزانہ ایک بار لاہور فون کر کے عصام کے متعلق نینی سے پوچھ لیتی اور نینی اسے سب ٹھیک ہونے کی یقین دہانی کروا دیتی۔

وہ ایک ہفتے بعد پاکستان واپس آ گئے تھے۔آدھی رات کا وقت تھا۔وہ کمرے سے نکل رہی تھی جب شہریار نے اسے روکا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"عصام کے پاس۔میں ایک ہفتے سے نہیں ملی اس سے۔"

"صبح مل لینا اس سے۔تھکی ہوئی ہو سو جاؤ!"وہ کہہ کر بیڈ پر سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

"میں اسے دیکھ لوں۔پھر سو جاؤں گی۔"وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔شہریار نے بیزاری سے آنکھیں موند لیں۔

وہ سیدھا عصام کے کمرے میں آئی تھی۔نینی بھی وہیں موجود تھی۔

"سو رہا ہے؟"زارا نے اس کے کاٹ کے پاس جاتے ہوئے ہلکی آواز میں نینی سے پوچھا۔

"ج۔۔۔جی میم۔"اسے محسوس ہوا کہ وہ کچھ گھبرائی ہوئی تھی۔زارا نے عصام کو پکڑنے کے لیے ہاتھ لگایا ہی تھا کہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔وہ آگ کے کسی انگارے کی مانند تپ رہا تھا۔

"اسے تو بخار ہے!"اس نے عصام کو تیزی سے اپنی گود میں اٹھایا۔"اسے کب سے بخار ہے؟"اس نے نینی کی طرف پلٹ کر غصے سے پوچھا تھا۔"وہ۔۔۔وہ۔۔۔"نینی ہکلانے لگی۔

"میں نے پوچھا اسے کب سے بخار ہے؟"وہ آگ بگولہ ہو گئی تھی۔

"آپ کے جانے کے ایک دن بعد ہی اسے ہلکا سا بخار ہو گیا تھا۔لیکن پھر چار دن بعد یہ تیز ہو گیا۔میں نے دوا بھی دی اور برف والے پانی کی پٹیاں بھی کیں لیکن بخار نہیں اترا۔"وہ ڈری ہوئی سی کہہ رہی تھی۔

"تو مجھے کیوں نہیں بتایا؟"زارا مزید تپ گئی۔

"سر نے منع کیا تھا کہ آپ کو کچھ بھی نہ بتاؤں۔"اس نے کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ کہا۔

زارا کو جھٹکا لگا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ شہریار اس ننھے سے بچے کے ساتھ ایسا بھی کر سکتا تھا۔ زارا نے عصام کو پکار کر اسے اٹھانے کی کوشش کی تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ بے ہوش تھا۔اسے اپنے پیروں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"میرے کمرے سے میری چادر لے کر آؤ جلدی اور شاہزیب سے کہو کہ گاڑی نکالے ہمیں ہوسپٹل جانا ہے!"اس نے حکم صادر کیا تھا۔ملازمہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

شہریار کی آنکھ کچھ دیر بعد ہی آوازوں پر کُھلی تھی۔اس نے ملازم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ زارا عصام کو لے کر ہوسپتال گئی ہے۔شہریار بھی فوراً ہسپتال چلا گیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ اگر زارا اسے بتائے بغیر ہسپتال گئی تھی تو وہ سب جان گئی تھی۔

****

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کر لیا تھا لیکن عصام کو کوئی مرض لاحق نہ تھا۔وہ پوری طرح سے صحت مند تھا۔

"اگر یہ بلکل ٹھیک ہے تو پھر اسے بخار کیوں ہے؟"وہ اب زارا کی گود میں پُر سکون سا سو رہا تھا۔

"کیا آپ اس سے دور تھیں؟"زارا کو ڈاکٹر کی بات پر کچھ حیرانی ہوئی۔

"جی۔میں ایک ہفتے کے لیے ملک سے باہر تھی اور عصام اپنی نینی کے ساتھ تھا۔"وہ کہہ رہی تھی۔

"بس یہی وجہ ہے۔آپ کا بیٹا بہت سینسیٹو ہے۔جیسا کہ آپ نے مجھے بتایا کہ آپ کے جانے کے فوراً بعد ہی اسے بخار ہو گیا تھا تو یہ اس بات کی طرف نشاندہی ہے کہ یہ آپ کے

بغیر نہیں رہ سکتا۔"ڈاکٹر مدھم سا مسکرائی تھی۔زارا کو ڈاکٹر کی باتیں بہت عجیب لگ رہی تھیں۔وہ اس کی ماں نہیں تھی تو وہ اس کے ساتھ اتنا اٹیچ کیسے ہو گیا تھا؟

لیکن وہ بھی تو اس کے ساتھ اٹیچ ہو گئی تھی۔ماریشس میں ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جب اسے عصام کا خیال نہیں آیا تھا۔

"میں بخار کے لیے کچھ میڈیسنز دے دیتی ہوں لیکن میرا آپ کو یہی مشورہ ہو گا کہ آپ اسے اکیلا مت چھوڑیں۔یہ بہت حساس ہے اور ایسے بچے چیزوں کو دل پر لیتے ہیں۔ایسے بچوں کو ماں باپ کی توجہ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔"وہ زارا کی گود میں پُر سکون سے سوتے ہوئے عصام کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔

وہ عصام کو گود میں اٹھائے ڈاکٹر کے کمرے سے باہر نکلی تو راہداری میں اسے شہریار شاہزیب کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔وہ اسے دیکھے بنا آگے بڑھنے لگی تو شہریار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"زارا میری بات۔۔۔"زارا نے شہریار کی بات کاٹ دی۔

"میں تم سے یہاں بات نہیں کروں گی کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ملازم تمہاری بے عزتی سنیں!"وہ غصے سے کہتی ہوئی شہریار کا ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گئی تھی۔شہریار

Clubb of Quality Content

سانس بھر کر رہ گیا۔وہ جانتا تھا کہ اب وہ ناراض ہو گئی تھی اور ناراض ہوئی زارا ہاشم کو منانا دنیا کا سب سے مشکل کام تھا، خاص کر کے تب جب غلطی اپنی ہو۔

شہریار جب پارکنگ میں اپنی گاڑی کے پاس آیا تو زارا پہلے سے ہی گاڑی میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔وہ خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔شہریار نے گاڑی مین روڈ پر ڈال دی۔سیکیوریٹی کی گاڑی ان کی گاڑی کے بلکل پیچھے تھی۔

شہریار نے چہرہ موڑ کر زارا کی طرف دیکھا۔اس کی گود میں عصام تھا اور وہ خود سامنے دیکھ رہی تھی۔اس کا بخار اب ہلکا ہو چکا تھا۔

"مجھے زنیرہ حدید کا نمبر چاہیئے۔" زارا نے یکدم کہا تو شہریار نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟"

"میں اسے اس کا بیٹا واپس دینا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ سرد تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ یہاں اس کے بیٹے کے ساتھ جانوروں والا سلوک کیا جا رہا ہے جو مجھے برداشت نہیں۔" وہ سختی سے کہہ رہی تھی۔

"زارا میں نے ایسا۔۔۔" زارا نے شہریار کی بات کاٹ دی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا شہریار! اگر تم اس بچے کو اس کے تمام حقوق نہیں دے سکتے تو اسے واپس اس کی ماں کے پاس بھیج دو۔ پھر کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں یہ اس کی ماں کا مسئلہ ہے!" اس نے سرد سے لہجے میں کہا۔

"سب کچھ تو مل رہا ہے اسے زارا! میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔" اس نے بیزار سے انداز میں سر جھٹک کر اپنی نظریں سڑک پر مرکوز کر لیں۔ زارا نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف چہرہ موڑا۔

"کیا مل رہا ہے اسے شہریار؟ کیا مل رہا ہے اسے؟" زارا کی آواز بلند ہوئی تھی۔ "تمہیں معلوم بھی ہے ایک سات ماہ کے بچے کو چاہیئے کیا ہوتا ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"اسے پیار چاہیئے ہوتا ہے۔ اسے اٹینشن چاہیئے ہوتی ہے۔ وہ توجہ مانگتا ہے۔ صرف خوراک اور نرم گرم سا بستر دے دینے سے تم اس کے حقوق پورے نہیں کر سکتے! اسے ماں

کا پیار چاہی ئے! اسے باپ کا پیار چاہی ئے! نہ میں اس کی ماں ہوں اور نہ ہی تم اس کے باپ! اس لیے اس بچے کی جان پر رحم کھاؤ اور اسے اس کی ماں کے حوالے کر دو!" وہ آگ بگولہ ہوئی کہہ کر رُخ موڑ گئی تھی۔

"زارا تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے نینی سے تمہیں نہ بتانے کے لیے اس لیے کہا تھا کیونکہ میں اپنی ٹرپ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بہت وقت بعد تمہارے ساتھ وقت گزارنے کو ملا تھا اور میں اسے خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے لگا اسے کوئی موسمی بخار ہوا ہوگا دوائی سے ٹھیک ہو جائے گا!" وہ اب اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

"نہیں۔ تم انسیکیور تھے!" اس نے ترخ کر کہا۔

"میں ؟! انسیکیور ؟" شہریار نے حیرانی سے زارا کی طرف دیکھا۔

"ہاں تم انسیکیور تھے۔ تم عصام سے انسیکیور ہو رہے تھے۔ اور پتا ہے تم نے مجھے اپنی اس انسیکیوریٹی سے کیا باور کروایا ہے ؟" وہ ایک لمحے کے لیے رک کر شہریار کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ "یہ کہ میں ایک ادھوری عورت ہوں۔"

شہریار کے دل پر زارا کی بات کسی گھونسے کی مانند لگی تھی۔

"میں اپنے خواب میں بھی تم سے ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔" شہریار کو زارا کی بات پر افسوس ہوا۔

"ہاں۔ تم نے کہا نہیں لیکن تم نے باور یہی کروایا ہے۔ ہاں عصام کی موجودگی میرے لیے میری محرومی پر پردہ ڈال دیتی ہے اور میں یہ بات جانتی ہوں اور تم بھی جانتے ہو۔ تم سے یہ برداشت نہیں ہو رہا کہ تمہاری بیوی کو تمہاری سابقہ بیوی کی ناجائز اولاد سے محبت ہے۔ وہ اسے اپنی سگی اولاد کی طرح ٹریٹ کر رہی ہے۔ وہ اسے تمہارے مقابلے میں ایک بے قصور جان سمجھ رہی ہے!" وہ ایک بار پھر غصے میں آگئی تھی۔ اس کی باتیں کسی تیر کی طرح شہریار کے دل پر لگ رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میرے نصیب میں اولاد نہیں ہے۔ اس لیے اس بچے پر رحم کھاؤ اور اسے اس کی ماں کے حوالے کر دو۔ اور ایک اور مہربانی کر دو مجھ پر۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ "مجھے میرا شہریار واپس کر دو۔"

"کیا؟" شہریار کو ایک بار پھر بُری طرح سے جھٹکا لگا تھا۔

"تم میرے شہریار نہیں ہو۔ تم میرے شہریار ہو ہی نہیں سکتے۔ میں جس شہریار کو جانتی تھی وہ اتنا پتھر دل نہیں تھا۔ اگر کوئی اس کے ساتھ بُرا کرتا تھا تو وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا تھا۔ وہ اس سے بدلہ نہیں لیتا تھا اور خاص طور پر ایک بچے سے تو بلکل بھی نہیں۔ تم مجھ پر مہربانی کرو اور مجھے وہی والا شہریار واپس کر دو۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئی تھی۔

شہریار تمام راستہ زارا کی باتوں کے زیرِ اثر رہا تھا۔ اسے زارا کے دیے ہوئے رِیئلٹی چیک پر یقین کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔

گاڑی گھر کی داخلی روش پر رُکی تھی۔ زارا گاڑی سے نیچے اترنے لگی تو شہریار نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

زارا نے چہرہ موڑ کر شہریار کی طرف دیکھا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آئی ایم سوری۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔ "میں اس بچے کو اسے واپس نہیں دے سکتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملیحہ مستجاب کی بیوی ہے۔ اور وہ مجھے اپنی بہنوں کی طرح عزیز ہے۔ میں اس سے جا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا شوہر جو اس کے بچوں کا باپ ہے اسے دھوکا دے رہا ہے اور اس کی ایک ناجائز اولاد بھی ہے۔ میں نے

Clubb of Quality Content

ایک گناہ پر پردہ رکھا ہوا ہے زارا اور مجھے معلوم ہے اگر وہ پردہ میں نے اٹھایا تو ہم سب کی زندگیوں میں فساد اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔اور اس سب کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا سوائے اس کے کہ عصام کے ساتھ ساتھ تین مزید زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔میں نہیں جانتا کہ زنیرہ نے مستجاب سے دوبارہ رابطہ کیا ہے یا نہیں۔اور نہ ہی یہ کہ وہ اب کہاں ہے لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ وہ اس وقت اپنی زندگی کے سب سے اچھے دور سے گزر رہا ہے اور ایک ناجائز اولاد کا اسکینڈل اسے برباد کر سکتا ہے۔اگر اسے کسی بھی طرح یہ بات معلوم ہو گئی کہ عصام ہی وہ بچہ ہے تو وہ اسے دنیا کے سامنے آنے سے پہلے ہی مار دے گا۔اور میں کسی بے قصور جان کا خون اپنے ہاتھوں پر نہیں لینا چاہتا۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"اور اگر خود زنیرہ نے مستجاب کو عصام کے بارے میں بتا دیا تو؟" زارا کو ایک خدشہ لاحق ہوا تھا۔شہریار استہزائیہ سے انداز میں ہنسا۔

"وہ بلکل مستجاب جیسی ہے۔خود غرض۔خود پرست۔مستجاب کو یہ بات معلوم نہیں کہ عصام اس کا بیٹا ہے۔وہ جانتی ہے مستجاب دھوکا دینے والوں کو کسی صورت معاف نہیں کرتا۔وہ ابارشن نہیں کروانا چاہتی تھی اس لیے اس نے مستجاب کو اس کی اولاد کے بارے میں

Clubb of Quality Content

نہیں بتایا۔اسے معلوم تھا کہ مستجاب ابارشن پر زور دے گا اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی۔شاید اس وقت اسے اس بچے کی طرف ممتا محسوس ہوئی تھی۔شاید اس نے سوچا تھا کہ وہ مستجاب کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے عصام کو استعمال کر سکتی تھی لیکن اسے مستجاب کے ساتھ وہ زندگی عصام کے بغیر ہی مل رہی تھی اس لیے اس نے عصام کو چھوڑ دیا۔"وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔شہر یار چند لمحے زارا کو دیکھتے رہے جو خاموش تھی۔

"لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔میں تمہیں تمہارا پرانا والا شہر یار واپس کر دوں گا۔میں اس بچے کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی کوشش کروں گا۔میں تمہارے اور عصام کے کسی معاملے میں نہیں بولوں گا۔تمہیں پوری آزادی ہے اسے پالنے کی لیکن زارا پلیز! تم مجھ سے یہ مت کہنا کہ میں اسے باپ کا پیار دوں۔یہ میں نہیں کر سکتا۔اور نہ ہی یہ مجھ سے ہو گا۔" شہر یار کی آواز میں التجا سی تھی۔زارا کا ہاتھ ابھی تک شہر یار کے ہاتھ میں تھا۔اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ اس سے زیادہ عصام کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی زارا نے ملازمہ کو بلا لیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"عصام کا بے بی کاٹ اور اس کے تمام کھلونے اور چیزیں اسی وقت اس کمرے میں شفٹ کرو! فٹافٹ!" ملازمہ سر ہلا کر کمرے سے جانے لگی تو زارا نے اسے روک لیا۔ "اور سنو! شزا کو بتا دو کہ آج سے اسے عصام کا کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہ جاب چھوڑ رہی ہے۔ اور اسے بتا دینا کہ ایسا اس لیے بلکل نہیں ہے کیونکہ اس نے مجھ سے ایک بات چھپائی، ایسا اس لیے ہے کیونکہ اب مجھے ضرورت نہیں ہے۔" زارا نے اسے عصام کی نینی کے متعلق تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

ملازمہ چلی گئی تو شہریار جو بیڈ پر سونے کی غرض سے لیٹنے والا تھا اور زارا کی باتیں سن کر رک گیا تھا، اب غور سے عصام کو بیڈ پر لیٹاتی زارا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یکدم ہی خوش نظر آنے لگی تھی۔

"کیا؟" زارا نے اسے خود کو دیکھتے پایا تو پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ مدھم سا مسکرایا تھا۔ زارا ہنسی۔

"رات کے تین بجے چادر لپیٹے، بالوں کی پونی باندھے اور یہ نیند سے بھری سوجی ہوئی آنکھیں لیے میں تمہیں خوبصورت لگ رہی ہوں؟" وہ ہنس رہی تھی۔

"ہاں! بلا کی خوبصورت۔"وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔"اگر مجھے پتا ہوتا کہ اس بچے کے تمہیں ملنے سے تم اتنی خوبصورت ہو جاؤ گی تو میں ایسا بہت پہلے ہی کر دیتا۔"وہ مصنوعی افسوس سے سر ہلاتا کہہ رہا تھا۔

"اچھا اس سے کیا ہوتا؟"وہ ہنستی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

"اس سے یہ ہوتا کہ میری بیوی ماریشس میں اپسرہ لگتی۔"وہ کہہ کر واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

ملازم عصام کی تمام چیزیں اس کے کمرے میں شفٹ کر چکے تھے۔شہریار سونے کے لیے بیڈ پر جیسے ہی لیٹا تھا،عصام نے رونا شروع کر دیا تھا۔

"یار یہ رو کیوں رہا ہے اس وقت؟"وہ شدید بیزار ہوا۔

"کیونکہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔"زارا فیڈر میں اس کا دودھ بناتے ہوئے کہنے لگی۔

"اُف!"شہریار منہ پر تکیا رکھ کر سونے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

"تم بچپن میں نہیں روئے کیا جو اتنا ڈرامہ کر رہے ہو شہریار؟" زارا نے عصام کو گود میں اٹھایا پھر اسے فیڈر دیتے ہوئے کہنے لگی۔ فیڈر منہ میں جاتے ساتھ ہی وہ چُپ ہو گیا۔

"یہ مجھے نہیں پتا کہ میں اپنے بچپن میں ایسے روتا تھا یا نہیں لیکن مجھے یہ ضرور پتا ہے کہ دو دن کی مسلسل فلائٹ کے بعد اب جا کر میں سونا چاہتا ہوں۔" شہریار نے غنودگی سے بھری آواز میں بیزاری سے کہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ سو جاؤ اب! وہ خاموش ہو گیا ہے۔" وہ عصام کو گود میں لیے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

آخر کار جب عصام دودھ پی کر سو گیا تو شہریار کو بھی تب تک نیند نصیب ہوئی جب تک وہ دوبارہ اٹھ کر بھوک کی وجہ سے رونے نہ لگا۔

"یہ پھر سے رونے لگ گیا ہے زارا!" وہ نیند سے بھری آنکھیں لیے کہہ رہا تھا۔ وہ زارا کو اٹھانے کی کوشش کرنے والا تھا لیکن اسے پُر سکون نیند سوتا دیکھ کر رُک گیا۔ وہ بھی تھکی ہوئی تھی۔ اسے بھی آرام کی ضرورت تھی۔

وہ بیزاری کے ساتھ اٹھا اور روتے ہوئے عصام کے کاٹ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے روتے ہوئے عصام کی طرف غصے سے دیکھا۔ پھر وہ سوچنے لگا کہ جب اسے عصام کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں ہوئی تھی تب بھی تو وہ رات کو اٹھ کر اسے سنبھالا کرتا تھا، تو شاید اسے اب بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کم از کم وہ چُپ تو ہو جائے گا۔

اس نے دودھ کا فیڈر بنایا پھر اس کے منہ کی طرف بڑھائے کھڑا ہو گیا۔ عصام نے فیڈر نہیں پیا۔ وہ روتا رہا۔

"ارے پی بھی لو اب!" اس نے تنگ آکر کہا۔ شاید وہ گود میں آکر ہی دودھ پیتا تھا۔ "اُف کیا مصیبت ہے یار!" شہریار نے ناچاہتے ہوئے بھی عصام کو گود میں اٹھایا اور پھر جیسے ہی اس کی طرف فیڈر بڑھایا، اس نے تیزی سے فیڈر کو پکڑ لیا۔ شہریار نے اسے حیرانی سے دیکھا کیونکہ اب وہ دونوں ہاتھوں سے فیڈر کو پکڑے تیزی سے دودھ پیتا اور بڑی بڑی آنکھیں کھولے، آبرو حیرت سے اکٹھے کیے اسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ فیڈر پیتے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا فیڈر شہریار کی طرف بڑھا دیا۔ شہریار حیران رہ گیا۔ ایسا بچہ وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ اس نے فیڈر اس کے ہاتھ سے لیا اور پھر اسے بے بی کاٹ

میں لیٹا دیا۔وہ کاٹ میں لیٹتے ساتھ ہی بڑے اسٹائل کے ساتھ پلٹی مار کر سو گیا۔شہریار نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملیں۔ساتھ ماہ کا بچہ اور ایسی حرکتیں؟ناممکن!شاید نینداس کے دماغ پر چڑھ رہی تھی۔وہ واپس سے آکر بستر پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

****

عصام دس مہینے کا ہو چکا تھا۔یہ لاؤنج کا منظر تھا۔شہریار صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔اس کے سامنے شاہزیب کھڑا تھا۔شاہزیب اس وقت بیس سال کا تھااور شہریار کی سیکیوریٹی اسکواڈ میں ابھی چند مہینوں پہلے ہی شامل ہوا تھا۔وہ اس کے ایک بہت پُرانے خاندانی سرونٹ کا بیٹا تھا۔وہ شہریار کے گھریلو سیکیوریٹی کے معاملات کو دیکھا کرتا تھا۔اس وقت وہ اسے پورے دن کی رپورٹ دے رہا تھا۔دوسرے صوفے پر زارا پیر اوپر کیے بیٹھی تھی۔اس کے سامنے عصام بیٹھا ہوا تھا۔عام بچوں کے مقابلے میں وہ اب کسی بھی سہارے کے بنا آرام سے بیٹھ جاتا تھا۔وہ ایک طوفان تھا۔زارا نے جب سے اسے اپنے کمرے میں شفٹ کیا تھا اسے پورے گھر میں پھرنے کی اجازت مل گئی تھی۔وہ کسی طوفان کی طرح پورے گھر میں گول گول زمین پر گھومتا رہتا تھا۔وہ سب یہ سوچ کر پریشان تھے کہ اس نے ابھی سے سب کو تگنی کا ناچ نچادیا

تھا، جب وہ چلنے لگے گا تو کیا ہو گا؟ وہ سب کی ناک میں دم کر کے رکھتا تھا۔ خاص طور پر شہر یار کی۔ شہر یار کے ساتھ عصام کا برتاؤ بڑا ہی مختلف تھا۔ وہ گھنٹوں بیٹھا اسے غور سے دیکھتا رہتا اور پھر یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگتا۔ اگر کبھی زارا عصام کو شہر یار کے ساتھ بیٹھا دیتی تو وہ شہر یار کی ہر چیز پکڑ کر دیکھتا۔ عام بچوں کے مقابلے میں وہ چیزیں منہ میں ڈال کر نہیں دیکھتا تھا۔ وہ کسی بڑے کی طرح ہر چیز کا غور سے مشاہدہ کرتا تھا۔ جیسے اگر اس کے ہاتھ شہر یار کا والٹ لگ گیا تو وہ اسے منہ میں ڈالنے کے بجائے اس کی ساری چیزیں نکال کر اپنے سامنے لائن سے سجا کر رکھ لیتا تھا۔ پھر ایک ایک چیز اٹھا کر اسے اُلٹ پلٹ کر کے دیکھتا۔ وہ ہر چیز کو بڑی فرصت سے دیکھتا تھا۔ شروع میں تو شہر یار اس کی تمام حرکتوں سے کوفت زدہ سا رہتا تھا لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ اس کی حرکتوں کا عادی ہونے لگا۔ وہ خود بھی بے ساختہ ہی اس کی کسی حرکت پر ہنس دیتا تھا۔

وہ بڑا ہی خاموش طبع بچہ تھا۔ عام بچے اس عمر میں چھوٹی موٹی آوازیں نکالتے تھے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ وہ کوئی آواز نہیں نکالتا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کے زاویے۔۔۔ اللہ کی پناہ!

اگر اسے کوئی چیز یا پھر کوئی بات اچھی لگتی تو وہ اپنی آنکھوں سے ہی سامنے والے کو باور

کروادیتا تھا۔اور اگر اسے کوئی چیز بُری لگتی تو وہ آنکھوں کے زاویے ایسا بناتا کہ سامنے والے کا سانس تک رُک جاتا۔دس ماہ کا وہ بچہ آنکھوں سے باتیں کرنا جانتا تھا۔

اسے زارا سے بہت محبت تھی۔ وہ اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا۔اگر زارا دس پندرہ منٹ کے لیے بھی اس کے سامنے سے غائب ہوتی تو وہ ایسا روتا کہ پھر جب تک وہ اسے چُپ نہ کرواتی، وہ روتا ہی رہتا۔زارا اور عصام کا تعلق بڑی ہی مختلف نوعیت کا تھا۔زارا کو کبھی کبھار حیرانی ہوتی تھی کہ آخر ان کے درمیان ایسا کیا تھا جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنی محبت کرنے لگے تھے؟

ہر تعلق خون کا نہیں ہوتا۔کچھ دل کے بھی ہوتے ہیں اور دل کے تعلق اللہ جوڑتا ہے۔عصام اور زارا کے معاملے میں بھی یہی بات تھی جو اسے اب سمجھ آچکی تھی۔

وہ زارا کے سامنے بیٹھا اپنی ایک ٹانگ ہلا رہا تھا۔زارا ساتھ ساتھ اس کے منہ میں مختلف پھلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال رہی تھی۔ایک دس ماہ کے بچے کے عام طور پر پانچ سے چھ دانت ہی ہوتے تھے لیکن وہ شاید کوئی الگ ہی مخلوق تھا۔وہ اکٹھے ہی دس دانت نکال چکا تھا۔شہریار اور زارا دونوں کو بے حد حیرانی ہوئی تھی۔ٹی وی پر سامنے بچوں کی بہت سی

رائمز چل رہی تھیں۔ عصام کی نظریں ٹی وی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ زارا اس کے منہ میں چمچ سے پھل کا ٹکڑا ڈالتی تو وہ تب بھی اپنی نظریں ٹی وی پر سے نہ ہٹاتا۔

تبھی عصام صوفے پر سے اترا تھا۔ زارا نے چیخ مار کر اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے دونوں پیروں پر بڑے اطمینان سے کھڑا تھا، ساکت رہ گئی۔ اسے لگا کہ وہ گرنے والا تھا لیکن وہ تو۔۔۔ زارا اور شہریار سمیت شاہزیب بھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا شہریار کی طرف آیا تھا۔ شہریار کے پاس پہنچ کر وہ پہلے سر اٹھائے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ساتھ صوفے پر چڑھ گیا اور شہریار کی گود میں آکر بیٹھ گیا۔ عصام نے انگلی سے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا۔ ان تینوں نے ٹی وی کی طرف دیکھا۔

"ڈیڈ!" وہ مسکرا کر بولا۔

ٹی وی پر چلنے والی رائم میں ایک باپ اپنے بیٹے کو گود میں اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ شہریار کو اپنا باپ کہہ رہا تھا۔ زارا کو جھٹکا لگا۔ عصام نے چہرہ موڑ کر شہریار کی طرف دیکھا۔

"ڈیڈ!" وہ کہہ کر ہنسنے لگا۔

Clubb of Quality Content

وہ ہنس کر چُپ ہو گیا مگر شہر یار ویسے ہی شل بیٹھا رہا۔ وہ بچہ اسے اپنا باپ کہہ رہا تھا؟ وہ بچہ جس کا وجود بار بار شہر یار کو اپنی سابقہ بیوی کی بے وفائی اور دھوکے کی یاد دلاتا تھا؟ وہ بچہ جسے کتے کے ٹھیکرے میں پانی پلانے کا وعدہ شہر یار نے خود سے کیا تھا؟ وہ بچہ جس کے ہونے یا نہ ہونے سے شہر یار کو چار مہینوں تک کوئی فرق ہی نہ پڑا تھا؟ وہ بچہ جو پانچ مہینوں تک بے نام رہا تھا؟ وہ بچہ جو اس کی وجہ سے ایک ہفتے تک بخار میں تپتا رہا تھا؟ وہ بچہ جس کے لیے وہ اپنے دل میں کوئی جگہ نہیں بنانا چاہتا تھا؟

وہ بچہ اسے اپنا باپ کہہ رہا تھا؟

شہر یار اس کا معصوم سا چہرہ دیکھتا رہا۔ اس رات جو چھن سے ٹوٹا تھا، وہ شاید جُڑ گیا تھا۔ شہر یار کی دائیں آنکھ سے آنسو بہہ نکلا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی سے اسے رگڑ دیا۔ اور اگلے لمحے شہر یار نے عصام کو مضبوطی سے اپنے سینے سے لگایا تھا۔

"ہاں! میں تمہارا ڈیڈ ہوں!" اس نے عصام کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔

ایک لمحہ۔

ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔

بربادی کے لیے۔

آبادی کے لیے۔

عشق کے لیے۔

نفرت کے لیے۔

ہار کے لیے۔

فتح کے لیے۔

فیصلہ لینے کے لیے۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کہتے ہیں کسی کا دل پلٹنے کے لیے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔ایک لمحے میں انسان کا دل ایسے فیصلے بھی کر جاتا ہے جو اسے کبھی ناممکن نظر آتے تھے۔یہ ایک لمحہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔وہ اس ایک لمحے میں انسان کا دل کسی کے لیے نرم کر دیتا ہے تو کسی کے لیے سخت۔یہ ایک لمحہ۔۔۔جب عصام نے شہریار کو اپنا باپ کہا، یہ لمحہ وہی لمحہ تھا۔شہریار واجد خان کا دل اس

بچے کی طرف سے ہمیشہ کے لیے پلٹ گیا تھا۔وہ اب اس کے لیے "کوئی بچہ "نہیں رہا تھا،وہ اب اس کے لیے "عصام شہریار خان "بن گیا تھا۔

شاہزیب مسکرایا تھا۔وہ جب سے یہاں آیا تھا اس نے شہریار اور عصام کے درمیان ایک عجیب سا تناؤ محسوس کیا تھا۔وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب زنیرہ کے ساتھ اس کی طلاق کی وجہ سے تھا۔تمام ملازمین کو یہی لگتا تھا کہ عصام کے ساتھ شہریار کا کھنچا کھنچا سا رویہ زنیرہ کی وجہ سے تھا۔لیکن اب عصام کو یوں اس کے سینے سے لگا دیکھ کر شاہزیب کو بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔

زارا کی حالت یہ سب دیکھ کر ناقابل بیاں تھی۔وہ یہ امید چھوڑ چکی تھی کہ شہریار کبھی عصام کو وہ محبت دے گا جو وہ اسے دیتی تھی، بلکل اپنے سگے بیٹے کی طرح۔اس کے لیے یہی کافی تھا کہ شہریار عصام کے ساتھ اچھا سلوک رکھے ہوئے تھا۔لیکن جو منظر اب اس نے دیکھا تھا وہ اس کی آنکھوں سے آنسو برسانے لگا تھا۔

وہ روتے ہوئے تیزی سے اٹھ کر شہریار کے ساتھ صوفے پر آ کر بیٹھی تھی۔اس نے عصام کو شہریار کے ہاتھوں سے لیا۔

"عصام! آپ نے ابھی کیا کہا؟ بیٹا دوبارہ بولو!" وہ نرم سے لہجے میں روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

زارا کی آنکھوں میں آنسو سے دیکھ کر اس کی اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اکٹھے ہونے لگے۔ وہ ایک انتہائی سینسیٹو بچہ تھا۔ زارا نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"نہیں مام نہیں رو رہیں! یہ دیکھو!" وہ مسکرانے لگی تو عصام نے یکدم ہی اپنی رونی صورت ٹھیک کرلی۔ شہریار حیران سا اس کی تمام حرکتوں کو نوٹ کر رہا تھا۔ "اچھا آپ دوبارہ بولو جو آپ نے ابھی بولا تھا؟" زارا بے یقینی کے عالم میں تھی۔ عصام مسکرایا۔ وہ خوش ہوا تھا کیونکہ اس کی مام اور ڈیڈ خوش تھے۔

Clubb of Quality Content

اس نے انگلی سے شہریار کی طرف اشارہ کیا۔ "ڈیڈ!" پھر اس نے زارا کی طرف اشارہ کیا۔

"مام!"

زارا نے اگلے لمحے ہی عصام کو زور سے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا تھا۔ اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"مام"اسے لگا تھا کہ وہ تمام زندگی یہ ایک لفظ سننے کے لیے ترستی رہے گی۔اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ عصام کا پہلا لفظ ڈیڈ تھا۔وہ شہریار کو اپنا باپ مانتا تھا اور اس سے پیار کرتا تھا۔ زارا کو لگ رہا تھا اسے زمین پر ہی جنت عطا کر دی گئی تھی۔اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سجدے میں گر کر اللہ کے سامنے رو رو کر اس کا شکر ادا کرے۔بے اولاد ہوتے ہوئے بھی اسے اولاد دے دی گئی تھی۔اسے اس انداز سے نوازا گیا تھا کہ اسے معلوم بھی نہ ہو سکا۔عصام اسے روتا دیکھ کر رو پڑا تھا۔

"زارا! زارا وہ رو رہا ہے!"شہریار نم آنکھوں سے اس کی کمر سہلاتا ہوا اسے رونے سے منع کر رہا تھا لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔شہریار اچھی طرح سے جانتا تھا کہ وہ کیوں رو رہی تھی۔ ان کے لیے سب سے حیرانی کی بات یہ تھی کہ جس عمر میں بچے چیزوں کا سہارا لے کر چلتے تھے وہ اپنے پیروں پر بغیر کسی سہارے کے،بغیر لڑکھڑائے بھاگ رہا تھا۔جس عمر میں بچے بڑی مشکل سے ہی کوئی لفظ بول پاتے تھے،وہ چھوٹے چھوٹے لفظ بڑی ہی صاف گوئی کے ساتھ بنا اٹکے بول رہا تھا۔انہیں بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔وہ بہت جلد اسے ایک چائلڈ

نیورولوجسٹ کے پاس لے آئے تھے۔چائلڈ نیورولوجسٹ نے عصام کے بہت سے ٹیسٹ کیے تھے۔اوراس کے بعداس نے ان دونوں سے ایک ہی بات کہی تھی۔

"آپ کا بیٹاایک gifted child ہے۔اوراس کایوں جلدی چلنااور بولنا کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے۔یہ سب اس لیے ہے کیونکہ وہ ایک گفٹڈ چائلڈ ہے۔مجھے امید ہے کہ کچھ سالوں بعد جب آپ عصام کا کوئی آئی کیو ٹیسٹ کروائیں گے جو کہ آپ کو ضرور کروانا پڑے گا،آپ لوگ ایک بار پھر سے حیران ہو جائیں گے۔کیونکہ یہ کوئی عام بچہ ہر گز نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو اس بات سے بھی آگاہ کردوں۔ذہن تیز ہونے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ انسانی جذبات کو عام لوگوں کے مقابلے میں کم محسوس کرتا ہے۔اکثر اس طرح کے بچوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کا ای کیو ان کے آئی کیو کے مقابلے میں قدرے کم ہوتا ہے۔ وہ بہت سینسیٹو ہوتے ہیں۔اور آپ دونوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔"

چائلڈ نیورولوجسٹ سے ملنے کے بعد وہ خوش بھی تھے اور پریشان بھی۔خوش اس لیے کہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس کا یہ ایبنارمل رویہ کسی بیماری کی وجہ سے تو نہیں تھا؟لیکن یہ جان کر کہ وہ ایک گفٹڈ چائلڈ تھا وہ قدرے مطمئن ہو گئے تھے۔لیکن اس کے بعد بھی پریشانی کم

نہیں ہوئی تھی۔اب وہ پریشان اس لیے تھے کہ ڈاکٹر کے مطابق انہیں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت تھی۔انہیں ایک گفٹڈ چائلڈ کے ساتھ ساتھ ایک طوفان سے نوازا گیا تھا۔لیکن وہ طوفان انہیں دل و جان سے عزیز تھا کیونکہ وہ طوفان ان کی زندگی میں سکون لے کر آیا تھا۔

****

عصام نامی طوفان اب تین سال کا ہو چکا تھا اور وہ سچ میں خان مینشن کے لیے ایک طوفان ثابت ہوا تھا۔گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں بچی تھی جس کا مشاہدہ وہ نہیں کر چکا تھا۔اور بات یہاں ختم نہیں ہوتی تھی۔بات یہاں سے شروع ہوتی تھی۔وہ مشاہدہ کرنے کے بعد بیٹھ کر سوچتا رہتا تھا۔جیسے کوئی سائنسدان کسی مسئلے کا حل تلاش کر رہا ہو اور ایسا کرتے ہوئے وہ اتنا پیارا لگتا تھا کہ زارا اور شہریار بے ساختہ ہی ہنس دیتے تھے۔اس سب کے بعد وہ اپنے سوالوں کی پٹاری کھول لیتا۔اور سوال بھی ایسے کہ جواب دینے والا کنفیوز ہو کر اپنا خود کا نام تک بھول جائے۔عمر کے اس حصے میں بچے صرف الفاظ ہی بولتے تھے۔اور وہ۔۔۔وہ پٹر پٹر بولتا تھا۔ اس نے ایک نیا لفظ سیکھ لیا تھا۔"boring"عصام کو جس چیز میں مزہ نہ آتا وہ اسے بورنگ

کہہ کر چھوڑ دیتا تھا۔ زارا کو سارا ٹائم یہی پریشانی رہتی کہ اب وہ اس کے لیے مزے دار کھیل اور کھلونے کہاں سے لے کر آئے۔ باقی بچے اس عمر میں "Peek a boo" کھیلتے ہوئے کلکاریاں مار کر ہنستے تھے۔ اور وہ سیدھا چہرہ لیے بیٹھا رہتا کیونکہ یہ اس کے لیے "بورنگ" تھا۔ زارا اس کا منہ دیکھتی رہ جاتی اور شہریار کی ہنسی ہی نہ رکتی۔ وہ دوست بنانے کے معاملے میں بہت چوزی تھا۔ اس کے دوست نہیں تھے۔ سوائے ماہا اور ریاض کے۔ وہ اس کے ہم عمر تھے اور اکثر اس کے ساتھ گھر آکر کھیلتے تھے۔ ریاض ایک کم گو بچہ تھا اور ماہا ایک انتہائی شرارتی بچی تھی۔ عصام اور ماہا کی بہت بنتی تھی۔ بھلے سے ماہا اور عصام کا ذہنی لیول برابر نہیں تھا لیکن ان کی شرارتیں دیکھنے والی ہوتی تھیں۔ اور ان تمام شرارتوں کا شکار بیچارہ ریاض ہی ہوتا تھا۔ انہیں جو بھی ایکسپیریمنٹ کرنا ہوتا اس کے لیے وہ دونوں ریاض کو ہی منتخب کرتے۔ شہریار اور عصام کا بانڈ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ عصام کے ساتھ شہریار کا رویہ نارمل ہو گیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بلکل ویسے ہی پیش آتا تھا جیسے وہ اس کا سگا بیٹا ہو۔ اس کی اپنی اولاد ہو۔

****

یہ کچن کا منظر تھا۔ زارا اپنے لیے کچھ پھل کاٹ رہی تھی جب عصام چلتا ہوا کچن میں اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ زارا نے نیچے دیکھا۔ وہ کچن کاؤنٹر کو سر اٹھائے دیکھ رہا تھا۔ یعنی وہ وہاں بیٹھنا چاہتا تھا لیکن کاؤنٹر اونچا ہونے کی وجہ سے وہاں تک چڑھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر زارا کو دیکھا۔

"اوپر بیٹھنا ہے؟" زارا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یس!" اس نے گردن اثبات میں ہلائی۔ زارا نے اسے اٹھا کر کچن کاؤنٹر پر بیٹھا دیا۔ زارا کٹنگ بورڈ پر پھل کاٹنے لگی تو عصام اسے دیکھنے لگا۔ وہ اسٹرابیریز کے سرے کاٹ کر انہیں پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔ عصام نے اسٹرابیری کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے یہ کھانی ہے۔" عصام کی طرف سے حکم دیا گیا تھا۔ وہ اکثر حکم ہی دیتا تھا۔ وہ اسٹرابیری پہلی بار کھانے والا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے کئی کھانے بھی دیکھنے میں بورنگ لگتے تھے۔ وہ کیا کھائے گا اور کیا نہیں یہ اس بات پر انحصار کرتا تھا کہ اس کا موڈ وہ چیز کھانے کا تھا یا نہیں۔ اور آج تین سالوں میں پہلی بار اس کا موڈ اسٹرابیری کھانے کا ہوا تھا۔ زارا مسکرائی۔ اچھی بات تھی کہ وہ پھل کھانا چاہتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوکے!" زارا نے مسکراتے ہوئے ایک چھوٹی اسٹرابیری اس کے ہاتھ میں تھمادی۔ عصام نے بھی بڑی ہی ایکسائٹمنٹ کے ساتھ اسٹرابیری پکڑلی۔ وہ پہلے کچھ دیر اسٹرابیری کو غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے وہ اسٹرابیری کھالی۔ اسے اس کا ٹیسٹ اچھا لگا تھا لیکن اگلے ہی چند منٹوں میں اس کا چہرہ سُرخ پڑنے لگا۔ آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔ وہ کھینچ کھینچ کر سانس لینے لگا تو زارا کو کچھ عجیب لگنے لگا۔

"عصام! عصام کیا ہوا ہے؟" وہ گھبرا گئی تھی۔ عصام نے زارا کی قمیض کی آستینوں کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا تھا۔

"شہریار! شہریار!" وہ اسے گود میں لیے شہریار کو پکار رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں ہی بیٹھا ہوا تھا اس لیے فوراً کچن میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" شہریار نے کچن میں آتے ساتھ ہی عصام کو زارا کی گود سے لیا تھا۔ اس کی آنکھیں ادھ کُھلی ہوئی تھیں۔ شہریار اس کا گال تھپتھپا کر اسے ہوش میں رکھنے کی کوشش کررہا تھا۔

"اس نے کچھ کھایا تھا کیا؟"

ناولز کلب
Clubs of Quality Content

"اسٹرابیری!" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ شہریار کے چہرے کا رنگ یکدم اڑا تھا۔

"ہوسپٹل چلو۔" شہریار نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا اور عصام کو گود میں اٹھائے تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

وہ اسے ہسپتال لے آئے تھے۔ ڈاکٹر نے اسے ٹریٹمنٹ دے دی تھی اور اب وہ ٹھیک تھا۔ عصام کو اسٹرابیریز سے الرجی تھی۔ اس کی الرجی بہت سیویئر تھی اور زیادہ دیر ہو جانے کی صورت میں موت بھی واقع ہو سکتی تھی۔ شہریار ہوسپٹل سے گھر آنے تک بلکل خاموش رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں عصام کو سونے کے لیے لٹانے کے بعد نیچے لاؤنج میں آگئی۔ وہ صوفے پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ زارا اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" زارا نے شہریار کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"عصام کو اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔" شہریار نے سانس اندر کو بھرتے ہوئے کہا۔

"ہمم۔ تو؟ دنیا میں بہت سے لوگوں کو ہو گی۔" زارا نے شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شہریار نے زارا کی آنکھوں میں دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مستجاب علی کو اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔" زارا ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئی۔ تو کیا وہ پورا راستہ یہ سوچتا آیا تھا؟

"تمہیں کیسے پتا؟" زارا نے پوچھا۔

"ایک بار ایک فیملی فنکشن میں میں ملیحہ اور مستجاب سے ملا تھا۔ وہاں مجھے ملیحہ سے معلوم ہوا کہ اسے اسٹرابیریز سے الرجی تھی کیونکہ مستجاب نے فنکشن کے کھانے میں موجود اسٹرابیری ٹرائفل کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔" وہ سامنے دیکھتا کہہ رہا تھا۔

زارا کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

"شہریار اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ عصام مستجاب جیسا بن جائے گا تو۔۔۔" شہریار نے زارا کی بات کاٹ دی۔

"کیا مجھے نہیں سوچنا چاہیئے؟ میں اس کا باپ نہیں ہوں۔ اور جینز سے صرف بیماریاں اور خوبیاں ہی تو نہیں ملتیں۔۔۔ عادتیں بھی تو ملتی ہیں۔" وہ زارا کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "وہ سوچتا ہے زارا! اس کا ایک اپنا دماغ ہے اور وہ عام بچوں سے بہت تیز ہے۔"

"شہریار! اس کے ماں باپ ہم ہیں اور ہم اسے جو پرورش اور تربیت دیں گے وہ بہت میٹر کرتی ہے! وہ مستجاب کبھی نہیں بنے گا! وہ تمہارے جیسا بنے گا!" زارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اس کا باپ نہیں ہوں زارا!" وہ اس سے نظریں ملانا نہیں چاہتا تھا سو نظریں پھیر گیا۔

"بیٹا باپ جیسا ہی ہو یہ ضروری نہیں! وہ مشابہت رکھ سکتا ہے، عادتیں اپنا سکتا ہے لیکن وہ کبھی بھی پوری طرح اپنے باپ جیسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کوئی بھی بچہ اپنے ماں باپ جیسا پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ دنیا کا ہر انسان مختلف ہے۔ اور میں نے تم سے کہا نا! تعلیم و تربیت بہت معنی رکھتی ہے۔ ہم اسے غلط اور صحیح کے درمیان فرق سکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے باپ جیسا نہیں بنے گا۔ وہ جب بھی کوئی غلط قدم اٹھائے گا، ہم اسے روکیں گے! اور مجھے معلوم ہے وہ رک جائے گا!" وہ مسکراتی ہوئی کہہ کر شہریار کے کندھے پر اپنا سر ٹکا چکی تھی۔

شہریار کسی حد تک مطمئن تھا لیکن مکمل طور پر نہیں۔

****

وہ پانچ سال کا تھا۔آج گھر پر دانیال شہریار سے ملنے آیا تھا۔وہ لاؤنج میں گلاس وال کے سامنے کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے درمیان موجود چھوٹی سی میز پر چیس پڑی ہوئی تھی۔ان کے درمیان اس وقت سخت مقابلہ چل رہا تھا۔

"آج تمہارا جیتنا مجھے مشکل لگ رہا ہے دانیال!"شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔دانیال سوچ میں پڑا ہوا تھا کیونکہ وہ کھیل میں بُری طرح سے پھنسا ہوا تھا۔

تبھی عصام مزے سے چلتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔اسے انٹرٹینمنٹ کے لیے کچھ بھی نہیں مل رہا تھا اس لیے اس کا موڈ خاصا خراب تھا۔اس کی نظر لاؤنج میں چیس کھیلتے دانیال اور شہریار پر پڑی تو وہ ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔وہ دونوں بورڈ پر نظریں جمائے ہوئے تھے اس لیے کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔وہ کچھ دیر خاموشی سے کھڑا رہا۔پھر اس نے دانیال کی طرف سے ہاتھ بڑھا کر ایک چال چلی اور شہریار کو شکست ہو گئی۔

"بورنگ!"وہ منہ بنا کر کہتا لاؤنج سے نکل گیا اور پیچھے وہ دونوں اسے کُھلے ہوئے منہ کے ساتھ جاتا دیکھتے رہے۔

"یہ بچہ کیا چیز ہے آخر؟"دانیال حیران سا کہنے لگا۔

وہ عصام کی حرکتوں سے واقف تھا اور وہ عصام کی اصلیت سے بھی واقف تھا۔ شہریار نے ہی دانیال کو سچ بتایا تھا کیونکہ دانیال اس کا وہ دوست تھا جس پر وہ خود سے بھی زیادہ یقین اور بھروسہ رکھتا تھا۔

وہ کنڈرگارٹن (Kindergarten) میں تھا۔ اسکول میں بھی اس کے لیے سب بورنگ تھا۔ سوائے تین چیزوں کے۔ اسپورٹس، لائبریری اور پینٹنگ۔ اسے اسکول کے بارے میں بس یہی چیزیں پسند تھیں۔ اس دن وہ اسکول کے پلے گراؤنڈ میں موجود تھا۔ یہ ریسیس کا وقت تھا۔ وہ اپنی کلاس کے بچوں کے ایک گروپ کے پاس آ کھڑا ہوا تھا جب اس کی ایک کلاس فیلو اس کی طرف پلٹی اور اس سے پوچھنے لگی۔

"عصام تم اپنی اسٹیپ مام کے ساتھ رہتے ہو کیا؟" وہ بچی اشتیاق لیے اس سے پوچھ رہی تھی۔ عصام کے آبرو حیرت سے اکٹھے ہوئے تھے۔ "بولو عصام!"

"نہیں۔ یہ تم سے کس نے کہا؟" وہ بہت حیران تھا۔

"وہ۔۔۔ عیشا نے!" اس بچی نے اپنی کلاس کی ایک اور لڑکی کا نام لیا۔

وہ سب بچے جس کلاس سے تعلق رکھتے تھے، ان کے لیے اسٹیپ مام کا لفظ نیا نہیں تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔مجھے بتاؤ عیشا کہاں ہے؟ میں اس سے پوچھتا ہوں!" پانچ سالہ عصام کو غصہ آیا تھا۔اس گروپ میں سب اسی کے کلاس کے بچے تھے اور اس لڑکی نے سب کے سامنے اس سے یہ سوال کیا تھا۔اسے شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اپنی کلاس فیلو کے ساتھ عیشا کے پاس آیا تھا۔عیشا اسکول کے بہت سے بچوں کو گھیرے بیٹھی تھی۔

"عیشا تم نے سب سے یہ جھوٹ کیوں کہا کہ میری مام میری اسٹیپ مام ہیں؟"اس کی آواز سے غصہ واضح ہو رہا تھا۔

"یہ جھوٹ نہیں ہے!"عیشا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"یہ جھوٹ ہے! میری کوئی اسٹیپ مام نہیں ہے!" اسے مزید غصہ آیا تھا۔"تم سے کس نے کہا ہے یہ سب؟"

"میرے مام ڈیڈ بات کر رہے تھے اور میں نے ان کی باتیں سن لیں! وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے ڈیڈ کی پہلے بھی شادی ہوئی تھی اور وہ تمہاری مام تھیں۔پھر تمہاری مام کا کسی کے ساتھ افیئر ہو گیا اور تمہارے ڈیڈ نے انہیں ڈائیورس دے دی۔اور اس کے کچھ ہی ٹائم بعد

تمہارے ڈیڈ نے دوسری شادی کرلی! تمہاری مام تمہاری اسٹیپ مام ہیں! وہ تمہاری مام نہیں ہیں!"عیشا مزاق اڑانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔عیشا کو خود کو افیئر اور ڈائیورس جیسے لفظوں کے معنی معلوم نہ تھے۔اسے کیا وہاں کسی کو بھی ان لفظوں کے معنی معلوم نہ تھے۔

وہ یہ سب تقریباً اُس کی کلاس کے تمام بچوں کے سامنے کہہ رہی تھی۔عصام کو شدید شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔وہ افیئر اور ڈائیورس جیسے لفظوں کے معانی نہیں جانتا تھا لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ یہ بُرے لفظ تھے۔اور یہ بچوں کے لیے تو ہرگز نہیں تھے۔

شرمندگی سے اس کی آنکھوں میں پانی اکٹھا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے! تم جھوٹی ہو عیشا! تم جھوٹ بول رہی ہو!"وہ روتے ہوئے چلایا تھا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی! میں نے اپنے مام اور ڈیڈ سے یہ سب سنا ہے اور وہ جھوٹ نہیں بولتے!"اس بار عیشا نے بھی غصے سے کہا تھا۔"تمہاری مام تمہیں چھوڑ کر چلی گئیں اور پھر تمہاری اسٹیپ مام آ گئیں!"

اس میں سے کچھ بچے اس پر ہنس رہے تھے۔اس کے لیے شرمندگی حد سے سوا ہو رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم سب جھوٹ بولتے ہو! وہ میری اسٹیپ مام نہیں ہیں! وہ میری مام ہیں!" وہ روتے ہوئے پلٹ گیا تھا۔

اس دن وہ گھر جلدی آ گیا تھا۔ اس کے اسکول سے کال آئی تھی۔ وہ مسلسل رو رہا تھا اس لیے اسے گھر بھیجا جا رہا تھا۔ شہریار آفس میں تھا اور زارا نے شاہزیب کو اسے لینے کے لیے بھیجا تھا۔ شاہزیب اسے لے کر گھر آیا تو زارا لاؤنج میں پریشان بیٹھی تھی۔ وہ عصام کا انتظار کر رہی تھی۔ عصام جب لاؤنج میں داخل ہوا تو زارا فوراً اٹھ کر اس کے پاس آ گئی تھی۔ عصام یکدم زارا کے ساتھ آ کر لپٹ گیا۔ وہ ایک بار پھر رو رہا تھا۔ زارا اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"عصام کیا ہوا ہے میرا بچہ؟ مجھے بتاؤ تو سہی!" وہ پریشان سی اس سے پوچھ رہی تھی۔ عصام نے کوئی جواب نہ دیا، وہ مسلسل روتا رہا۔ زارا نے شاہزیب کی طرف دیکھا۔

"اسے کیا ہوا ہے شاہزیب؟" وہ شاہزیب سے پوچھنے لگی۔

Clubb of Quality Content!

"مجھے بھی نہیں معلوم میم! یہ اسکول سے گھر آتے ہوئے پورا راستہ روتا آیا ہے۔ میں نے بہت پوچھا لیکن اس نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا!" وہ خود بھی پریشان تھا۔ عصام یوں نہیں رویا کرتا تھا۔

زارا نے عصام کو خود سے ذار پیچھے کیا اور اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ اپنی ہتھیلی سے صاف کرنے لگی۔

"میری طرف دیکھو عصام اور اب رونا نہیں ہے! مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ کسی نے آپ سے اسکول میں کچھ کہا ہے؟ کسی نے ڈانٹا ہے کیا؟ مجھے بتاؤ!" وہ نرمی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"آپ میری مام ہو نا؟ آپ میری اسٹیپ مام نہیں ہو نا؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

زارا اور شاہزیب دونوں ساکت رہ گئے۔

"کیا؟" وہ شاک کے مارے صرف یہی پوچھ سکی۔

"مام افیئر اور ڈائیورس کیا ہوتا ہے؟" اس کا معصومانہ سا سوال ان دونوں کو جامد کر گیا تھا۔ ایک پانچ سال کے بچے کے منہ سے یہ الفاظ سننا انہیں شدید مضطرب کر گیا تھا۔

"ایسا آپ سے کس نے کہا؟" وہ خود کو کمپوز کرتی پوچھنے لگی۔

"میری کلاس فیلو نے! میری کلاس کے سارے بچے میرا مزاق اڑا رہے تھے۔"اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر سے پانی اکٹھا ہو گیا تھا۔ زارا نے ایک بار پھر سے اس کا چہرہ صاف کیا۔

"اچھا۔ آپ میرے ساتھ روم میں چلو!" وہ اسے اپنے ساتھ لیے اپنے کمرے میں لے گئی۔

"آپ میری مام ہیں نا؟ وہ سب جھوٹ بول رہے ہیں نا؟" عصام کے لہجے میں ایک آس تھی۔ زارا اس کی آس نہیں توڑنا چاہتی تھی لیکن اس سے اب مزید جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اب بڑا ہو رہا تھا، اسے اب ایسی بہت سی باتیں معلوم ہونے والی تھیں جو وہ اسے بتانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی، پھر دل پر پتھر رکھ کر اس نے کہنا شروع کیا۔

"آپ کے ڈیڈ کی ایک فرسٹ وائف تھیں۔ زنیرہ حدید۔ آپ ان کے بیٹے ہو۔ ان کے درمیان ڈائیورس ہو گئی اور پھر آپ کے ڈیڈ اور میری شادی ہو گئی۔" زارا کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اس پانچ سالہ بچے کے دل میں کسی نیزے کی مانند آ کر لگے تھے۔ بے اختیار عصام کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"عصام!" زارا نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"تو یعنی عیشا سچ کہہ رہی تھی۔ مجھے میری اصل مام نے چھوڑ دیا! ان کا افیئر تھا اور آپ۔۔۔ آپ میری اسٹیپ مام ہیں!" اس کا دل بہت بُری طرح سے دکھا تھا۔ اسے ان لفظوں کے معنی معلوم نہیں تھے لیکن وہ بول رہا تھا۔ زارا نے عصام کو دونوں بازوؤں سے تھامے کہنا شروع کیا۔

"نہیں! ایسا بلکل نہیں ہے۔ زنیرہ اور آپ کے ڈیڈ کے درمیان انڈر سٹینڈ نگ نہیں تھی اس لیے ان کی ڈائیورس ہو گئی۔" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ڈائیورس کیا ہوتی ہے؟" عصام نے پوچھا۔ زارا اسے زندگی کی یہ تلخ باتیں نہیں بتانا چاہتی تھی۔ وہ ان سب باتوں کے لیے بہت چھوٹا تھا۔ لیکن اس کے پاس اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"جب ہسبینڈ اور وائف کسی بھی وجہ سے ایک ساتھ نہ رہنا چاہیں تو وہ الگ ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسے ڈائیورس کہتے ہیں۔" اس نے اسے سب سے آسان الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"انہوں نے ڈیڈ سے ڈائیورس کیوں لی؟"زارا کے لیے اس کے سوالوں کا جواب دینا مشکل ہوتا جارہا تھا۔

"ان کے درمیان انڈرسٹینڈنگ نہیں تھی اس لیے۔"

"تو پھر انہوں نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اگر وہ میری مام تھیں تو انہوں نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" وہ ایک بار پھر رو پڑا تھا۔ عصام کو اپنا آپ اس وقت بہت بُرا لگ رہا تھا۔ اسے یہ جان کر بہت افسوس ہورہا تھا کہ اسے اس کی سگی ماں نے چھوڑ دیا تھا۔

"بیٹا زنیرہ کے اپنے ریزنز تھے!" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"ڈیٹس ناٹ فیئر! مام کبھی اپنے بے بی کو نہیں چھوڑتی ہے! وہ میری مام نہیں ہیں۔ اگر وہ میری مام ہوتیں تو وہ مجھے نہیں چھوڑتیں!" اس کے چہرے سے بے بسی اور غصے کے تاثرات واضح ہورہے تھے۔ وہ رو بھی رہا تھا۔

"افیئر کیا ہوتا ہے؟"اس نے زارا سے ایک اور سوال پوچھ لیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ بچے اس کے ڈیڈ اور مام کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے۔ زارا کو اس کا سوال سن کر سانپ سونگھ گیا۔ وہ ایک بچہ تھا۔ وہ اسے ایسے سوال کا آخر کیا جواب دیتی؟

"آپ کے لیے ہر بات جاننا ضروری نہیں ہے عصام! آپ میری ایک بات سمجھو! ہم مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کی کچھ باؤنڈریز ہوتی ہیں۔ آپ ان باؤنڈریز کو ہرگز توڑ نہیں سکتے۔ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو غلط ہوتی ہیں اور وہ آپ کی عمر کے حساب سے آپ کے لیے نہیں ہوتیں۔ اس لیے میں آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔" زارا نے اپنا لہجہ قدرے سخت کر لیا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ وہ یہ بات اچھے سے جانتا تھا کہ جب زارا اس کی کسی بات کا جواب سختی سے دیتی تھی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے کوئی غلط بات کی تھی۔ وہ کافی دیر سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔

"کیا افیئر ایک بُری چیز ہے؟ کیا یہ ایک گناہ والی بات ہے؟" وہ معصومانہ سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

زارا نے اسے چھوٹی عمر سے ہی اچھی اور بُری باتوں کے درمیان فرق بتانا شروع کر دیا تھا۔ وہ جب کوئی غلط حرکت کرتا یا کہتا تو وہ روایتی ماں کی طرح اس کی بات کو مزاق میں لے کر اسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شے نہیں دیتی تھی۔ وہ اسے سمجھاتی تھی اور وہ سمجھ جاتا تھا۔ وہ اسے یہ بھی بتاتی تھی کہ بُری باتوں پر اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اور ایسی بُری باتیں گناہ والی باتیں ہوتی ہیں۔

"یس! اِٹ اِز آ ویری بیڈ تھنگ! اور اللہ کو یہ بات بہت بُری لگتی ہے۔ یہ گناہ ہے۔ اور مسلمان وہ کام نہیں کرتا جو۔۔۔" اس نے اپنی بات جان بوجھ کر ادھوری چھوڑ دی۔

"جو اللہ کو نہیں پسند!" عصام نے زارا کا کئی بار کہا ہوا جملہ مکمل کیا۔

"اور اللہ کو بُری باتیں کیوں نہیں پسند؟" زارا نے عصام سے پوچھا۔

"کیونکہ وہ ہمیں جانتا ہے۔ اسے پتا ہے ہمارے لیے کیا اچھا ہے اور کیا نہیں!" عصام نے مدھم سا مسکراتے ہوئے کہا۔ زارا نے اسے دوبارہ اپنے گلے سے لگا لیا۔

"گڈ بوائے!" اس نے عصام کا ماتھا چوما تھا۔

"مام!" اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"جی میری جان؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری ماما صرف آپ ہو! آپ مجھ سے وعدہ کرو کہ آپ مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی؟"

عصام معصوم سے انداز میں کہہ رہا تھا۔زارا کی آنکھوں میں پانی بھر گیا۔اس نے عصام کا گال چوما۔

"پکا وعدہ! میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی!"زارا نے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کی۔

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا!"وہ اس کے گلے سے لگا بار بار دہرا رہا تھا۔

اور زارا کا دل اس کی بڑبڑاہٹ سن کر رک سا گیا تھا۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

Clubb of Quality Content

****

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی جب شہریار کمرے میں داخل ہوا۔اس کی نظریں دیوار کو تک رہی تھیں۔

"عصام کہاں ہے؟"وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا۔

"اپنے کمرے میں ہے۔"

"آج جلدی سو گیا؟" شہریار کو کچھ حیرانی ہوئی۔ ابھی صرف سات ہی بجے تھے۔ وہ نو بجے تک سوتا تھا۔

"ہاں کیونکہ پورا دن رو رو کر اسے بخار ہو گیا تھا! اس لیے اب آرام کر رہا ہے!" زارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ یقیناً رو دینے کو تھی۔ اسے شام تک تیز بخار ہو گیا تھا۔ وہ زارا کی بات سمجھ گیا تھا۔ لیکن تھا تو وہ ایک بچہ ہی۔ یہ جان کر کہ زارا اس کی اصل ماں نہیں تھی اور اس کی اصل ماں نے اسے چھوڑ دیا تھا، اسے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ اس کے لیے یہ سب ماننا اور پھر اس کے ساتھ نارمل ہونا بڑا ہی مشکل کام تھا۔

شہریار کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ شہریار نے زارا کا ہاتھ تھاما تو وہ یکدم رو پڑی۔

"زارا کیا ہوا ہے؟" شہریار پریشان ہو گیا تھا۔

"اسے زنیرہ کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ میں اس کی سگی ماں نہیں ہوں!" اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ "میں نے آج اپنے پانچ سال کے بچے کو

ڈائیوورس کے معنی سمجھائے ہیں!"زارا نے چہرہ اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا۔"وہ مجھ سے افیئر کے معنی پوچھ رہا تھا؟لوگ کسی کے بارے میں بات کرتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان کے الفاظ کسی انسان کی زندگی کو مکمل یا پھر وقتی طور پر مفلوج کر کے رکھ دیتے ہیں؟وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جو الفاظ ان کے لیے عام ہیں وہ کسی بچے کے دل پر نیزے کی مانند لگ سکتے ہیں؟"اسے عصام کی تکلیف اپنی تکلیف لگ رہی تھی۔

"زارا مجھے شروع سے بتاؤ کیا ہوا ہے؟"شہریار نے نرمی سے کہا تو زارا نے اسے پورا واقع بتا دیا۔وہ اٹھا اور اپنے آفس بیگ سے ایک میگزین نکال کر واپس سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔شہریار نے میگزین زارا کے سامنے رکھ دی۔وہ ایک برٹش میگزین تھی جس کے کور پر زنیرہ کی تصویر تھی اور میگزین میں اس کا ایک ایکسکلوسو انٹرویو تھا۔

"یہ اس کا دو دن پہلے کا انٹرویو ہے۔اس نے انٹرویو میں اپنی طلاق اور عصام کی کسٹڈی کے بارے میں بات کی ہے۔اس نے صاف صاف کہا ہے کہ وہ عصام کی کسٹڈی نہیں رکھنا چاہتی تھی کیونکہ وہ ایک بچے کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھی۔اس کے مطابق میں اس کا بہتر طریقے سے دھیان رکھ سکتا تھا اس لیے اس نے عصام کی کسٹڈی میرے حوالے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کردی۔اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اکثر اپنے بیٹے سے ملتی ہے اور اس کا خیال بھی رکھتی ہے۔ اس نے طلاق کے بارے میں بھی بات کی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ طلاق کا سبب اس کے اور میرے درمیان لیک آف کمپینین شپ اور انڈرسٹینڈ نگ تھی۔"زارا نے میگزین اٹھا کر نہیں دیکھا تھا وہ شہریار کو سن رہی تھی۔"مجھے بھی ابھی صبح ہی اس سب کے بارے میں معلوم ہوا۔ صبح سے آفس کے باہر میڈیا کا رش لگا ہوا تھا۔مجھے اندازہ ہونا چاہیئے تھا ایسا کچھ ہو سکتا تھا۔"

"عصام بہت ڈسٹرب ہے۔"زارا کو عصام کی پریشانی کھائے جا رہی تھی۔

"ہمیں پہلے ہی اس بات کا اندازہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ بات کبھی نہ کبھی تو اس کے سامنے آسکتی تھی۔ خیر اب کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد کہنے لگے۔"مجھے معلوم ہے زارا تمہیں اس سب سے بہت تکلیف پہنچی ہو گی اینڈ آئی ایم رئیلی سوری فار اِٹ! لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا! میں لوگوں کے منہ بند نہیں کروا سکتا۔وہ ایسی باتیں تب تک کریں گے جب تک میڈیا اسے ہائیلائٹ کرنا بند نہیں کر دیتا۔"وہ شرمندہ سا کہہ رہا تھا۔

"تمہاری کیا غلطی ہے اس سب میں؟ تم کیوں سوری بول رہے ہو؟ میں بس عصام کو لے کر پریشان ہوں۔ وہ پورا دن روتا رہا ہے اور اب شام کے وقت اسے بخار چڑھ گیا ہے۔ اس کی طبیعت کہیں زیادہ خراب نہ ہو جائے۔" وہ پریشان تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا۔ دیکھنا وہ صبح تک بہتر ہو جائے۔ اس کا ری ایکشن وقتی ہے، وہ بہت حساس ہے اس لیے ایسے ری ایکٹ کر دیتا ہے۔ لیکن وہ بہت ذہین بھی ہے جلد ہی سب سمجھ جائے گا۔" وہ مسکرا کر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ کھانا تو کھا لو؟" زارا نے اسے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگی۔

"یار عصام کو تو دیکھ لوں میں! تم نیچے کھانا لگواؤ۔ میں اسے دیکھ کر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ زارا مسکرا کر نیچے جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس دن کے بعد سے زارا نے اس پر مزید دھیان دینا شروع کر دیا تھا۔ عصام نے دوبارہ کبھی کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ یوں برتاؤ کرتا تھا کہ جیسے اسے کبھی سچ معلوم ہی نہ ہوا تھا۔ وہ پہلے جیسا نہ ہوتے ہوئے بھی پہلے جیسا ہو گیا تھا۔

Clubb of Quality Content!

****

سات سال کی عمر میں اس کے کئی آئی کیو ٹیسٹ کیے گئے تھے جن کے مطابق اس کا آئی کیو لیول 158+ تھا۔ڈاکٹر سمیت وہ دونوں بھی دم بخود رہ گئے تھے۔دنیا کی 0.005 فیصد آبادی یعنی اٹھارہ ہزار لوگوں میں سے کسی ایک شخص کا آئی کیو اتنا ہونے کا امکان تھا۔اور دنیا کے ان اٹھارہ ہزار لوگوں میں سے وہ ایک گفٹڈ چائلڈ عصام شہریار خان تھا۔

اس کا اسکول ایک انٹرنیشنل اسکول تھا اور عصام کے آئی کیو ٹیسٹس کے بعد اسکول والوں نے زارا اور شہریار کے ساتھ ایک اسپیشل میٹنگ رکھی تھی۔اس میٹنگ میں عصام کے کریکیولرز اور کوکریکیولرز ڈیسائیڈ ہوئے تھے۔اسے عام بچوں کے مقابلے میں مختلف سبجیکٹس دیے گئے تھے جو کہ خاصے مشکل تھے۔اسے کمپیوٹر، کتابوں، اسپورٹس اور پینٹنگ کا شوق تھا۔اس کا scheduleانہیں چیزوں پر بنایا گیا تھا۔اسے مختلف زبانیں بھی سکھائی جانے والی تھیں۔اس کا بہت کم وقت اپنے کریکیولر کے کام میں گزرتا تھا۔اس کے اسکول والوں نے شہریار اور زارا کو عصام کو ایک کے بعد ایک نئی کلاس میں پروموٹ کرنے کی تجویز بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے منع کر دیا۔عصام ایک حساس بچہ تھا جو بہت جلدی

تبدیلیوں کے ساتھ adapt نہیں کر پاتا تھا۔ایسے میں اسے مسلسل پروموشن دینا اس کی مینٹل ہیلتھ کے لیے صحیح ثابت نہ ہوتا۔وہ چاہتے تھے کہ وہ عام بچوں کی طرح ایک نارمل زندگی ہی گزارے۔

****

وہ کل اپنے ایک روٹین چیک اپ کے لیے ہوسپٹل گئی تھی۔اگلے دن ڈاکٹر نے اسے شہریار کے ساتھ آنے کی خاص تاکید کی تھی۔شہریار ہر چیک اپ پر اس کے ساتھ جاتا تھا لیکن اس بار ڈاکٹر نے اسے ساتھ لانے پر زور دیا تھا۔وہ دونوں اس وقت ڈاکٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ڈاکٹر کے ہاتھ میں اس کی کچھ رپورٹس تھیں۔

"کیا ہوا رپورٹس تو ٹھیک ہیں نا؟" زارا نے بدقت مسکراتے ہوئے پوچھا۔وہ تناؤ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈاکٹر نے رپورٹس ٹیبل پر رکھ دیں۔

"کیا ہوا ہے؟"اس بار شہریار نے پوچھا تھا۔اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔کچھ غلط تھا۔ اس کا دل پورا راستہ اس سے کہتا آیا تھا۔زارا نے زیادہ دھیان دینے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن اسے پتا تھا کہ کچھ غلط تھا۔

"زارا۔آپ کو ovarian cancer ہے۔"ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔زارا شل رہ گئی۔ شہریار کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟اس کے روٹین چیک اپس ہوتے رہے ہیں۔اگر ایسا ہوتا تو پہلے معلوم کیوں نہیں ہوا؟"شہریار جھنجلایا ہوا سا کہنے لگا۔وہ زارا تھی۔وہ اس کی محبت تھی۔وہ اس کی بیوی تھی۔وہ مر رہی تھی؟

"اوویرین کینسر کا یہی مسئلہ ہے۔اس کے تمام سمپٹمز اتنے غیر واضح ہوتے ہیں کہ جب تک پیشنٹ اس بیماری میں پوری طرح سے مبتلا نہ ہو جائے اس کا ڈائیگنوسس ممکن نہیں ہوتا۔ آپ کو پہلے سے ہی endometriosis تھا اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ بیماری کچھ سالوں بعد کینسر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔"ڈاکٹر بول رہی تھی اور وہ سُن بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"لیکن میرے پاس آپ کے لیے ایک اچھی خبر ہے زارا۔" زارا نے چونک کر ڈاکٹر کا چہرہ دیکھا۔ "آپ کے پاس وقت ہے۔اس وقت آپ کا کینسر اسٹیج ون پر ہے اور اس اسٹیج پر سرجری کے بعد پیشنٹ کے پاس وقت ہوتا ہے۔"

"کتنا وقت ؟" زارا نے خود کو کہتے سنا۔

"پانچ سے چھ سال۔" شہریار کو لگا اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا تھا۔زارا کے لیے دنیا تھم گئی تھی۔ "اکثر عورتوں کو دوسری اسٹیج کے بعد وقت بھی نہیں ملتا۔آپ اس معاملے میں خوش نصیب ثابت ہوئی ہیں۔" ڈاکٹر کہہ رہی تھی۔

"میرا شوہر ہے۔میرا ایک دس سال کا بیٹا ہے۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "آپ مجھ سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں پانچ سال بعد مرنے والی ہوں؟ وہ۔۔۔وہ بہت چھوٹا ہے!" وہ رو پڑی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک ہی جملہ کسی ٹھونکنی کی مانند بج رہا تھا۔

"پکا وعدہ! میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی!" اسے اپنا وعدہ یاد آ رہا تھا۔

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا!" وہ اس کے گلے سے لگا بار بار دہرا رہا تھا۔اسے عصام کا کہا ہوا جملہ بار بار یاد آ رہا تھا۔

"میں آپ کی بات سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن میں آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔آئی ایم رئیلی سوری!" ڈاکٹر کے لہجے میں افسوس تھا۔

"کیا کسی اور ملک میں اس بیماری کا بہتر علاج نہیں ہو سکتا؟" شہریار کے لہجے میں ایک آس تھی۔

"نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔ کینسر ابھی صرف اوویریز تک ہی محدود ہے لیکن آنے والے وقت میں یہ تیزی سے جسم کے دوسرے حصوں میں بھی پھیلنے لگے گا۔اور ایسے میں یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا اس لیے ہمیں جلد سے جلد سرجری کرنی پڑے گی۔ سرجری کے ذریعے آپ کے اوویریز ریموو کر دیے جائیں گے۔" وہ آس بھی اب ٹوٹ گئی تھی۔

زارا کو پچھلے چند سالوں میں ڈاکٹرز کی طرف سے ماں بننے کی ایک مدھم سی امید ملی تھی۔ پچھلے چیک اپ پر اسے بتایا گیا تھا کہ اس کے ماں بننے کے کچھ چانس ابھی بھی موجود تھے اور آج وہ امید ایک بار پھر ختم ہو گئی تھی۔

وہ بند دماغ کے ساتھ ہسپتال سے نکلی تھی۔ شہریار اس کے ساتھ تھا۔اس نے کئی بار اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ چُپ ہو گیا۔وہ جانتا تھا وہ اس وقت شدید قسم کے شاک میں تھی۔ابھی چند دنوں پہلے تک وہ ایک بچے کے بارے میں سوچ رہے تھے اور اب وہ۔۔۔مر رہی تھی۔

زارا کو شہریار اور عصام نظر آرہا تھا اور شہریار کو صرف وہ۔وہ زندگی تھی۔اور زندگی کو وقت نے بہت کم مہلت دی تھی۔وہ اسے ایسے کیسے چھوڑ کر جا سکتی تھی؟اس نے تو زارا سے اپنی آخری سانس تک ساتھ رہنے کا وعدہ کیا تھا۔تو پھر ایسے کیسے وہ جا سکتی تھی؟وہ مر رہی تھی لیکن ساتھ ساتھ شہریار کا دل بھی مر رہا تھا۔پَل پَل۔۔۔لمحہ بہ لمحہ۔۔۔

وہ گھر آ گئے تھے۔ عصام گھر پر نہیں تھا۔ یہ اس کے اسکول کا وقت تھا۔ وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ شہر یار بھی اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے نرمی سے زارا کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ باہم پھنسایا۔

"ہم یو ایس اے جا کر کسی بہتر ڈاکٹر سے ٹریٹمنٹ۔۔۔"

"اسے کچھ مت بتانا۔" زارا نے شہر یار کی بات کاٹ کر ایک جھٹکے سے کہا۔ شہر یار چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا؟"

"عصام کو کچھ مت بتانا۔" وہ اپنے گال پر بہنے والے آنسو صاف کرتی کہہ رہی تھی۔

"زارا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ ہم اس سے اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتے!" شہر یار نے صاف صاف منع کر دیا تھا۔

"میں مر رہی ہوں!" وہ چلائی تھی۔ شہر یار اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی تھی۔ شہر یار ساکت سا اسے دیکھتا رہا۔ زارا نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ "تمہیں

میری قسم ہے شہریار! تم اسے کچھ نہیں بتاؤ گے!" زارا نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔

"زارا نہیں! نہیں یار!" بے ساختہ شہریار کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"میں اسے جانتی ہوں۔ تم اسے جانتے ہو۔ اسے معلوم ہوگا تو وہ سب چھوڑ کر بیٹھ جائے گا۔ وہ زندگی کو جینا چھوڑ دے گا۔ وہ اپنے آپ کو بگاڑ لے گا شہریار! اور میں ایسا نہیں ہونے دے سکتی!" زارا نے شہریار کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر دی۔

"غلط ہے یہ!" شہریار صرف اتنا کہہ پایا۔

"مجھے نہیں معلوم غلط ہے یا صحیح۔" اس نے بھیگی آنکھیں لیے سر نفی میں ہلایا۔ "مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ میں اس کی ماں ہوں!" زارا نے لفظ ماں پر زور دیا تھا۔ "اور میں اس سے اس کی زندگی کے پانچ سال نہیں چھین سکتی۔" وہ بار بار اپنے چہرے پر بہنے والے آنسوؤں کو ہتھیلی سے صاف کر رہی تھی۔

شہریار نے زارا کی طرف دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی تھی کہ میں تمہاری کوئی بات چاہ کر بھی رد نہیں کر سکتا؟" وہ گیلی آنکھیں لیے اس سے پوچھ رہا تھا۔

زارا روتے روتے ہنس پڑی تھی۔

"تم نے ہی بتایا تھا!" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بہت بڑی غلطی کر دی ایسا کر کے!" وہ افسوس کے ساتھ سر ہلا رہا تھا۔ زارا ایک بار پھر ہنس پڑی۔

شہریار نے زارا کے گرد بازو لپیٹ لیے۔ اس نے شہریار کے سینے پر اپنا سر رکھ لیا اور آنکھیں موند لیں۔

"ہم اس سب میں ساتھ ہیں۔ آخر تک۔" شہریار کی آنکھ سے آنسو نکل کر زارا کے بالوں میں جذب ہو گیا تھا۔

****

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگلے چند دنوں میں زارا کی سرجری ہونی تھی۔انہوں نے عصام سے سرجری کو لے کر بھی جھوٹ بول دیا تھا۔انہوں نے اس سے کہا تھا کہ زارا کا پِتے(gall bladder)کا آپریشن تھا۔ لیکن وہ اس بات پر بھی شدید پریشان ہو گیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ پِتے کا آپریشن کیا ہوتا تھا لیکن یہ ماں کے لیے اس کی پریشانی تھی کہ اس کے سوالوں کی پٹاری کھل گئی تھی۔
اس نے ہسپتال ساتھ آنے کی بھی شدید ضد کی تھی لیکن شہریار اور زارا دونوں نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ عصام کو زارا کی بیماری کے بارے میں بھنک بھی پڑے۔وہ بہت سمجھدار تھا اور اسے ہسپتال میں ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔زارا جب کچھ دنوں بعد ہسپتال سے واپس آگئی تو وہ بھی نارمل ہو گیا۔
زارا نے اس سب کے بعد اپنے چہرے پر ایک مکھوٹا اوڑھ لیا تھا۔وہ مکھوٹا اس کے اصل جذبات اور پریشانیوں کو چُھپا دیتا تھا۔شہریار بھی اس کے تمام جھوٹوں میں برابر کا شریک تھا۔وہ اس عورت کے سامنے ہمیشہ ہار جاتا تھا۔اب بھی ہار گیا تھا۔

****

وہ بارہ سال کا تھا اور اس وقت اپنے کمرے میں خون سے بھرا یونیفارم پہنے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شہریار اس کے سر پر کھڑا تھا اور زارا اس کے ساتھ بیٹھی اس کے زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ وہ ففتھ اسٹینڈرڈ میں تھا اور آج اپنے ایک کلاس فیلو کو بُری طرح سے مار کر گھر آیا تھا۔ اسکول والوں نے اسے ایک ہفتے کے لیے سسپینڈ کر دیا تھا۔

"یہ سب کیا تھا عصام؟ یہ کیا کیا ہے تم؟" شہریار کے لہجے سے غصہ واضح تھا۔

عصام کے ذہن میں آج دوپہر کا واقع ایک بار پھر عود آیا۔ وہ اسکول کے فٹ بال گراؤنڈ میں تھا۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ کھڑا تھا۔ اور سامنے مخالف ٹیم تھی۔ فٹ بال کا میچ ابھی ابھی ختم ہوا تھا۔ عصام کی ٹیم جیت گئی تھی اور اب اس کی ٹیم سیلیبریٹ کر رہی تھی۔ دوسری ٹیم کا ایک لڑکا جو کہ عصام کی کلاس کا ہی تھا اس کی طرف غصے سے دیکھ رہا تھا۔ میچ کے دوران وہ اپنی خود کی غلطی کی وجہ سے گر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ہار گئے تھے لیکن اب وہ اپنی غلطی کے لیے عصام کو بلیم کر رہا تھا۔

"تم چیٹر ہو عصام شہریار خان!" اس لڑکے نے بلند آواز میں کہا تھا۔

عصام یکدم چونکا۔ وہ اس لڑکے کی طرف پلٹا۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے جیتنے کے لیے چیٹنگ کرنے کی ضرورت ہے؟ مجھے؟ عصام شہریار خان کو چیٹنگ کرنے کی ضرروت ہے؟" وہ کہہ کر خود اپنی ہی بات پر ہنسنے لگا تھا۔اس کے ساتھ دوسرے بچے بھی ہنسنے لگے۔ عصام جیسے انسان کو چیٹر کہنا دنیا کی سب سے مضحکہ خیز بات تھی۔"فضول باتیں مت کرو عاطف!" وہ ہنستا ہوا واپس مڑ گیا تھا جب عاطف کے منہ سے نکلنے والے اگلے جملے پر اس کے قدم تھمے۔

"کیوں؟ ایک چیٹر کا بیٹا چیٹر نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟" وہ ایک تپا دینے والی مسکراہٹ لیے کہہ رہا تھا۔

عصام کی کنپٹی کی رگیں پھول گئیں۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں زور سے بھینچ لیں۔

"تمہارے باپ نے بھی تو اپنی کمپنی کی وائس سی ای او کے ساتھ تمہاری اصل ماں پر چیٹ کیا تھا نا؟"

عصام کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ ریاض اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی اسی کی ٹیم میں اس کے ساتھ تھا۔ وہ اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اسے نہیں سن رہا تھا، وہ عاطف کو سن رہا تھا۔

"تمہاری اصل ماں کو تمہارے باپ سے اتنی نفرت ہو گئی کہ وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ تمہارا باپ اور تمہاری اسٹیپ مام دونوں چیٹرز ہیں اور تم بھی ہو!" وہ اب ہنس رہا تھا۔

عصام کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹ کر عاطف کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے قریب آ کر اس نے ایک زوردار مکا عاطف کے منہ پر دے مارا تھا۔ مکا اتنا زوردار تھا کہ عاطف کی ناک ٹوٹ گئی تھی اور اس سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ عصام کا دل پھر بھی نہ بھرا۔ وہ اس کے اوپر چڑھا ایک کے بعد ایک اس کے منہ پر مکے مارنے لگ گیا تھا۔ دوسرے بچے اور ریاض اسے عاطف پر سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ کسی کے بھی قابو نہیں آ رہا تھا۔

"زارا ہاشم میری مام ہیں! وہ میری مام ہیں! میری کوئی اسٹیپ مام نہیں ہیں! اور آئیندہ اگر تم نے میری مام اور ڈیڈ کے کیریکٹر کے بارے میں کوئی بات کی تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا!" وہ غرا رہا تھا۔ وہ اب ان سب لفظوں کا مطلب جانتا تھا جو عاطف نے اس کے ڈیڈ اور مام کے بارے میں کہے تھے۔ وہ سب جو عاطف نے کہا تھا، وہ سب وہ افواہیں تھیں جو اکثر زنیرہ کے کسی برٹش میگرین کو دیے گئے انٹرویو کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل جاتی تھیں۔ لیکن ان افواہوں پر کان دھڑنے والے لوگ بہت کم تھے۔ ان افواہوں پر کان دھڑنے والے زیادہ تر لوگ خان خاندان کے مخالف ہی تھے۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں عصام! تم نے ایسا کیوں کیا؟" شہریار کو اس کی خاموشی پر غصہ آ رہا تھا۔

"اگر کوئی میرے ماں باپ کو کیریکٹر لیس بولے گا تو میں اس کے ساتھ یہی کروں گا جو میں نے کیا۔" اس نے سرد سے انداز میں کہا۔

اسے زنیرہ کی وجہ سے ساری زندگی شرمندگی اٹھانی پڑی تھی۔ زنیرہ حدید کا ذکر اس کی دُکھتی رَگ پر ہاتھ رکھنے کے مترادف تھا۔

Clubb of Quality Content

شہر یار اور زارا حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگے۔

"عصام! لوگوں کو بولنے سے نہیں روکا جاسکتا! اور نہ ہی تم ہر غلط بات کرنے والے شخص کو روک سکتے ہو!" زارا نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"اچھا۔یعنی لوگ غلط بات کر سکتے ہیں لیکن میں ان کا منہ نہیں توڑ سکتا؟" اس نے استہزائیہ سے انداز میں پوچھا تھا۔

"تم کسی پر تب تک ہاتھ نہیں اٹھا سکتے جب تک کہ تمہیں خود کو پروٹیکٹ نہ کرنا ہو۔ پھر وہ تمہارا دوست ہو یا کوئی اور۔" زارا نے اسے ڈانٹنے کی ناکام کوشش کی۔

"سوری لیکن اگر کوئی میری فیملی پر بات کرے گا تو میں اصول پرست نہیں بن سکتا۔ہاں میں اسے سبق ضرور سکھا سکتا ہوں!" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

زارا اور شہر یار پیچھے حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

"یہ بہت اگریسو ہو گیا ہے زارا! مجھے اس کی بہت فکر ہوتی ہے!" شہر یار اپنی کنپٹیاں سہلاتا ہوا کہنے لگا۔

"اسے غصہ نہیں آتا شہریار! لیکن جب اسے غصہ آتا ہے تو پھر وہ غضب ناک ہوتا ہے!" زارا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

عصام کا اگریشن ان کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔اس دن کے بعد سے کبھی کسی نے عصام کے سامنے زنیرہ کا نام لینے کی غلطی نہیں کی تھی کیونکہ نتیجہ سب دیکھ چکے تھے۔

****

وقت ایسے ہی گزر گیا تھا۔وہ پندرہ سال کا ہو گیا تھا۔آج اس کا ماہا اور ریاض کے ساتھ مارگلہ ہلز کے ٹریک نمبر چار پر جانے کا پلان تھا۔اس ٹریک پر ایک ندی تھی جسے وہ تینوں اکیلے ایکسپلور کرنا چاہتے تھے۔وہ تینوں اپنے اس ایڈوینچر کو ٹین ایجرز پر مبنی کسی امیریکن مووی کی طرح انجوائے کرنا چاہتے تھے جس میں صرف بچے ہی شامل تھے۔بڑوں کے بغیر اس ایڈوینچر کو کرنے کے لیے ان تینوں نے سب بڑوں کی بہت منت ساجت کی تھی۔تب جا کر کہیں انہیں سیکیوریٹی کی پوری فوج کے ساتھ اسلام آباد جانے کی اجازت ملی تھی۔عصام کو اس پر ابھی بھی اعتراض تھا۔سیکیوریٹی کی فوج کے ساتھ ایڈوینچر بھی بھلا کوئی نواڈلٹ ایڈوینچر تھا؟ ماہا اور ریاض نے اسے سمجھایا تھا کہ شکر کرو کہ یہ مل گیا ہے۔ورنہ یہ بھی نہیں

ملنے والا تھا نہیں۔ جس دن ان تینوں نے اسلام آباد کے لیے نکلنا تھا، اس دن زارا کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ اسے جیسے ہی یہ بات معلوم ہوئی تھی وہ زارا کے کمرے میں ان کے بیڈ پر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"عصام تمہیں دیر ہو جائے گی بیٹا!" ان کی آواز ذرا بھاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ چہرہ بھی بُجھا بُجھا سا لگ رہا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں کہیں نہیں جا رہا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"میری طبیعت بلکل ٹھیک ہے۔ تم جاؤ!" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"نہیں۔ میرا دل نہیں مان رہا۔"

"عصام ضد کیوں کر رہے ہو؟" زارا ہنس دی تھیں۔

"میرا دل نہیں مان رہا ماما! مجھے لگ رہا ہے کچھ غلط ہے۔" اس کا دل بار بار ڈوب رہا تھا۔

"کچھ بھی غلط نہیں ہے۔ سب تمہارا وہم ہے۔" وہ ایک بار پھر ہنس دی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ کیا بات کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھیں۔۔۔

Clubb of Quality Content

وہ بے ساختہ ہی زارا کے گلے لگ گیا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی نا؟" اس کی چھٹی حس خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔ زارا کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے رکی تھی۔ انہوں نے عصام کے گرد اپنے بازو لپیٹے پھر اس کا ماتھا چوما۔

"کبھی نہیں۔" زارا نے اپنی رنگ فنگر سے ویڈنگ بینڈ اتارا تھا۔ انہوں نے وہ ویڈنگ بینڈ عصام کی مٹھی میں رکھ کر اس کی مٹھی بند کر دی۔ "میں ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گی!" وہ کہہ کر مسکرائی تھیں۔ "اب تم جاؤ!"

وہ چلا گیا تو شہریار کچھ دیر بعد کمرے میں داخل ہوئے۔

"اسے ہر بار شک کیسے ہو جاتا ہے؟" شہریار نے زارا کے پیروں میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے شک نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہر اس شخص سے جُڑا ہوا ہے جس سے بھی وہ پیار کرتا ہے۔ اسے بس معلوم ہو جاتا ہے۔" وہ بے اختیار رو پڑی تھیں۔ عصام کی وجہ سے وہ اپنے آنسوؤں کو روکے ہوئے تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ان کی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے خراب رہنے لگی تھی۔وہ چیک اپ کے لیے گئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کا کینسر واپس آگیا تھا۔ڈاکٹر نے انہیں کیمو تھیراپی کے لیے ہوسپٹل میں ایڈمٹ ہونے کے لیے کہہ دیا تھا۔آج ان کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب تھی۔انہیں آج صبح سے ہی عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔دل بار بار گھبرا رہا تھا۔کہتے ہیں مرنے والے کو اپنے وقت کے بارے میں پہلے سے کچھ نہ کچھ محسوس ہونے لگتا ہے۔انہیں بھی ہو رہا تھا۔

شہریار ان کی کیفیت سمجھ رہے تھے۔

ان کی اپنی کیفیت بہت عجیب سی تھی۔ سمجھ سے باہر۔

دل چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا لیکن شہریار سن نہیں پا رہے تھے۔

"آئی لو یو!"شہریار نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔زارا مدھم سا مسکرائیں۔

"آئی لو یو ٹو!"زارا نے نقاہت زدہ آواز میں کہا۔

"میری زندگی کے سب سے اچھے لمحات وہ تھے جو میں نے تمہارے ساتھ گزارے۔"

شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بھی۔"زارا مسکرائیں۔

"تم دنیا کی سب سے اچھی دوست، بیوی اور ہمسفر ہو۔" شہریار نے مسکراتے ہوئے ان کا ہاتھ چوما تھا۔ایک آنسو ان کی آنکھ سے نکل کر زارا کے ہاتھ پر گرا تھا۔

"تم بھی۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔

"کیا کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھے بتانا چاہتے ہو؟" زارا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ایک بات ہے۔" وہ ہنسے تھے۔

"کیا؟"

"میں نے تمہیں پہلی بار دیکھتے ساتھ ہی تمہارا ایک نک نیم رکھا تھا جو صرف مجھے پتا ہے۔"

"کیا نک نیم تھا؟" وہ مسکرا رہی تھیں۔

"لو!(Love)۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے لیکن بائیں آنکھ سے آنسو نکل کر گال پر بہہ گیا تھا۔وہ بے اختیار ہنس پڑیں۔

"اچھا نک نیم ہے۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکیں۔ "میرے بعد سب سنبھال لو گے نا؟" زارا کی آواز میں ایک آس تھی۔

"تم کہہ رہی ہو تو سنبھالنا پڑے گا!" وہ ہنس پڑیں۔

"اگر نہ سنبھال پائے تو؟" انہوں نے کسی خوف کے زیرِ اثر پوچھا۔

"تو قیامت کے دن مجھ سے حساب چُکتا کر لینا!" زارا ایک بار پھر ہنس پڑیں۔

"اگر سب سنبھال نہ پائے تو میں حساب کے بدلے میں تمہیں جنت کی حور نہیں ملنے دوں گی۔" وہ یکدم ہی سنجیدہ ہو گئیں۔

"حور کسی چاہیئے ہو گی جب میرے پاس زارا ہاشم ہو گی!" شہریار کی بات پر زارا ایک بار پھر ہنس پڑیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ خاموشی ایسے ہی حائل رہی۔ پھر زارا نے کہا۔

"مجھے نیند آرہی ہے شہریار!" ان کی آواز مدھم پڑنے لگی تھی۔

"ہمم۔ تم آرام کرو۔ تمہیں اب آرام کرنا چاہیئے۔" وہ کہہ کر آہستہ سے بستر پر سے اٹھے۔ انہوں نے زارا کا کمبل برابر کیا۔ پھر ان کا ماتھا چوما اور کمرے سے نکل گئے۔

وہ جانتے تھے اب وہ کبھی جاگنے نہیں والی تھیں۔ وہ اس سے آخری مرتبہ مل رہے تھے۔

****

وہ زارا کی گیلیری میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ زارا کو پینٹنگ کرنا بہت پسند تھا۔ عصام کو بھی زارا سے ہی پینٹنگ کرنے کا شوق ہوا تھا۔ اس کمرے میں وہ بیٹھ کر پینٹنگ کیا کرتی تھیں، اس کمرے کے ہر کونے میں ان کا وجود زندہ تھا۔ شہریار واجد خان کے اندر زارا ہاشم کا وجود ہمیشہ زندہ رہنے والا تھا۔

دل پھٹ رہا تھا۔ یکدم ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

الوداع بھی کبھی آسان ہوا تھا کیا؟

انہوں نے جو کھویا تھا اس کا ازالہ کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ انہیں جانے سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہ صرف دعا کر سکتے تھے کہ اللہ انہیں جنت میں ایک دوسرے کا ساتھ نصیب کرتا۔

"داستاں ختم ہونے والی ہے

تم مری آخری محبت ہو"

وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے مسکرا کر کہنے لگے۔

****

انہیں اسلام آباد سے واپس لاہور آتے ہوئے رات ہو گئی تھی۔ وہ بس گھر پہنچنے ہی والے تھے۔ ماما اور ریاض گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے سو رہے تھے۔ عصام جاگا ہوا تھا۔ مام نے اسے ویڈنگ بینڈ کیوں دیا؟ کچھ تو گڑبڑ تھی۔ اس کا دل بہت ہی عجیب انداز سے دھڑک رہا تھا۔ کچھ تو غلط تھا۔ کچھ بہت غلط تھا۔ شاہزیب فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے موبائل پر کال آنے لگی تھی۔ اس نے کال ریسیو کی۔ کال سنتے ساتھ ہی اس کے چہرے کا رنگ فُق ہوا تھا۔ اور عصام ریئر ویو مرر میں ایسا ہوتے دیکھ چکا تھا۔ اس کا دل مزید تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

"اوکے۔" شاہزیب نے کال سن کر صرف اتنا کہا اور کال بند کر دی۔

"کیا ہوا؟" عصام نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس ایک تھریٹ کے بارے میں ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم گھر کب تک پہنچیں گے ؟"عصام نے پوچھا۔اسے بہت شدید گھبراہٹ محسوس ہورہی تھی۔

"بس آدھے گھنٹے تک۔"شاہزیب نے کمال مہارت سے اپنی زبان کی کپکپاہٹ کو چھپایا تھا۔

وہ گھر پہنچے تو عصام کا دل جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا۔صدر دروازے سے ذرا دور ایک ایمبولینس کھڑی تھی۔اس کے دروازے کُھلے ہوئے تھے اور اسٹریچر کو ایمبولینس سے نکالا جارہا تھا۔اسٹریچر پر سفید کپڑے میں کسی کا وجود لپٹا ہوا تھا۔

"شاہزیب ایمبولینس کیوں آئی ہے گھر پر ؟"ماما اور ریاض جاگ چکے تھے اور گاڑی کی کھڑکیوں سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔شاہزیب خاموش رہا۔گاڑی صدر دروازے سے دور رک گئی۔عصام نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دروازے کا لاک کھولا۔اس کی ٹانگوں میں جان نہیں تھی۔وہ اپنے پیر گھسیٹتا اسٹریچر کے پاس گیا جسے گھر کے اندر لے جایا جارہا تھا۔وہ پاس گیا تو اسٹریچر لے جاتے وہ دونوں لوگ رک گئے۔اس کے ہاتھ بُری طرح سے کانپ رہے تھے۔اس نے انہی کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اسٹریچر پر موجود

وجود کے اوپر سے کپڑا ہٹایا۔عصام کے جسم سے جیسے جان نکل گئی۔وہ اس کی ماں تھی۔وہ زارا تھی۔

"مام!"اس کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ وہ خود بھی نہ سن پایا تھا۔

اسے اپنا سر گول گول گھومتا محسوس ہوا۔آنکھوں کے سامنے موجود اسٹریچر گھومنے لگا تھا۔ اندھیرا چھانے لگا تھا۔وہ یکدم بے ہوش ہو کر گر گیا۔آخری آواز جو اس نے سنی تھی وہ ماہا کی چیخ کی تھی جو اس نے عصام کو گرتے دیکھ کر ماری تھی۔اس کے بعد اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

****

زارا کی تدفین کر دی گئی تھی۔عصام کو شاک لگا تھا۔اس شاک کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا تھا۔بخار اتنا شدید تھا کہ وہ زیادہ تر نیم بے ہوش ہی رہا تھا۔تیسرے دن جا کر اس کا بخار ٹوٹا تھا۔وہ خاموش ہو گیا تھا۔نہ اس نے کچھ پوچھا تھا اور نہ ہی بولا تھا۔شہریار نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔شہریار نے اسے یہی بتایا تھا کہ زارا کو ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ان کی اپنی حالت بھی اس قابل نہیں تھی کہ وہ اس سے کچھ بات

کر سکتے۔ماہا اور ریاض نے بہت کوشش کی تھی کہ اس سے بات کریں لیکن وہ کوئی جواب نہ دیتا تھا۔

وہ رات کو اپنا منہ تکیے میں چُھپائے زارو قطار روتا تھا۔اس کے ذہن میں بس ایک ہی سوال گونجتا تھا۔آخر اس نے ایسا کونسا گناہ کیا تھا جو اللہ نے اس کی ماں کو اس سے چھین لیا تھا؟اور یہیں سے اس کے ساتھ مسائل شروع ہو گئے تھے۔وہ شدید ڈپریشن میں جا رہا تھا۔اس نے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دی تھی۔وہ جیسے پوری دنیا سے ناراض ہو چکا تھا۔وہ کسی روبوٹ کی طرح بن گیا تھا۔کوئی اگر اس سے کام کی بات پوچھتا تو وہ جواب دے دیتا ورنہ خاموش ہو جاتا۔یہ وہی وقت تھا جب اس نے اپنی ایک سلور چین میں زارا کا ویڈنگ بینڈ ڈال کر اپنی گردن میں پہننا شروع کر دیا تھا۔یہ اس کی زندگی کا پہلا لاس تھا۔

شہریار کے لیے یہ سب بہت مشکل تھا۔اسے سنبھالنا ان کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔عصام عجیب سا ہو گیا تھا۔جیسے مردہ ہو گیا ہو۔اور انہیں اسے ایسے دیکھ کر بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ان کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کیسے اسے واپس زندگی کی طرف لاتے۔

Clubb of Quality Content

ابھی زارا کی موت کو چند مہینے ہی گزرے تھے کہ اس کے اولیولز کا پہلا سال شروع ہو گیا۔ اس کے سبجیکٹس پہلے بھی مختلف ہوا کرتے تھے۔اب بھی اس نے اپنے تمام الیکٹو سبجیکٹس بزنس سے متعلق رکھے تھے۔یہ تو وہ جانتے تھے کہ وہ بزنس پڑھنا چاہتا تھا لیکن ان کے لیے حیران کن یہ نہیں تھا۔ان کے لیے حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس نے ایک واحد آرٹس کا سبجیکٹ بھی رکھا تھا۔جبکہ وہ پہلے سے ہی اپنے کو کریکیولرز میں بہت سے آرٹس کے سبجیکٹس آلریڈی پڑھ رہا تھا۔پھر عصام کا آرٹس کا سبجیکٹ چوز کرنا انہیں سمجھ نہیں آیا تھا۔

اور سب سے بڑی پریشانی کی بات اس کے بعد ہوئی تھی جب انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ عاہل مستجاب آرٹس میں عصام کا کلاس فیلو تھا۔ملیحہ نے عاہل کا اسکول بدلوا دیا تھا کیونکہ جس اسکول میں عصام پڑھتا تھا، وہ آرٹس کی پڑھائی کے لیے بہت مشہور تھا۔یہ جان کر تو ان کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی۔وہ اس کا اسکول بھی تبدیل نہیں کروا سکتے تھے۔کیا کہہ کر تبدیل کرواتے؟ان کے پاس کوئی جواز نہ تھا۔ایک اور چیز تھی جس نے ان کا دل بہت دُکھایا تھا۔انہیں عصام کی آرٹس کی کلاس ٹیچر سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کلاس میں خاموش بیٹھا رہتا تھا اور کچھ بھی نہیں بناتا تھا۔وہ بچہ جو کمال کی پینٹنگز بناتا تھا اب اپنی کلاس میں ساکت بیٹھا رہتا

تھا، یہ سن کر ان کا دل بُری طرح سے دُکھا تھا۔ انہوں نے بہت بار عصام سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ پھر نا جانے ایک دن ایسا کیا ہوا کہ اس نے زارا کی گیلیری میں جا کر پینٹنگ شروع کر دی۔ وہ شاہزیب کے ساتھ مختلف گارڈنز میں جانے لگا تھا۔ وہ ایسی جگہوں پر جانے لگا تھا جہاں پر اسے پینٹنگ بنانے کے لیے آئیڈیاز مل سکتے۔ وہ ان کے ساتھ اب بات بھی کرنے لگا تھا۔ انہیں ماہا سے معلوم ہوا تھا کہ یہ سب عاہل کی صحبت کا اثر تھا۔ وہ اسے آرٹ کلاس میں گائیڈ کر رہا تھا۔ شہریار کو جہاں خوشی ہوئی تھی وہیں عصام کی عاہل کے ساتھ بڑھتی بے تکلفی پر پریشانی بھی۔ لیکن ایک دن وہ ایک ہورٹی کلچر فیسٹیول سے واپس لوٹا تو اس کا موڈ حد سے زیادہ خراب تھا۔ شہریار نے شاہزیب سے سارا واقع پوچھ لیا تھا۔ شہریار کی تاکید پر ہی شاہزیب عصام اور عاہل کے ذرا پاس کھڑا رہا تھا تاکہ ان کی باتیں سن سکے۔ شہریار کو تمام واقع سننے کے بعد مزید ٹینشن ہونے لگی تھی۔ کہیں عصام کی بگڑتی حالت مزید خراب نہ ہو جاتی۔ کچھ دنوں بعد عصام نے شہریار سے آکر ٹرپ پر اکیلے جانے کی ضد کی تھی۔ وہ اسے کسی صورت بھی اکیلے نہیں بھیج سکتے تھے۔ جاوید شاہ کے ساتھ ان کی دشمنی شدت اختیار کر گئی تھی اور اس سب میں مستجاب بھی شامل تھا۔

عصام نے کئی مہینوں بعد ان سے کوئی ضد کی تھی۔ وہ اسے منع نہ کر پائے لیکن انہوں نے

اس کے پیچھے شاہزیب اور دیگر سیکیوریٹی کو بھیج دیا تھا۔اگر عصام ٹریل نہ بدلتا تو ان کے اغوا ہونے کا کوئی چانس نہیں تھا۔کال پر جب انہوں نے گولی چلنے کی آواز سنی تو ان کی جان نکل گئی تھی۔ ہسپتال میں عصام کو صحیح سلامت دیکھ کر ان کی جان میں جان واپس آئی تھی لیکن انہیں عاہل کے لیے بہت بُرا لگ رہا تھا۔انہوں نے ملیحہ کو ہی اسلام آباد بلوایا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے مستجاب کبھی نہ آتا۔اسے اپنے بیٹے سے زیادہ اپنی سیاسی شناخت پیاری تھی۔

عاہل کے ہوش میں آنے پر جب عصام اندر گیا تو وہ اور ملیحہ پیچھے اکیلے بیٹھے رہ گئے تھے۔

"ملیحہ خود پو ظلم کرنا بند کرو!" وہ اس کے اور مستجاب کے رشتے کی نوعیت اور عاہل کی طرف اس کے رویے سے واقف تھے۔

"میں طلاق نہیں لے سکتی شہریار! مجھے اپنے بیٹے کا فیوچر پیارا ہے۔میں اسے دنیا کے بڑے بڑے انسٹیٹیوٹس میں پڑھانا چاہتی ہوں اور ایسا صرف مستجاب کے ہوتے ہوئے ہی ممکن ہے۔میرے پاس اتنے ذرائع نہیں ہیں کہ میں اکیلے ایسا کر سکوں۔" وہ تھکے ہوئے سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

"اور تمہارا کیا؟ تم عاہل کے لیے اپنی زندگی ختم کر دو گی؟ تمہاری عمر ابھی اتنی زیادہ نہیں ہوئی ہے۔ تم دوبارہ شادی کر کے بھی ایک اچھی زندگی گزار سکتی ہو اور جہاں تک بات ہے عاہل کے فیوچر کی تو طلاق کی صورت میں بھی اس کے مالی اخراجات تو وہی اٹھائے گا۔ وہ اس کا باپ ہے یہ اس پر لازم ہے۔" وہ انہیں امید دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ملیحہ عجیب سے انداز میں ہنسی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ وہ مجھے آزاد ہونے دے گا شہریار؟ میں پھنس چکی ہوں اس کے ساتھ! میں صرف موت کی صورت میں ہی اس سے آزاد ہو سکتی ہوں۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ وہ طلاق کی صورت میں کیا کرے گا؟ اسے جتنا بھی گرنا پڑا وہ کورٹ میں تمام حدیں توڑ کر مجھ سے میرے بچے چھین لے گا۔ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں رہے گا پھر۔"

"تو کیا تم ساری زندگی ایسے ہی گھٹ گھٹ کر گزار دو گی؟" شہریار کو افسوس ہوا۔

"میں بس عاہل کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ ایک بار وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے پھر مجھے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ پھر میں مستجاب سے آزادی حاصل کر لوں گی۔"

شہریار نے ملیحہ کو آج تک کبھی سچ نہیں بتایا تھا۔ انہیں عصام بہت عزیز تھا۔ وہ ان کا بیٹا تھا اور وہ اسے کسی صورت بھی خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ پھر بھلے سے انہیں عصام کی حفاظت کرنے کے لیے اپنے کتنے ہی اصول کیوں نہ توڑنے پڑتے، انہیں فرق نہیں پڑتا تھا۔

عاہل کے ساتھ عصام کی دوستی بہت مضبوط ہو گئی تھی۔ شہریار کو ان کی دوستی سے کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ انہیں خوشی ہوئی تھی کہ عاہل کی دوستی اسے سیدھے راستے پر لے آئی تھی۔

شہریار نے عصام کو عاہل کے گھر کبھی نہیں جانے دیا تھا۔ وہ ویسے بھی اسے کسی کے گھر نہیں جانے دیتے تھے سوائے دانیال کے۔

لیکن پھر ان سب کی زندگیوں میں زنیرہ نامی طوفان لوٹ آیا تھا۔ اور یہاں پر شہریار اور عصام دونوں کو ایک بہت بُرا جھٹکا لگا تھا۔ عصام کے اے لیولز شروع ہونے سے پہلے کا وقت تھا۔ اور ہر جگہ ایک ہی خبر تھی۔ زنیرہ حدید اور مستجاب علی کی خوفیہ شادی۔ یہ وہ وقت تھا جب شہریار کو جی آئی بی کے ڈائریکٹر کی پوزیشن آفر ہوئی تھی۔ شہریار کو کچھ ٹائم پہلے جی آئی بی کے ذریعے یہ خبر ملی تھی کہ زنیرہ اور مستجاب کے درمیان کچھ چل رہا تھا لیکن یہ کسی کو معلوم

نہیں تھا کہ ان دونوں نے خوفیہ طور پر شادی کر رکھی تھی اور ان کا ایک بیٹا بھی تھا۔ وہ ٹیبل پر صبح ناشتے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے جب شہریار نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"عصام دیکھو اگر تم زنیرہ کی مستجاب سے شادی پر پریشان ہو تو ہم بات کر سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں عاہل تمہارا بیسٹ فرینڈ ہے اور زنیرہ تمہاری ماں۔۔۔" اس سے پہلے کہ شہریار اپنی بات مکمل کر سکتے عصام نے ان کی بات کاٹ دی۔

"میری ماں کا نام زارا ہاشم ہے ڈیڈ۔" اس نے بے تاثر سے انداز میں کہا تھا۔ "میں کسی زنیرہ حدید کو نہیں جانتا لہذا مجھ سے ان کے بارے میں بات مت کریں۔" اس کا انداز ہنوز ویسا ہی تھا۔

وہ کہہ کر ناشتہ کرنے لگ گیا تھا۔ شہریار جانتے تھے کہ دل تو اس کا بھی دُکھا تھا اور دماغ اس کا بھی یہ سوچ سوچ کر خراب ہو رہا تھا کہ وہ آخر عاہل کو کیسے فیس کرے گا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کچھ اور ہوتا انہیں ملیحہ کی موت کی خبر ملی تھی۔ یہ خبر جہاں پر عصام اور شہریار دونوں کے لیے تکلیف دہ تھی، اتنی ہی شہریار کے لیے حیران کن تھی۔ وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھے کہ ملیحہ کی موت سیڑھیوں سے گر کر خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ انہیں

کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔ جب وہ ملیحہ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے تو انہیں زنیرہ کو مستجاب کے گھر پر دیکھ کر حیرت ہوئی۔ وہ فوراً سے پہلے اپنی جگہ سنبھالنے آگئی تھی۔ ایک اور چیز انہیں بہت عجیب لگی تھی۔ عاہل کسی سے بھی نہیں ملا تھا۔ عصام نے عاہل سے ملنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن ہر بار اس نے عصام سے ملنے سے انکار کر دیا۔ ان کی اے لیولز کی کلاسز شروع ہونے سے ایک ہفتے پہلے وہ عاہل سے ایک کیفے پر ملا تھا۔ اور ان کی وہ ملاقات بہت خوشگوار رہی تھی۔ لیکن کالج کے پہلے دن جب عاہل نے عصام پر ہاتھ اٹھایا تو شہریار کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ کچھ ایسا ضرور تھا جو وہ نہیں جانتے تھے۔ وہ تو زیورک چلا گیا تھا لیکن اس سب کا عصام پر بہت بُرا اثر پڑا تھا۔ وہ کافی مہینوں تک ڈسٹرب رہا تھا۔ اس نے کئی بار کوشش کی تھی کہ وہ عاہل سے کسی طرح رابطہ کر لے لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

اس سب کے درمیان ایک اور چیز بھی ہوئی تھی۔ جی آئی بی ایک ایسی تنظیم تھی جس کے پاس ہر چیز کا ریکارڈ موجود ہوتا تھا۔ بھلے سے اس چیز کا اصل ریکارڈ ختم کر دیا گیا ہوتا۔ اور اس میں سے ایک کیس ضرار احمد کے قتل کا بھی تھا۔ جب شہریار کو یہ معلوم ہوا کہ اس قتل میں مستجاب کا کوئی ہاتھ تھا تو انہوں نے اس کیس میں انٹرسٹ لینا شروع کر دیا۔ مستجاب نے

شازیہ شاہنواز کے ساتھ مل کر تمام ثبوت ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے پہلے ہمیشہ کی طرح تمام ثبوتوں کو جی آئی بی نے حاصل کر لیا تھا۔جی آئی بی ایسی چیزوں کا استعمال بعد میں اپنے فائدے کے لیے کیا کرتی تھی۔شہریار نے علینا کے گھر میں لگے سی سی ٹی وی کیمراز کی ویڈیوز دیکھی تھیں۔وہ سچ جانتے تھے۔انہوں نے ہی علینا کو وہ ویڈیوز بھیجی تھیں۔اس کے لیے سچ جاننا بہت ضروری تھا۔لیکن جب دانیال کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شہریار نے وہ ویڈیوز علینا کو بھیج دی تھیں تو انہوں نے شہریار کو ایسا کرنے سے صاف منع کر دیا تھا۔

"تم اس کیس سے نکل جاؤ شہریار!" دانیال شہریار کا اس کیس سے آبسیشن دیکھ کر پریشان تھے۔

"اس بچی کے ساتھ غلط ہوا ہے۔مجھے اس تک سچ پہنچانا ہے۔" انہوں نے جواز پیش کیا۔

"ہر گز نہیں! تمہیں اس سب میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ان کا انداز دو ٹوک تھا۔

"وہ ایک بچی ہے۔ یہ لوگ اسے برباد کر دیں گے۔ ارحم شاہنواز اس کا کزن ہے۔ اگر اس آدمی کی نظر اس بچی پر پڑی تو وہ اسے نہیں چھوڑے گا!" شہریار ارحم شاہنواز کے کارناموں سے واقف تھے۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے! تم اپنی زندگی ہر دھیان دو!" دانیال نے اسے کیس پر کام کرنے سے منع کر دیا تھا۔

اور پھر جب انہیں علینا کے ساتھ ہوئے اسالٹ کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بہت دلبر داشتہ ہوئے تھے۔ وہ اس بچی کو بچانا چاہتے تھے اور ناکام رہے تھے۔ علینا کے شہر چھوڑنے کے بعد شازیہ نے اس کی تمام رپورٹس ہسپتال سے غائب کروانے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے پہلے ہی وہ ان رپورٹس کی کاپیز جی آئی بی میں رکھوا چکے تھے۔ اس امید میں کہ کبھی نہ کبھی تو وہ ارحم شاہنواز کو سزا دلوا کر ہی رہیں گے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ نارمل ہو گیا تھا لیکن پھر سے کچھ ہو گیا۔ یونیورسٹی کھلنے سے دو مہینے پہلے عصام نے ان کا لیپ ٹاپ ہیک کر لیا تھا۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ عصام کی ہیکنگ اسکلز اس قدر خطرناک ہو چکی تھیں کہ وہ سیکیور فولڈرز تک کھولنے لگ گیا تھا۔ یہ وہ

فولڈرز تھے جو خاص طور پر جی آئی بی کے اسپیشل ہیکرز بناتے تھے۔اور ان کو ہیک کرنا کوئی مزاق نہ تھا لیکن عصام نے اسے مزاق ہی بنا دیا تھا۔اور پھر جو ہوا تھا وہ خوفناک تھا۔اسے سچ پتا چل گیا تھا اور وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلا تھا۔جس طرح کی ریش ڈرائیونگ وہ کر رہا تھا،اس کے بعد اس کا ایکسیڈنٹ ہونا بنتا تھا۔ایک دن کے لیے ہوسپٹل میں اسے بے ہوشی کی حالت میں دیکھنا شہریار کی جان نکال گیا تھا۔اس کے سر پر بہت گہری چوٹ آئی تھی۔وہ ٹھیک ہو گیا تھا لیکن ان کا رشتہ خراب ہو گیا تھا۔وہ شہریار سے بہت کم بات کیا کرتا تھا۔صرف کام کی بات۔پہلے جیسی بے تکلفی کہیں غائب ہو گئی تھی۔چار مہینے عصام کی سرد مہری کے ساتھ انہوں نے بڑی مشکل سے گزارا کیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کچھ اور بھی ہوا تھا،جو کہ بہت اہم تھا۔عصام شہریار خان ایک لڑکی سے عشق کر بیٹھا تھا۔وہ یونیورسٹی میں عصام کی حرکتوں سے واقف تھے اس لیے انہوں نے شاہزیب سے علینا کے بارے میں ایک رپورٹ دینے کے لیے کہا تھا لیکن وہ ایک بڑی ہی بنیادی سی رپورٹ تھی۔ وہ ابھی تک علینا سے نہ تو ملے تھے اور نہ ہی انہوں نے اسے دیکھا تھا۔لیکن پھر اچانک کچھ ایسا ہوا کہ عصام نے آکر ان سے معافی مانگ لی۔شہریار کو عصام سے معافی مانگنے کی امید نہیں

تھی۔ناجانے ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ یوں آکر ان سے لپٹ کر رو یا تھا؟ جو بھی ہوا تھا، وہ سینے سے آکر لگا تو شہریار کو اندر تر طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ پچھلے چار مہینوں میں انہیں جو بے چینی محسوس ہو رہی تھی وہ یکدم کہیں عنقا ہو گئی۔ انہوں نے علینا کی طرف سے عصام کو کُرید نے کی کوشش کی تھی اور انہیں معلوم ہوا تھا کہ ان کا بیٹا اس لڑکی کو لے کر بیچ میں بہت سیریئس تھا۔اور یہی بات ان کے لیے باعثِ پریشانی تھی۔

انہیں اصل جھٹکا تب لگا تھا جب انہوں نے دانیال سے کہلوا کر علینا ضرار نام کی ایک لڑکی کی رپورٹ جی آئی بی کے ہیڈ کوارٹر سے نکلوائی تھی۔وہ صرف یہ جاننا چاہتے تھے کہ جس لڑکی کے ساتھ ان کا بیٹا اس حد تک انوالو ہو چکا تھا کہ وہ اس کے لیے ایک پروفیسر کو پیٹ رہا تھا، کیا وہ ان کے بیٹے کے لیے سیف تھی بھی یا نہیں؟ کہیں علینا سے ان کے بیٹے کو کوئی خطرہ تو نہیں تھا؟ لیکن یہاں تو۔۔۔

"یہ آخر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ وہی لڑکی نہیں ہو سکتی!" انہیں صحیح معنوں میں اپنے سر پر چھت گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"تمہارے بیٹے کو عاشقی کرنے کے لیے آٹھ بلین لوگوں میں ایک یہی لڑکی ملی تھی؟"

دانیال کی آنکھیں فائل دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ شہریار کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"اب کیا کرو گے تم؟" دانیال نے پاور سیٹ پر شاک کے زیرِ اثر بیٹھے شہریار سے پوچھا۔

"عصام کو سچ بتا دو گے؟"

"دماغ ٹھیک ہے؟ اسے سچ بتا دوں! اور کیا ہو گا سچ بتانے سے؟" وہ جھنجھلا گئے تھے۔

"ہو سکتا ہے وہ سچ جاننے پر پیچھے ہٹ جائے!"

"عشق کر بیٹھا ہے وہ اس لڑکی سے! پیچھے نہیں ہٹنے والا وہ اب! اور ایسی کسی بات پر وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے الٹا اس لڑکی کا مزید ساتھ دے گا! مجھے اس لڑکی پر نظر رکھوانے کی ضرورت ہے!" وہ سوچتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

انہوں نے علینا پر اپنے لوگوں سے کہہ کر نظر بھی رکھوائی تھی لیکن انہیں علینا کے متعلق ایسا کچھ بھی نہ ملا جو قابلِ اعتراض ہوتا۔

ماہا کے کزن کے ولیمے پر جانے سے پہلے اس رات ان کی عصام سے بات ہوئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا جب شہر یار اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"اتنا ٹائم کیوں لے رہے ہو تم؟ تمہارا ولیمہ نہیں ہے عصام!" شہر یار اس کا انتظار کر کر کے اب تھک چکے تھے۔

"میرا ولیمہ نہ سہی لیکن آپ کی بہو تو وہیں ہو گی نا! میں اس کے سامنے اچھا دکھنا چاہتا ہوں۔" وہ اپنے بال بڑے ہی محتاط انداز سے سیٹ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ تمہیں ریجیکٹ کر چکی ہے عصام! اب بس کر دو!"

"اس نے مجھے ریجیکٹ کیا ہے۔ لیکن اس نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی۔ جس دن وہ یہ کہے گی میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ وہ خود کو میرے قابل نہیں سمجھتی۔ مجھے جاننا ہے کہ آخر ایسی کیا بات ہے کہ وہ خود کو میرے قابل نہیں سمجھتی ہے۔ یہ جانے بغیر میں اس کے راستے سے نہیں ہٹوں گا!" وہ پُر عزم سا کہہ رہا تھا۔

"اور اس کے بعد کیا ہو گا؟ فرض کرو وہ تم سے محبت کا اقرار کر لیتی ہے، پھر کیا ہو گا؟" شہریار غور سے آئینے میں اس کا عکس دیکھتے پوچھ رہے تھے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"میں اسے پروپوز کروں گا۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"پروپوز کرو گے؟ کس بات کے لیے؟" وہ سنجیدہ سا پوچھ رہے تھے۔

"نکاح کے لیے۔ آف کورس۔" وہ کہہ کر خود پر پرفیوم چھڑکنے لگا۔ "ظاہر سی بات ہے اتنی جلدی اس کے گھر والے رخصتی کے لیے نہیں مانیں گے اور میں بھی ابھی ایسا نہیں چاہتا۔ خاص طور پر جب تک پڑھائی مکمل نہ ہو جائے، تب تک تو نہیں۔" وہ سنجیدہ سا کہہ رہا تھا۔ شہریار کو اس پر ذرا حیرت ہوئی۔

کیا یہ بات وہی بچہ کہہ رہا تھا جس کی اپنی پیدائش ایک گناہ کی صورت ہوئی تھی؟ انہیں زارا کی کہی ہوئی ایک بات یاد آئی تھی۔

"بیٹا باپ جیسا ہی ہو یہ ضروری نہیں! وہ مشابہت رکھ سکتا ہے، عادتیں اپنا سکتا ہے لیکن وہ کبھی بھی پوری طرح اپنے باپ جیسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کوئی بھی بچہ اپنے ماں باپ جیسا پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ دنیا کا ہر انسان مختلف ہے۔ اور میں نے تم

سے کہانا! تعلیم و تربیت بہت معنی رکھتی ہے۔ ہم اسے غلط اور صحیح کے درمیان فرق سکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے باپ جیسا نہیں بنے گا۔ وہ جب بھی کوئی غلط قدم اٹھائے گا، ہم اسے روکیں گے! اور مجھے معلوم ہے وہ رک جائے گا!"

انہیں خوشی محسوس ہوئی تھی یہ جان کر کہ اس کی تربیت صحیح کی گئی تھی۔

"اتنی چھوٹی عمر میں نکاح کر لو گے؟" وہ اس سب کے بارے میں اس کا خیال سننا چاہتے تھے۔

"مجھے یہ نہیں معلوم کہ نکاح کرنے کی صحیح عمر کیا ہوتی ہے۔" وہ مسکرایا۔ "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ مجھے اس لڑکی سے محبت ہے اور اسے لے کر میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری نیت صاف ہے۔ میری نیت نکاح کی ہے۔ محبت پاکیزہ شے ہے ڈیڈ۔ اسے پاکیزہ ہی رہنا چاہیے۔ اور محبت کو پاکیزہ رکھنے کے لیے نکاح سے زیادہ بہتر طریقہ اور کوئی نہیں۔"

وہ مسکرا رہا تھا اور دوسری طرف وہ شہریار کا دل جیت گیا تھا۔

ولیمے پر عصام علینا کے ٹیبل کی طرف گیا تھا جب پیچھے وہ اور دانیال بیٹھے اس کے اور علینا کے بارے میں بات کرنے لگے۔

"عصام اس لڑکی کو منا کر ہی دم لے گا۔ مجھے تو اس کے ارادے صاف نظر آرہے ہیں۔"وہ چلا گیا تو دانیال نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے تو اس کے کچھ اور ہی ارادے لگتے ہیں۔"انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ تمہیں عصام کے کیا ارادے لگتے ہیں؟"

"اس کے ارادے علینا کو میری بہو بنانے کے ہیں۔"دانیال ہنس پڑے تھے۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں شادی کرنے کی اجازت دے دوگے تم اسے؟"وہ کچھ حیران ہوئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"محبت پاکیزہ شے ہے دانیال۔ اسے پاکیزہ ہی رہنا چاہیے۔اور محبت کو پاکیزہ رکھنے کے لیے نکاح سے زیادہ بہتر طریقہ اور کوئی نہیں۔"انہوں نے مسکراتے ہوئے عصام کے الفاظ دہرائے تھے۔"اور پھر تم نے بھی تو ریاض اور ماہا کا نکاح اٹھارہ سال کی عمر میں کیا تھا ناں؟"

وہ دانیال کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"عصام کا معاملہ مختلف ہے۔اینڈ ایکس کیوز می۔ نکاح میں نے نہیں کیا تھا مجھ سے کروایا گیا تھا۔"انہوں نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

"کروایا نہیں گیا تھا۔ تمہیں مشورہ دیا گیا تھا۔ ماننا نہ ماننا تمہاری مرضی تھی!" انہوں نے دانیال کو درست کرنا صحیح سمجھا تھا۔

"ہاں اور مشورہ دینے والا کون تھا؟ تمہارا شہزادہ! اُسی نے ماہا اور ریاض کے سامنے نکاح کا شوشا چھوڑا تھا۔"

"ہاں تو ٹھیک مشورہ تھا اس کا۔ ماہا اور ریاض ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے جس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ عصام نے تو بس یہی مشورہ دیا تھا کہ ابھی نکاح کر دیا جائے اور پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ان دونوں کی رخصتی کر دی جائے۔" وہ سادہ سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو؟ اگر اس لڑکی نے انکار کر دیا تو؟" وہ پریشان کن نظروں سے شہریار کو دیکھ رہے تھے۔

"میں ایسا نہیں چاہتا دانیال! میں چاہتا ہوں کہ علینا اسے ہاں کہہ دے۔ مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ اس پوری دنیا میں میرے بیٹے سے زیادہ کوئی بھی علینا ضرار کی قدر نہیں کر سکتا۔ کوئی عصام سے زیادہ اس کی پرواہ نہیں کر سکتا۔ کوئی عصام سے زیادہ اس کی عزت نہیں کر سکتا۔

اس پوری دنیا میں کوئی بھی عصام جیسا عشق علینا ضرار سے نہیں کر سکتا!" وہ نرمی سے کہہ رہے تھے۔

"اور ایسا نہ ہوا تو؟" انہوں نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا۔ شہریار مسکرائے۔

"میں اپنے بیٹے کو اچھے سے جانتا ہوں۔ وہ خود ٹوٹ جائے گا لیکن اس کی خواہش کا احترام ضرور کرے گا۔" ان کی مسکراہٹ میں اداسی گھل گئی تھی۔ وہ سچ میں اپنے بیٹے کو جانتے تھے۔

کیفے میں ہوئے تماشے پر شہریار نے علینا کو ہی سپورٹ کیا تھا، لیکن اس انداز سے کہ کسی کو بھی یہ نہ لگتا کہ وہ اس کی طرف تھے۔ انہیں انوشے کی حرکت پر شدید غصہ آیا تھا۔ وہ بچی پہلے ہی ہزاروں مسئلوں میں گھڑی ہوئی تھی اور یونیورسٹی میں بھی انوشے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہی تھی۔

جب عصام نے انہیں اس بات سے بے خبر رکھا کہ علینا کو بچاتے ہوئے وہ زخمی ہوا تھا تو انہیں فکر ضرور ہوئی تھی لیکن حیرت نہیں کیونکہ وہ اکثر ایسا کرتا تھا۔ شاہزیب اس کا پرسنل باڈی گارڈ تھا اور پرسنل باڈی گارڈز کے پاس آپ کے بہت سے راز دفن ہوتے ہیں۔ شہریار

سے اسے صاف تاکید تھی کہ وہ ایک ایک بات انہیں بتائے گا لیکن عصام اکثر اسے اپنی کئی باتیں کچھ وقت گزرنے کے بعد بتانے کی تاکید کرتا تھا۔ خاص طور پر وہ باتیں جن پر اسے ڈانٹ پڑنے کا خدشہ ہوتا تھا۔ وہ اسے اس بات پر زیادہ نہیں ڈانٹتے تھے کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ عصام کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا تھا جو اسے کسی قسم کے نقصان سے دوچار کر دیتی۔

عصام علینا کی طرف سے مایوس ہوتا جا رہا تھا اور شہریار اپنے بیٹے کو یوں مایوس ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ انہیں اس بات سے بار بار خوف محسوس ہو رہا تھا کہ اگر عصام کی ساری محنت ضائع گئی تو کیا ہو گا؟ اور اس کے لیے انہوں نے ماہا سے بات کی تھی۔

عصام انہیں ٹرپ ہنزہ میں رکھنے کے لیے کہنے آیا تھا۔ جب وہ گیا تو شہریار سیدھے ہو بیٹھے۔ انہوں نے ٹیبل پر سے فون اٹھایا اور کال ملا کر فون کان سے لگا لیا۔ کال مل گئی تھی۔

"اسلام علیکم انکل!" فون سے ماہا کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"وعلیکم اسلام! بچے کیسی ہو؟" انہوں نے شفقت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں انکل لیکن آپ یہ بتائیں کیا وہ آیا تھا آپ کے پاس؟" وہ پُر تجسس لہجہ لیے کہہ رہی تھی۔

"ہاں تم نے صحیح کہا تھا کہ وہ میرے پاس آئے گا۔اب کیا کرنا ہے ماہا؟" وہ کچھ بے چین لگ رہے تھے۔

"انکل کیا آپ پریشان ہو رہے ہیں اس کی وجہ سے؟" وہ پریشان سا لہجہ لیے پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں ماہا۔مجھے بس ڈر ہے کہ وہ علینا کے لیے جو کرتا پھر رہا ہے اس کا کوئی فائدہ ہو گا بھی یا نہیں؟" وہ سچ میں اس کی وجہ سے پریشان ہو گئے تھے۔

"انکل اس میں پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ عصام دنیا میں تین لوگوں کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہے۔آپ،علینا اور۔۔۔" اس کی تیزی سے چلتی ہوئی زبان کو یکدم بریک لگی تھی۔وہ تیسرا نام لیے ہوئے ان سب کو ایک عرصہ گزر گیا تھا۔

"اور عاہل۔" انہوں نے کرب سے اپنی آنکھیں بند کی تھیں۔

"اور عاہل۔" ماہا نے اداسی سے وہ نام دہرایا تھا۔چند لمحوں کے لیے وہ دونوں خاموش ہو گئے تھے۔

"انکل آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ اپنوں کے لیے آخری حد تک جاتا ہے۔وہ ایسا ہی ہے۔آپ اس کے لیے پریشان مت ہوں۔" وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ماہا کیا علینا عصام سے محبت کرتی ہے؟" ان کی سب سے بڑی ٹینشن یہی تھی۔ماہا مسکرائی تھی۔

"وہ اس سے محبت کرتی ہے۔بس شاید اسے احساس نہیں ہو پا رہا ہے۔اور اگر احساس ہو گیا ہے تو پھر شاید وہ ڈر رہی ہے۔جس دن وہ ڈرنا چھوڑ دے گی اس دن وہ عصام کے لیے اپنی محبت کو قبول کر لے گی۔اور پھر وہ خود اقرار کرے گی۔آپ کو پتا ہے میں نے تو ریاض سے پچاس ہزار کی شرط بھی لگائی ہوئی ہے کہ علینا عصام سے اپنی محبت کا اقرار کرے گی۔" وہ چہک کر بتا رہی تھی۔

شہریار اس کی آخری بات پر ہنس پڑے تھے۔

"ٹرپ کہاں جارہی ہے یہ ابھی تک ڈیسائڈ نہیں ہوا ہے۔ تم کیا کہتی ہو ہنزہ کو فائنلائز کردوں؟" وہ مسکراتے ہوئے اس سے پوچھ رہے تھے۔ ماہا کھلے دل کے ساتھ مسکرائی تھی۔

"ڈن کردیں باس!" اس نے چہک کر کہا تھا۔

کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد انہوں نے کال بند کردی تھی۔ ماہا انہیں ہمیشہ عصام کی طرف سے مطمئن کردیتی تھی۔ وہ ہمیشہ عصام کی حمایت میں اس انداز سے بات کرتی کہ اس کے خلاف جاتی ہوئی بات بھی اس کے حق میں آجاتی تھی۔

ناجانے ہنزہ میں ایسا کیا ہوا تھا کہ علینا نے عصام سے اظہارِ محبت کرلیا تھا۔ عصام اس اظہارِ محبت پر بہت خوش تھا لیکن شہریار کو اس بات پر ٹینشن ہورہی تھی۔ ہنزہ سے واپس آنے کے بعد جب عصام نے علینا کو پرپوز کیا تو اس نے کوئی بھی ٹائم لیے بغیر ہاں کہہ دی اور یہ بات شہریار کو عجیب قسم کے وسوسوں کا شکار کررہی تھی۔ زنیرہ حدید نے ان کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ صرف اپنے فائدے کے لیے ان سے شادی کی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو اس تکلیف سے گزرنے نہیں دے سکتے تھے۔

یہ GIB میں موجود شہریار کے آفس کا منظر تھا۔وہ سفید روشنی سے بھرے کمرے کے بلکل وسط میں اپنے ڈیسک کے پیچھے پاور سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ان کی نظریں ڈیسک پر پڑی ایک فائل پر مرکوز تھیں۔فائل کے سرورق پر بڑا بڑا سا کانفیڈینشل لکھا ہوا تھا۔ان کی نظروں سے افسوس اور پچھتاوا جھلکتا تھا۔ تبھی آفس کا دروازہ ایک بپ کی آواز سے کھلا تھا۔ کسی نے کارڈ سوائپ کیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ وہ کسی کون تھا۔شہریار کے آفس میں آنے کی اجازت صرف دانیال اسد کو ہی تھی اور اس وقت وہی ان کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ رہے تھے۔

"تم اس فائل سے اتنے آبسیسڈ کیوں ہو گئے ہو؟بس کردو شہریار!وہ تمہاری غلطی نہیں تھی!"دانیال کے لہجے میں اب پریشانی کا عنصر نمایاں تھا۔شہریار نے فائل کو کھولا۔سامنے علینا ضرار کی زندگی کا کچا چٹھا موجود تھا۔

"اس بچی کی زندگی میری وجہ سے برباد ہوئی ہے۔"انہوں نے فائل کے صفحے پر انگلی سے دو بار دستک دیتے ہوئے کہا۔

"اس میں تمہاری غلطی نہیں تھی شہریار! یہ سب اس بچی کے نصیب میں تھا اور اس کے ساتھ ہو کر ہی رہنا تھا۔ تم کیوں اس حقیقت کو accept نہیں کر لیتے؟"

"میں تمہاری طرح پچھلے دو سالوں سے خود کو حقیقت اور نصیب کے نام کی کوئی تسلی نہیں دے رہا! یہ میری کوتاہی تھی! اگر میں تمہاری بات نہ مانتا تو آج وہ لڑکی نارمل ہوتی!" ان کا انداز تھکا ہوا سا تھا۔

"یہ صرف تمہارا اگلٹ ہے جو تمہیں یہ سمجھنے نہیں دے رہا کہ یہ تمہاری غلطی نہیں تھی۔ تمہیں صرف اپنا کام کرنے کے آرڈرز ملے تھے اور تم نے بس اپنا کام ہی کیا!" انہوں نے لفظ کام پر زور دیا تھا۔ شہریار تلخی سے مسکرائے۔

"اگر میں نے اپنا کام کیا ہوتا تو وہ لڑکی آج عصام کی زندگی میں نہیں ہوتی!" ان کا لہجہ ہلکا سا تلخ ہوا تھا۔

دانیال نے انہیں کچھ حیرت سے دیکھا۔

"کیا تم اس لڑکی سے بدگمان ہو رہے ہو؟ شہریار تم جانتے ہو نا کہ وہ لڑکی تمہارے بیٹے کے لیے کتنی ضروری ہو چکی ہے؟" انہیں جیسے شہریار کی بات پر شاک لگا تھا۔

"میں جانتا ہوں اور یہی بات میرا سانس میرے حلق میں اٹکائے ہوئے ہے! اگر وہ لڑکی۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئے۔

"ہر عورت ایک جیسی نہیں ہوتی! ہر عورت اُس کے جیسی نہیں ہوتی!" دانیال نے مدھم سے لہجے میں کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں دانیال۔ میں جانتا ہوں! لیکن مجھے عصام کے لیے ڈر لگتا ہے! اگر وہ لڑکی صرف عصام کے اسٹیٹس اور اس کی دولت کے لیے اس سے منسلک ہونا چاہتی ہوئی تو؟" انہوں نے کسی خوف کے زیرِ اثر کہا تھا۔ دانیال ہکا بکا سا انہیں دیکھ رہے تھے۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ یہ بات تم کہہ رہے ہو؟ تم ایسا کیسے سوچ سکتے ہو؟ اور آخر تمہارے ذہن میں ایسی بات آنے کی وجہ کیا ہے؟" انہیں شہریار سے اس قسم کی بات کی ہرگز کوئی توقع نہیں تھی۔

"وجہ ہے دانیال! ابھی کل تک وہ لڑکی اس سے کوئی رشتہ قائم نہیں کرنا چاہتی تھی اور اب اچانک اس نے ہنزہ میں اس سے اظہارِ محبت بھی کر لیا اور پھر ایک مہینے بعد وہ اسے نکاح کے

لیے بھی ہاں کہہ دیتی ہے! میری سمجھ سے باہر ہے یہ سب!" وہ جھنجھلائے ہوئے سے لگتے تھے۔

"اب تم بے وجہ شک کر رہے ہو شہریار!" انہوں نے قدرے تلخ انداز میں کہا تھا۔

"میں بے وجہ شک نہیں کر رہا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ وہ لڑکی اب عصام کو ہاں کیوں کہہ رہی ہے؟ آخر ہنزہ میں ایسا کیا ہو گیا جو اس نے اب فوراً سے ہاں کہہ دی؟ مجھے اس لڑکی پر شک ہے۔" ان کا لہجہ شک و شبہات سے بھرا ہوا تھا۔

"مجھے تو تمہاری سمجھ نہیں آرہی! ایک طرف تمہیں اس لڑکی سے شدید ہمدردی ہے۔ دو سال سے اس لڑکی کا گلٹ لیے بیٹھے ہو تم اور دوسری طرف تم اس پر شک کر رہے ہو؟" وہ حیران سا ان کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"ہمدردی اور گلٹ ایک طرف لیکن میں اپنے بیٹے کے بارے میں کسی پر نہ تو اعتبار کرتا ہوں اور نہ ہی کوئی کوتاہی برتتا ہوں! اور میں ایک بار تو اس لڑکی کے بارے میں جانچ پڑتال تو ضرور کرواؤں گا۔" انہوں نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

"فلحال تم اس سب کو چھوڑ واور گھر جاؤ۔ عصام کو تم سے بات کرنی ہو گی۔" وہ اٹھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"کیسی بات؟" شہریار کے آبرو حیرت سے سکڑے۔

"علینا کی فیملی لاہور آچکی ہے اور علینا یہ بات عصام کو بتا چکی ہے۔ اب وہ ضرور تمہارا انتظار کر رہا ہو گا کہ کب تم گھر آؤ اور وہ تم سے ڈسکس کرے کہ ان سے ملاقات کب کہاں اور کیسے کرنی ہے۔ اور اب تم پوچھو گے کہ مجھے کیسے پتا تو میں تمہیں بتا دوں کہ عصام نے ماہا کو بتایا تھا کہ وہ تم سے بات کیے بغیر ابھی کچھ ڈیسائڈ نہیں کرنے والا ہے۔"

شہریار کے چہرے پر کوئی نرم سا تاثر عود آیا تھا۔ دانیال ان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ تمہارا بیٹا تمہیں علینا کی وجہ سے فراموش کرتا جا رہا ہے۔"

"میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا۔" انہوں نے تیزی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن تمہارے ہر انداز سے ایسا ہی لگتا ہے۔ تم علینا سے انسیکیور ہو رہے ہو۔"

"میں انسیکیور کیوں ہوں گا؟ میں عصام کا باپ ہوں اور وہ اس کی ہونے والی بیوی۔ دونوں کا اپنا اپنا مقام اور حیثیت ہوتی ہے۔ اپنی ہونے والی بہو سے انسیکیور فیل کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں احمق نہیں ہوں۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے شہریار؟" وہ جیسے ان سے سچ اگلوانا چاہتے تھے۔

"مسئلہ یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ ایک لڑکی میرے بیٹے کا آبسیشن بن جائے۔ اور وہ بھی ایک ایسی لڑکی جس کی اپنی زندگی کے مسئلوں کی فہرست اتنی لمبی ہو کہ وہ انہیں ساری زندگی بھی حل کرنے کی کوشش کرے تو بھی وہ حل نہ ہو پائیں۔

Obsession leads you nowhere except ruination" انہوں نے آخری جملہ جیسے تھک کر کہا تھا۔

دانیال چند لمحے خاموش رہے۔

"یہ آبسیشن نہیں ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ بھلا سا لفظ۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "محبت۔" انہوں نے یکدم کہا تھا۔ "یہ محبت ہے۔"

"غلط۔یہ محبت نہیں ہے یہ عشق ہے اور عشق اپنے آپ میں ایک آبسیشن کی قسم ہوتا ہے۔"انہوں نے افسوس سے سر دائیں سے بائیں ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو میں مان لیتا ہوں کہ یہ آبسیشن ہے۔لیکن پھر بھی تمہیں شکر ادا کرنا چاہیئے شہریار!"انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"شہریار نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

"وہ اس لیے کہ آج کل کے لڑکوں کو ہر مہینے کسی نہ کسی لڑکی کا کوئی نیا آبسیشن ہو جاتا ہے۔کم از کم عصام ایک ہی لڑکی سے آبسیسڈ ہے۔"انہوں نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔بے اختیار شہریار ان کی بات پر ہنس پڑے۔

"میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں۔یہ آبسیشن نہیں ہے۔آبسیشن میں سامنے والے کی مرضی، اس کی بات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔جو لڑکا ایک لڑکی سے آبسیسڈ ہوتا ہے نا وہ اس کا جینا حرام کر دیتا ہے اور تم اور میں یہ اچھے سے جانتے ہیں کہ عصام نے ابھی تک صرف ان کا ہی جینا حرام کیا ہے جنھوں نے علینا کو کوئی تکلیف پہنچائی تھی۔آبسیشن میں عزت نہیں ہوتی شہریار! اگر یہ آبسیشن ہوتا تو بات کبھی نکاح تک نہ آتی اور نہ ہی تمہارا بیٹا بیٹھ کر تمہارے گھر

آنے اور علینا کی فیملی کی اجازت کا انتظار کرتا۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔" غور سے سننا۔ آبسیشن میں بے چینی ہوتی ہے۔ انتظار نہیں۔ اور عصام کا انتظار ہم سب کے سامنے ہے۔" انہوں نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

شہریار ان کی بات پر خاموش ہو گئے۔ یہ ایک نشانی تھی کہ وہ ان کی بات پر مطمئن ہو گئے تھے۔

"تم عصام کے معاملے میں اپنا وقت کیوں بھول جاتے ہو؟ ایک وقت تھا جب زارا بھی ہر وقت تمہارے اعصاب پر سوار رہتی تھی۔ تم کبھی اسے بھولتے ہی نہیں تھے۔" ان کی آواز مدھم پڑی تھی۔

"میں آج بھی کونسا اسے بھول پایا ہوں؟" دانیال کو لگا شہریار کی آنکھوں میں پانی چمکا تھا۔

"اور تم بات کرتے ہو آبسیشن کی؟" وہ استہزائیہ سا ہنسے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ شہریار ان کی بات سن کر ساکت رہ گئے۔

دانیال سے بات کرنے کے بعد بھی ان کا دل علینا کی طرف مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اب ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ بچا تھا کہ وہ علینا کو سچ بتا دیتے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ کیا کرنے

Clubb of Quality Content

جا رہے تھے لیکن انہیں یہی صحیح لگا تھا۔ محبت اصل سے کی جاتی ہے اور اگر علینا عصام کا اصل جاننے کے بعد بھی اس سے نکاح کے لیے راضی ہو گئی تو وہ مطمئن ہو جائیں گے ورنہ وہ خود ہی یہ رشتہ ختم کر دے گی۔ انہوں نے علینا سے جائیداد والی بات جھوٹ بولی تھی، یہ جاننے کے لیے کہ کہیں وہ عصام کی دولت کے لیے تو اس کے پیچھے نہیں ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر علینا نے عصام کو کچھ بھی بتانے کی کوشش کی تو ان کے پاس بھی اس کی کمزوری تھی اور اگر وہ بلیک میل نہ بھی ہوئی تو بھی ان کے پاس اتنا پیسہ تھا کہ وہ تمام زندگی اس کا منہ بند رکھوانے کے لیے کافی ہوتا۔ لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ علینا کا یہ کہنا کہ اسے عصام شہریار خان سے نہیں صرف عصام سے محبت تھی، انہیں قائل کر گیا تھا۔ وہ جاتے جاتے اسے وارن کر گئے تھے۔ اس کا راز اس کے سامنے بتا کر وہ اسے یہ جتا گئے تھے کہ اسے اس بات کو ہر صورت راز رکھنا ہو گا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ اس بات سے ڈرتی تھی کہ کہیں عصام کو اس کے ماضی کے بارے میں معلوم نہ ہو جائے اور انہوں نے اس کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھایا تھا۔ نکاح کی رات وہ علینا سے بہت شرمندہ تھے لیکن پھر اس رات ان کے درمیان ہوئی اس گفتگو کے بعد اگر شہریار کے دل میں علینا کے لیے کوئی غلط فہمی یا

Clubb of Quality Content

سختی تھی بھی، تو وہ ختم ہو گئی۔وہ دل سے اسے اپنے خاندان کا حصہ اور اپنی بہو تسلیم کر چکے تھے۔ان کا دل علینا کے لیے نرم پڑ گیا تھا۔

نکاح کے کچھ دیر بعد ہی شہریار نے عصام سے نکاح کو پبلک نہ کرنے کی بات کی تھی۔اور اس کی وجہ یہ تھی کہ علینا سے بات کرنے کے بعد انہیں یہ خیال آیا تھا کہ نکاح پبلک ہونے کی صورت میں علینا کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔انہیں سب سے پہلے عاہل کا خیال آیا تھا۔اگر وہ یہ خبر سن کر پاکستان آ گیا تو؟اور اس سب کے بعد انہیں اس بات کی زیادہ ٹینشن ہو رہی تھی کہ ان دونوں کو چند دنوں میں زیورک بھی جانا تھا۔وہاں جہاں عاہل تھا۔انہوں نے عصام سے تھریٹس کا بہانہ بنا دیا تھا۔اور زیورک میں بھی اس کے ساتھ ڈبل سیکیوریٹی بھیجی تھی۔سیکیوریٹی کا ایک گروپ علینا اور عصام کے ساتھ تھا۔یہ گروپ شاہزیب کے زیرِ نگرانی تھا۔دوسرا گروپ خفیہ تھا۔وہ عام لوگوں کے کپڑوں میں ملبوس تھے اور مسلسل شاہزیب کے ساتھ رابطے میں تھے۔وہ ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے تھے۔شہریار نے زیورک میں ان کے ساتھ ایک اچھا وقت گزارا تھا۔جی آئی بی میں ایک ایمرجنسی ہونے کی وجہ سے وہ جلدی پاکستان آ گئے تھے ورنہ ان کا پلان ان دونوں کے ساتھ ہی آنے کا تھا۔علینا کو عصام کے

ساتھ ہنستا بولتا دیکھ کر شہریار کا گلٹ بھی کم ہو گیا تھا۔وہ نارمل ہو رہی تھی۔یہ بات ان کے لیے باعثِ خوشی تھی۔

نیو ایئر نائٹ پر ہوئے تماشے نے شہریار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔شاہزیب نے انہیں سب بتا دیا تھا۔انہیں بہت غصہ آ رہا تھا۔مستجاب خاندان ان کی زندگیوں سے نکل کیوں نہیں جاتا تھا؟ انہیں یہ سوچ سوچ کر بھی پچھتاوا ہو رہا تھا کہ آخر حیدر کو ان کی یونیورسٹی میں داخلہ ملا ہی کیوں؟لیکن وہ اس میں کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ان کی یونیورسٹی میں انتہائی اسٹرکٹ میرٹ تھا۔کوئی بھی حیدر کو ان کی یونیورسٹی میں داخلہ لینے سے روک نہیں سکتا تھا۔

عصام علینا کو گھر چھوڑنے گیا تھا لیکن جب اگلے پورے دن ان کی عصام سے بات نہ ہو پائی تو انہیں ہول اٹھنے لگے۔وہ مسلسل اسے کال کر رہے تھے لیکن وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔

شاہزیب نے ان سے کہا تھا کہ وہ علینا کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اس کے پاس ہی رک گیا تھا۔لیکن ان کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

پھر رات کو عصام کے گھر آنے سے پہلے انہوں نے شاہزیب پر زور دے کر اصل بات اُگلوا ہی لی تھی۔اور اصل بات سن کر ایک لمحے کے لیے ان کا دل رک گیا۔ان کا بیٹا ارحم شاہنواز

جیسے جانور کا قاتل بن گیا تھا؟ انہیں شاہزیب پر حیرانی ہوئی کہ آخر وہ ان سے چھُپ کر عصام کا ساتھ کیوں دیتا رہا؟

"عصام ایسا کرنے والا تھا یہ بات تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی؟" وہ زندگی میں پہلی بار شاہزیب پر غرائے تھے۔

"کیونکہ اگر میں عصام کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا! آپ بھی یہی کرتے سر! آئی ایم رئیلی سوری کہ ہم نے آپ کو اندھیرے میں رکھا لیکن ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ آپ مجھے جو بھی سزا دینا چاہیں مجھے قبول ہے!" وہ باادب سا کہہ رہا تھا۔

عصام گھر آیا تھا اور انہوں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ شاید ان کی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ ان کا پیارا سا بیٹا قاتل بن گیا تھا۔ یہ احساس اپنے آپ میں ہی بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ ان سے گلے لگ کر معافی مانگ رہا تھا اور وہ خود کو رونے سے روکے ہوئے تھے۔ وہ گیا تو وہ خود پر قابو نہیں رکھ پائے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ اور غلطی کسی کی بھی نہیں تھی۔ ابھی عصام کو گھر سے نکلے ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ ان کے

موبائل پر کال آنے لگی۔ کال کرنے والے کا نام دیکھ کر ان کی پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ انہیں لگا کچھ بہت بُرا ہو گیا تھا۔

کال کرنے والا۔۔۔

عاہل مستجاب تھا۔

انہوں نے فوراً کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا۔

"انکل! میری بات غور سے سنیں! وہ علینا کے پیچھے گیا ہے! وہ علینا کو مار دے گا! آپ جانتے ہیں میں کس کی بات کر رہا ہوں! وہ عصام کو بھی مار دے گا! اسے سچ پتا چل گیا ہے! اسے سچ پتا چل گیا ہے! عصام کون ہے اسے پتا چل گیا ہے! آپ ابھی علینا کو اس کے فلیٹ سے نکال کر کسی سیف جگہ منتقل کریں اور عصام کو بھی سیف کریں!" عاہل کی بوکھلائی ہوئی سی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تو انہیں اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

یااللہ! عصام تو علینا کو ہی لینے گیا تھا!

وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگے تھے۔ گاڑی چلاتے ہوئے شہریار نے دانیال کو کال کی تھی۔

"دانیال علینا کے فلیٹ پر ہمارے لوگ بھیجو! جی آئی بی کے لوگ! مجھے وہاں سب چاہیئے! پیرامیڈکس خاص طور پر!" وہ تیزی سے کہہ رہے تھے۔

وہ علینا کے فلیٹ پہنچے تو وہاں پہلے سے ہی جی آئی بی کے لوگ ریسکیو ون ٹو ٹو کے کپڑوں میں موجود تھے۔اس کے فلیٹ پر آگ لگی ہوئی تھی اور عصام اور علینا اندر تھے۔دروازہ توڑا گیا تو آگ کی لپٹیں باہر کو نکلیں۔وہ سب تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے۔انہوں نے فائر ایکسٹنگوشر سے آگ بجھانی شروع کی۔دروازے سے تھوڑا دور ہی انہیں عصام فرش پر بے ہوش گرا ملا تھا۔اس کے سر سے خون نکل رہا تھا۔پیرامیڈک نے آگے بڑھ کر اس کی نبض چیک کی۔

"یہ ٹھیک ہے سر! صرف خون بہا ہے! ہم اسے ہوسپٹل لے کر جا رہے ہیں!" پیرامیڈک نے کہا۔وہ اسے خون روکنے کی بے سک سی ٹریٹمنٹ دے کر قریبی ہسپتال لے کر جانے والے تھے۔وہ اسے ہیڈ کوارٹر نہیں لے کر جا سکتے تھے۔شہریار کی اگلی نظر عصام سے تھوڑے فاصلے پر ہی فرش پر پڑی علینا پر گئی۔وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔وہ فرش پر اوندھے منہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔اس کی کمر میں تین گولیاں ماری گئی تھیں۔لاؤنج کا وہ

Clubb of Quality Content

حصہ اس کے خون سے بھرا ہوا تھا۔ پیرا میڈکس اس کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے اس کی نبض چیک کی، وہ بہت مبہم تھی۔

"اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہو گا سر! خون بہت زیادہ بہہ چکا ہے اور ہوسپٹل ہمیں یہاں سے بہت دور پڑے گا! ہم یہاں اسے ہر گز ٹریٹمنٹ نہیں دے سکتے!"

ایک لمحہ لگا تھا شہر یار کو فیصلہ کرنے میں۔ ایک لمحہ لگا تھا شہر یار کو اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے میں۔ اپنی زندگی بھی۔

"ہیڈکوارٹرز لے کر چلو اسے!" انہوں نے حکم دیا تھا۔ ہیڈکوارٹر ہسپتال کے مقابلے میں اس علاقے سے بہت کم فاصلے پر تھا۔

وہ خود بھی ہیڈکوارٹر ہی جا رہے تھے۔ راستے میں انہوں نے دانیال کو کال کی۔ وہ ہیڈکوارٹر میں ہی تھے۔

"ایمرجنسی میں سب کو تیار رہنے کے لیے کہو! علینا وہاں آ رہی ہے! اس کی کمر میں تین گولیاں لگی ہیں۔ میڈیکل فیسلٹی کے ہر فرد کو بتا دو کہ ہر چیز کے لیے تیار رہے! انہیں ہر حالت میں اسے بچانا ہے!" وہ اپنی آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

ہیڈ کوارٹر میں علینا کا آپریشن شروع ہو گیا تھا۔اس کا آپریشن چار گھنٹے تک چلا تھا۔شہریار آپریشن تھیئٹر کے باہر کھڑے تھے جب ڈاکٹر باہر نکلا۔

"وہ ٹھیک ہے؟"شہریار نے خود کو کہتے سنا۔ڈاکٹر چند لمحے ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"سر آپ کو کچھ بتانا ہے۔آپ میرے ساتھ چلیں۔"

شہریار اور دانیال ایک ساتھ ہی کھڑے تھے۔شہریار دانیال کو سب بتا چکے تھے۔

وہ بند ہوتے ہوئے سانس کے ساتھ ڈاکٹر کے آفس میں آ گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ہم نے بُلٹس ریموو کر دی ہیں۔وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔لیکن گردن کے قریب لگی گولی نے علینا کی ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچایا ہے۔"وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔"علینا کوما میں چلی گئی ہے۔"شہریار کو وہ الفاظ کسی چابک کی طرح لگے تھے۔وہ کئی لمحے سن بیٹھے رہے۔

"وہ واپس ہوش میں کب آئے گی؟"شہریار نے خود کو کہتے سنا۔دانیال جیسے سکتے میں آ گئے تھے۔

"ہمیں اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔شاید دن۔شاید مہینے۔شاید سال۔شاید کبھی نہیں۔"

شہریار کا فون بجنے لگا۔وہ کسی مردہ انسان کی طرح چلتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔انہیں اس ہسپتال سے کال آئی تھی جہاں عصام ایڈمٹ تھا۔اس کی ٹریٹمنٹ کر دی گئی تھی۔لیکن وہ اس وقت ہوش میں نہیں تھا۔

"علینا کو روم میں شفٹ کر دو اور اس کا خیال رکھنا!"وہ مردہ سے انداز میں دانیال سے کہتے ہیڈ کوارٹر سے نکل گئے تھے۔

وہ ہسپتال آ گئے تھے۔ان کے ہسپتال آنے کے چند گھنٹوں بعد ہی عصام کو ہوش آ گیا تھا۔وہ اس کے سامنے جانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔اگر اس نے ان سے علینا کے بارے میں پوچھ لیا تو وہ کیا جواب دیں گے؟

وہ بے جان قدموں کے ساتھ اس کے روم میں آئے تھے۔وہ اس کے پاس کُرسی رکھ کر بیٹھ گئے۔عصام نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ڈاکٹرز بھی وہیں تھے۔

"سوفائنلی آپ کو ہوش آگیا!"ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے عصام سے کہا۔اس کا چہرہ بے تاثر رہا۔

"میں آپ سے چند سوال پوچھوں گا۔آپ کو میرے سوالوں کا جواب دینا ہوگا اوکے۔"ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔اگر کسی پیشنٹ کے سر پر کوئی انجری ہوتی تو ڈاکٹر اکثر پیشنٹ کے ہوش میں آنے پر اس کے ساتھ سوالوں کی چھوٹی سی مشک کرتے تھے۔یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں ہیڈ انجری کی وجہ سے پیشنٹ کی یادداشت پر تو کوئی اثر نہیں پڑا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"عصام شہریار خان۔"اس کی نقاہت زدہ آواز کمرے میں گونجی۔

شہریار کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ان کی توقع کے مطابق عصام نے انہیں دیکھتے ساتھ ہی علینا کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

"یہ کون ہیں؟"ڈاکٹر نے شہریار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرے ڈیڈ ہیں۔"

"بے ہوش ہونے سے پہلے آخری منظر آپ نے کیا دیکھا تھا؟"

"میں گاڑی چلا رہا تھا اور یکدم گاڑی میرے کنڑول سے نکل کر ایک ٹرک سے جا ٹکرائی۔"

وہ بے تاثر سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

شہریار سانس نہیں لے سکے۔

"آج کی ڈیٹ کیا ہے عصام؟"

"3 جون، 2022۔" اس نے کہا۔

ڈاکٹر نے یکدم چونک کر اسے دیکھا۔

شہریار کو چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔

"لیکن آج تو 3 جنوری، 2023 ہے۔" ڈاکٹر بھی پریشان ہو گیا تھا۔

عصام کو جھٹکا لگا۔ "ایسا کیسے ہو سکتا ہے!"

"تم ایکسیڈنٹ کے بعد سات مہینوں کے لیے کوما میں چلے گئے تھے۔" شہریار نے خود کو کہتے سنا۔ ایک لمحہ لگا تھا انہیں فیصلہ لینے میں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کیا؟"عصام بے یقینی کے عالم میں بس اتنا ہی کہہ سکا۔

ڈاکٹر شہریار کا منہ دیکھنے لگا۔وہ جھوٹ بول رہے تھے۔شہریار نے ڈاکٹر کو اشارہ کیا تو اس نے بھی شہریار کی بات کی تائید کر دی۔

"ان فارچونیٹلی عصام لیکن ایسا ہی ہوا ہے۔آپ سات مہینے کے لیے کوما میں تھے۔آپ کے سر پر موجود چوٹ بہت سیویئر تھی۔"ڈاکٹر نے کچھ دیر مزید عصام کے ساتھ بات کر کے اسے نارمل کرنے کی کوشش کی۔لیکن اس کا شاک ختم نہ ہوا۔ڈاکٹر نے اس کے کچھ اسکینز سجیسٹ کر دیے۔اس نے شہریار سے کوئی بات نہیں کی۔شہریار نے بھی پہل کرنے کی کوشش نہیں کی۔انہیں ایک کے بعد ایک شاک لگ رہا تھا۔اگلے دن اس کے اسکینز کی رپورٹس آگئی تھیں۔

"یہ اس کے دماغ کے اسکینز ہیں۔Hippocampusنام کا یہ حصہ یادداشت بنانے اور اسٹور کرنے کا کام سرانجام دیتا ہے۔اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اسی حصے کو بلنٹ فورس ٹراما کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے۔"وہ لال رنگ کی لیزر کی مدد سے اسکینز کو واضح کرتے ہوئے کہہ

رہے تھے۔"اور اسی لیے عصام اپنی سات مہینوں کی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔وہ سات مہینے پہلے اپنے ایکسیڈنٹ کے ٹائم پر چلا گیا ہے، جب اس کے سر پر چوٹ لگی تھی۔"

"کیا اس کی یادداشت واپس آئے گی؟"شہریار نے ایک آس لیے پوچھا۔

"جی۔یہ Retrograde Amnesia کا کیس ہے۔اس بیماری میں پیشنٹ کی یادداشت کا ایک مخصوص حصہ پیشنٹ کے دماغ سے محو ہو جاتا ہے۔جیسے وہ کبھی ہوا ہی نہ ہو۔ عصام کے معاملے میں بھی یہی کیس ہے۔اسے بھی ان سات ماہ کے درمیان ہوئی کوئی بات یاد نہیں ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ اسے کبھی کچھ یاد نہیں آئے گا۔وقت کے ساتھ اس کی یادداشت واپس آجائے گی۔"

"کتنا وقت لگے گا؟"

"معاف کیجیے لیکن میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا اسے باتیں یاد دلانے سے سب یاد آجائے گا؟"

"ایسا ہونا تو ممکن ہے لیکن میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ عصام کے معاملے میں یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ڈیمیج زیادہ ہوا ہے۔ہم اسے سب یاد کرنے کے لیے فورس نہیں

کر سکتے۔ ہم صرف انتظار کر سکتے ہیں۔اس دورانیے میں آپ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑے گا کہ آپ اسے ہر طرح کے ایموشنل اسٹریس سے دور رکھیں۔ یہ اس کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

شہریار بے جان قدموں کے ساتھ ہیڈ کوارٹر واپس آ گئے تھے۔

"اب تم کیا کرو گے؟" دانیال اس کے پاس کھڑے پوچھ رہے تھے۔ وہ انہیں سب بتا چکے تھے۔

"علینا ضرار مر چکی ہے۔" شہریار کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن کر وہ چونکے تھے۔

"وہ زندہ ہے۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"دنیا کے لیے!" انہوں نے دانیال کی طرف دیکھا۔ "میں عصام کو امریکہ بھیج رہا ہوں۔ اسے کچھ یاد نہیں ہے۔ پاکستان اس کے لیے سیف نہیں رہا اب۔ اسے کچھ یاد نہیں رہا۔ علینا بھی کوما میں ہے۔ دنیا کے لیے علینا ضرار کا مرنا بہت ضروری ہے ورنہ وہ عصام کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" ان کے لہجے سے تھکاوٹ واضح ہو رہی تھی۔ جیسے وہ صدیوں کے تھکے ہوئے ہوں۔

Clubb of Quality Content

"اور علینا؟"

"وہ یہیں رہے گی، جب تک اسے ہوش نہیں آجاتا۔وہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ سیف یہاں رہے گی۔ تم میری مدد کرو بس۔ باقی سب میں دیکھ لوں گا۔" دانیال نے ہامی بھر لی تھی۔

علینا کی موت کی خبر پر اس کے گھر والوں کو سنبھالنا شہریار کے لیے بہت مشکل رہا تھا۔اس کے بعد ماہا کو یہ یقین دلانا کہ علینا اب زندہ نہیں رہی تھی۔سب سے زیادہ مشکل تھا۔اس کی ایک فیک قبر بھی بنادی گئی تھی۔ عصام کو ہسپتال سے گھر لانے سے پہلے انہوں نے عصام کے کمرے اور گھر سے ہر وہ چیز غائب کر دی تھی جو علینا سے جُڑی تھی۔ شہریار نے عصام کو سیکیوریٹی تھریٹس کے بہانے زبردستی امریکہ بھجوادیا تھا۔

علینا ضرار مر چکی تھی۔

عصام شہریار خان کی زندگی کے سات ماہ محو ہو گئے تھے۔

اور وقت جعل ساز ثابت ہوا تھا۔

****

باب نمبر 10

وقت:

محسن

کبھی تو وقت کے سائے بھی مہرباں ہوں گے

کبھی تو کھوئی ہوئی اک خوشی ملے گی ہمیں

کبھی تو درد کی شدت بھی دل میں کم ہو گی

کبھی تو ایک نئی زندگی ملے گی ہمیں

کبھی تو پھول کھلیں گے اداس راہوں میں

کبھی تو صحن چمن میں بہار آئے گی

کبھی تو کونپلیں پھوٹیں گی زرد پیڑوں پر

کبھی تو اوس گلوں پر نکھار لائے گی

کبھی تو پیار ملے گا ہماری دنیا میں

کبھی تو لوگ یہ سوچیں گے زندگی کیا ہے

کوئی تو نام محبت کا لے کے آئے گا

کبھی تو لوگ یہ سمجھیں گے بندگی کیا ہے

(کبھی تو۔ شہناز نقوی)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

8 سال پہلے۔

15 اگست، 2020۔

لاہور، پاکستان۔

ملیحہ کو میگزین کے ریلیز ہونے سے پہلے ہی مستجاب اور زنیرہ کے افیئر کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا۔ انہوں نے مستجاب کی مشکوک حرکتوں کی بنا پر چند مہینے پہلے ہی اس کے پیچھے ایک پرائیویٹ ڈیٹیکٹو لگایا تھا۔ اور اسی کے ذریعے ملیحہ کو اس افیئر کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ یہ ان کے لیے ایک شاک ثابت ہوا تھا۔ لیکن وہ ان عورتوں میں سے نہیں تھیں جو بیٹھ کر اپنے شوہر کی بے وفائی پر روتیں۔

زنیرہ پاکستان میں شفٹ ہو چکی تھی اور مستجاب اس سے ملنے اس کے آپارٹمنٹ جایا کرتا تھا۔ ملیحہ کو اس آپارٹمنٹ کا پتا اس پرائیویٹ ڈیٹیکٹو کے ذریعے مل گیا تھا اور وہ میگزین ریلیز ہونے والی صبح زنیرہ کے سر پر پہنچ گئی تھیں۔ انہیں امید تھی کہ مستجاب وہیں پر ہو گا لیکن وہ جا چکا تھا۔ وہ ان دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتی تھیں۔

اپنے آپارٹمنٹ پر ملیحہ کو دیکھ کر زنیرہ کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ سچ میں گھبرا گئی تھی۔

"میں یہاں تم دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ کر ذلیل کرنا چاہتی تھی لیکن بدقسمتی سے مستجاب جلد ہی چلا گیا یہاں سے!" ملیحہ نے تنفر بھرے لہجے میں کہا۔ زنیرہ لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔

"فکر مت کرو! میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو شوہر کی بے وفائی کا سارا ملبہ دوسری عورت پر ڈال دیتی ہے۔ میں تم دونوں کو پوری دنیا میں برابر ذلیل کروں گی!" وہ کہہ کر پلٹنے لگی تھیں جب زنیرہ نے کہا۔

"میں مستجاب کی بیوی ہوں! اور تم ہم پر کوئی الزام نہیں لگا سکتیں!" زنیرہ نے فخریہ سے انداز میں کہا۔

وہ زنیرہ کی طرف واپس پلٹیں۔

"میں ملیحہ زاران خان ہوں۔ وہ عورت جس سے دنیا کے سامنے مستجاب نے شادی کی تھی! یوں چھپ کر نہیں! میں اس کے بیٹوں کی ماں ہوں۔ اس دنیا کے سامنے میرے اور مستجاب کے تعلق کی اہمیت زیادہ ہے!" ملیحہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"دنیا کے سامنے اہمیت ہے! لیکن مستجاب کے سامنے تمہارے اور اس کے تعلق کی کیا اہمیت ہے؟" زنیرہ نے استہزائیہ سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو ملیحہ کے چہرے کے تاثرات یکدم بدلے۔

"میں بتاؤں؟"زنیرہ نے ایک قدم ملیحہ کی طرف بڑھایا۔"تم اس کی مجبوری ہو اور میں اس کی محبت! تم اپنے اور اس کے تعلق کی بات کرتی ہو؟میرا اور اس کا تعلق اتنا مضبوط تھا کہ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔وہ بھی تمہاری اور اس کی شادی سے پہلے! تم ہمارے تعلق کی مضبوطی کی نوعیت اس بات سے جانچ سکتی ہو کہ وہ بچہ آج بھی ہماری محبت کی نشانی کے طور پر زندہ ہے!"زنیرہ کے لہجے میں کوئی شرمندگی،کوئی ندامت نہ تھی۔ملیحہ اس کی بات سن کر ساکت رہ گئیں۔مستجاب کی ایک ناجائز اولاد تھی؟

"اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے اپنا موازنہ مت کرو۔"وہ اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

ملیحہ مزید کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلی آئیں۔

ملیحہ کے جاتے ساتھ ہی زنیرہ نے لاؤنج میں چیزوں کو توڑنا شروع کر دیا۔جو چیز اس کے ہاتھ میں آتی وہ اٹھا کر زمین پر پٹخ دیتی۔شور شرابا سن کر سترہ سالہ حیدر اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

Clubb of Quality Content

"مام یہ شور کیسا ہے ؟اور کیا آپ کی دوست چلی۔۔۔"لاؤنج کی حالت دیکھ کر باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔

"حیدر تم اپنے کمرے میں جاؤ!"زنیرہ نے اسے دیکھ کر غصے سے کہا۔وہ خاموشی سے اندر چلا گیا۔

زنیرہ کچن میں آئی۔اس نے چُھری پکڑی اور اپنے ہونٹ کے کنارے پر ہلکا سا کٹ لگایا۔ خون کی ایک باریک لکیر اس کے ہونٹ سے نکلنے لگی۔وہ لاؤنج میں لگے آئینے کے پاس آئی۔ جوڑے میں بندھے بالوں کو کھولا تو لمبے خوبصورت بال کمر پر پھسل گئے۔وہ اس عمر میں بھی بلا کی خوبصورت تھی۔آنکھوں میں لگا کاجل اور مسکارہ اس نے انگلیوں سے مل کر آنکھوں کے گرد پھیلا دیا۔پھر اس نے کاؤنٹر پر پڑے اپنے موبائل کو اٹھایا اور مستجاب کا نمبر ملا کر موبائل کان سے لگالیا۔

"ہیلو؟"کال اٹھالی گئی تھی۔جیسے ہی کال اٹھائی گئی وہ رونے لگی۔

"زنیرہ؟زنیرہ کیا ہوا ہے ؟"مستجاب کی فکر مند سی آواز زنیرہ کی سماعت سے ٹکرائی۔

"مستجاب!"وہ روتے ہوئے اس کا نام پکار رہی تھی۔

"فار گاڈز سیک زنیرہ! مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک تو ہو؟" مستجاب گھبرا گیا تھا۔

"مستجاب ملیحہ یہاں آئی تھی۔ وہ ہمارے بارے میں جان گئی ہے۔ اس نے پورا لاؤنج برباد کر دیا ہے۔ اس نے حیدر کو چلا چلا کر ہماری ناجائز اولاد کہا ہے۔ وہ بہت ڈرا ہوا ہے۔ تم پلیز گھر آجاؤ! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے!" وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"اچھا میں آرہا ہوں۔ تم حیدر کو سمجھاؤ میں آرہا ہوں۔" وہ فکرمند سا کہہ رہا تھا۔

کال بند ہو گئی تو وہ اٹھ کر حیدر کے کمرے میں گئی۔ وہ پریشان سا اپنے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"مام آپ کو کیا ہوا ہے؟" ماں کے ہونٹ سے خون نکلتا دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو گیا۔

"کچھ نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ تمہارے ڈیڈ آرہے ہیں حیدر! اور تمہیں ان کے سامنے رونا ہے! خود کو جتنا خوفزدہ ظاہر کر سکتے ہو تمہیں کرنا ہے! آئی بات سمجھ میں؟" حیدر نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کمرے سے نکل گئی۔

وہ لاؤنج کے صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ زنیرہ کے ہونٹوں پر اب مسکراہٹ تھی۔

"تمہارا کھیل ختم ملیحہ زاران خان!"اس نے تمسخرانہ انداز میں اس کا نام پکارا۔پھر وہ ہنسنے لگی۔

زنیرہ اور مستجاب کا افیئر بہت پُرانا تھا۔اور یہ افیئر سب سے چُھپا ہوا تھا لیکن مسئلہ تب ہوا جب زنیرہ کے والد نے زنیرہ پر پریشر ڈال کر اس کی شادی شہریار سے کروانا چاہی۔

"وہ میری شادی اپنے دوست کے بیٹے سے کردیں گے مستجاب!"اس دن وہ اس کے سامنے پریشان سی بیٹھی تھی۔

"تم اس سے شادی کرلو!"زنیرہ اس کا منہ دیکھنے لگی۔"دیکھو زنیرہ میں تم سے ابھی شادی نہیں کرسکتا۔میں تو خود ابھی ملیحہ زاران سے شادی کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" مستجاب نے اسے اپنی مجبوری بتائی۔

"ملیحہ؟"زنیرہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر مستجاب نے زنیرہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"دیکھو۔تم جانتی ہو۔میں سیاست میں جانا چاہتا ہوں اور ملیحہ کا باپ ایک منسٹر ہے اور اس کا سیاسی بیک گروانڈ کمال کا ہے۔اوپر سے وہ گورنمنٹ میں ہے۔اگر میں ملیحہ سے شادی کرلیتا

ہوں تو مجھے سیاست میں ایک ڈائریکٹ اینٹری مل جائے گی۔یہ میرے کیریئر کے لیے بہت ضروری ہے۔"مستجاب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تمہیں میری کوئی پرواہ نہیں ہے کیا؟"اس کے لہجے میں دباد باسا غصہ تھا۔

"پرواہ ہے،اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ ابھی شادی کرلو۔بعد میں جیسے ہی میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تم سے شادی کرلوں گا۔اس کے بعد میں ملیحہ کو چھوڑ دوں گا!پلیز میری بات مان لو!"وہ نرمی سے اب اسے سمجھا رہا تھا۔

زنیرہ نے مستجاب کی بات مان لی تھی۔شادی ہونے کے بعد بھی ان دونوں کے تعلقات میں کوئی بھی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔اور ان تعلقات کی نوعیت جنسی تعلقات تک پہنچ چکی تھی۔اسی دورانیے میں زنیرہ کو معلوم ہوا کہ وہ پریگننٹ تھی۔اس نے ولدیت کلیئر کرنے کے لیے اس بچے کا ڈی این اے ٹیسٹ کروایا تھا۔اس کا خیال تھا کہ وہ شہریار کا بچہ ہو گا۔اس صورت میں تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔وہ اس بچے کی پیدائش کے بعد اسے شہریار کو دے سکتی تھی۔اسے شہریار کے بچے سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔لیکن اس کے تمام خیال غلط ثابت ہوئے جب ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ میں ولدیت مستجاب کی نکلی۔زنیرہ کو زندگی میں

پہلی بار لگا کہ اس کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل چکی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اگر مستجاب کو اس کی پریگنینسی کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ اس پر ابارشن کروانے کے لیے زور ڈالے گا۔اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔اگر شہریار کے بچے کو ابارٹ کروانے کی بات ہوتی تو اسے کوئی مسئلہ نہ تھا لیکن یہ اس کا اور مستجاب کا بچہ تھا۔وہ اپنے بچے کو نہیں مار سکتی تھی۔اس نے مستجاب سے یہ بات چھُپا لی۔اس نے سوچا تھا کہ اس بچے کی پیدائش تک شاید وہ مستجاب کو سمجھا سکے گی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ایک مرتبہ اس نے سرسری سے انداز میں مستجاب سے بات کرنے کی کوشش کی تھی، صرف یہ جاننے کے لیے کہ ایسی کسی حالت میں اس کا کیا ردِ عمل ہوگا لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔وہ اپنے کیریئر کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس بچے کی پیدائش تک زنیرہ نے مستجاب کو اس بات سے بے خبر رکھا کہ وہ اس کی اولاد تھی۔اس نے اسے یہی بتایا تھا کہ وہ شہریار کا بچہ تھا۔لیکن اس بچے کی پیدائش کے ایک مہینے کے اندر اندر ہی شہریار کو اس کے اور مستجاب کے افیئر کے بارے میں معلوم ہو گیا۔اور تبھی اس نے شہریار کو سچ بتا دیا۔اسے ایک یہی راستہ نظر آیا تھا جس سے وہ اس بچے کو اپنے ساتھ لے جا سکتی تھی۔اسے لگا کہ وہ اس بچے کو ساتھ لے کر جائے گی تو مستجاب اپنی اولاد کو دیکھ کر پگھل جائے گا لیکن شہریار نے اس کے سامنے ایک ایسی بات رکھی جو اس نے کبھی سوچی ہی

ناول کلب
Clubb of Quality Content

نہیں تھی۔ مستجاب کو ان لوگوں سے نفرت تھی جو اسے دھوکا دیتے تھے اور اس نے مستجاب کو دھوکا دیا تھا۔ اگر مستجاب کو اس بچے اور اس کے دیے ہوئے دھوکے کے بارے میں معلوم ہو جاتا تو وہ سچ میں اسے مار ڈالتا۔ اس وقت اسے اس بچے سے زیادہ اپنی زندگی پیاری تھی۔

شہریار اس بچے کو پالنے کے لیے تیار تھا تو پھر مسئلہ کیا تھا؟ وہ آرام سے اپنی زندگی مستجاب کے ساتھ گزار سکتی تھی۔ شہریار سے طلاق لینے کے بعد اس نے کچھ عرصے بعد ہی مستجاب سے رابطہ کیا تھا۔ مستجاب نے اسے لندن بھجوا دیا تھا۔ لندن جانے کے کچھ عرصے بعد ہی اس نے خوفیہ طور پر اس سے نکاح کر لیا تھا اور اس دوران ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ حیدر مستجاب۔ مستجاب نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی وہ مکمل طور پر سیاست میں اسٹیبل ہو گا وہ خود ہی ان کی شادی پبلک کر دے گا۔ زنیرہ نے بھی ہامی بھر لی تھی۔ ان تمام سالوں کے درمیان زنیرہ کا رابطہ کبھی بھی عصام یا پھر شہریار سے نہیں ہوا تھا اور وہ کوئی رابطہ چاہتی بھی نہیں تھی۔ وہ مستجاب کے ساتھ خوش تھی۔

کچھ مہینوں پہلے ہی مستجاب اسے حیدر کے ساتھ پاکستان لے آیا تھا۔ وہ اپنی شادی پبلک کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے اس کام کے لیے ایک مشہور میگزین کو چنا تھا

جس کا مالک اس کا دوست تھا۔اس نے اس میگزین میں اپنی شادی کی خبر بڑے ہی اچھے انداز سے چھپوائی تھی یوں کہ یہ ایک اسکینڈل نہ لگتا بلکہ ایک سیاستدان کی دوسری شادی لگتی لیکن آج صبح جب وہ میگزین ریلیز ہونی تھی ملیحہ اس کے آپارٹمنٹ پہنچ گئی۔ مستجاب آج اس سے ملنے آیا تھا لیکن وہ ملیحہ کے آنے سے پہلے ہی جا چکا تھا۔اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کے سامنے شادی سے پہلے اپنی پریگنینسی کی بات کی تھی۔وہ جانتی تھی، یہ جاننے کے بعد کہ اس کے شوہر کی ایک ناجائز اولاد تھی وہ اس سے طلاق لینے والی تھی۔اور جہاں تک بات مستجاب کی تھی تو وہ یہی سمجھنے والا تھا کہ ملیحہ حیدر کو اس کی ناجائز اولاد سمجھ رہی تھی۔ مستجاب کو حیدر سے بہت محبت تھی۔اس قسم کی بات پر تو وہ پکا اسے طلاق دے دے گا۔زنیرہ کے لیے یہ ایک بہت اچھا طریقہ تھا ملیحہ سے جان چھُڑوانے کا۔

زنیرہ کی توقعات کے مطابق سب ویسا ہی ہوا تھا جیسا وہ چاہتی تھی۔ سوائے ایک چیز کے۔ملیحہ کی موت کے۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا تھا۔

****

اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر ہر احساس سے عاری بیٹھا ہوا تھا۔ نظروں کے سامنے صرف ایک ہی منظر تھا۔ ملیحہ کی خون میں لپٹی ہوئی لاش۔ گھر کے باہر لان میں ملیحہ کی میت پڑی ہوئی تھی۔ کچھ لمحوں بعد اسے لان سے کلمہ شہادت کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لیکن اس کے جسم میں تب بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔ اس کے کمرے کے دروازے پر ملازم کئی بار دستک دے کر چلا گیا تھا۔ عصام اس سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ کئی بار ملازم کے ساتھ آکر کمرے کا دروازہ بجا چکا تھا لیکن وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔

"عاہل! دروازہ کھولو!" رایان بھرائی ہوئی آواز میں کمرے کا دروازہ پیٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مام!۔۔۔" وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ "مام۔۔۔ وہ چلی گئی ہیں عاہل!" رایان رو پڑا۔ ابھی چند گھنٹوں پہلے ہی وہ انہیں دفنا کر لوٹا تھا۔

"عاہل! میں اکیلا ہوں۔ پلیز دروازہ کھول دو!" وہ ایک بار پھر رو پڑا۔

عاہل بیٹھا اس کی سسکیاں سنتا رہا۔ پھر اٹھا اور دروازے تک آیا۔ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا، رایان اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ عاہل خاموش تھا۔ وہ رو نہیں رہا تھا۔ رایان روتا رہا۔

کچھ دیر بعد جب وہ رو رو کر تھک گیا تو عاہل کا بے تاثر چہرہ دیکھنے لگا۔ اسے حیرانی ہو رہی تھی کہ وہ رو کیوں نہیں رہا تھا؟ وہ تو ملیحہ کے زیادہ قریب تھا۔

"عاہل تمہیں کیا ہوا ہے؟" وہ حیران سا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ عاہل نے رایان کی طرف دیکھا۔

"ڈیڈ نے مام کا قتل کیا ہے۔" اس کا انداز کسی بھی طرح کے جذبے سے پاک تھا۔

رایان چند لمحے تو کچھ بول ہی نہ پایا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو عاہل؟" وہ بے یقین سا بولا۔

"ڈیڈ نے ہی مام کو مارا ہے!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہنے لگا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم؟ ڈیڈ ایسا کیوں کریں گے؟" رایان رونا بھول چکا تھا۔ اسے اپنے بھائی کے بولے ہوئے جملے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں میری بات پر یقین کیوں نہیں آ رہا؟" اب کہ عاہل غرایا تو رایان سہم سا گیا۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ ڈیڈ نے ایسا کیا ہے؟" اس نے سرد سے لہجے میں پوچھا۔

"ڈیڈ نے مام کو تھپڑ مارا تھا۔میرے سامنے۔میں نے ان کی ساری لڑائی دیکھی بھی ہے اور سنی بھی ہے!انہوں نے میرے سامنے مام کی جان لی ہے!"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"انہوں نے تھپڑ مارا تھا۔ان کا قتل نہیں کیا تھا۔وہ پہلے بھی لڑتے تھے۔وہ ان کا قتل نہیں کرنا چاہتے تھے!"رایان کے کہے الفاظ سن کر عاہل ششدر سا اسے دیکھتا رہا۔وہ آج تک سمجھتا آیا تھا کہ رایان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ مستجاب ملیحہ پر ہاتھ اٹھاتا تھا لیکن وہ سب جانتا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا بھائی اپنے باپ کے گناہ کی کتنی آسانی کے ساتھ توجیہہ پیش کر رہا تھا۔

"ڈیڈ نے غصے میں مام پر ہاتھ اٹھایا ہوگا!انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہوگا۔وہ انہیں مارنا تھوڑی چاہتے تھے۔وہ بس ان سے ہو گیا عاہل!تم ڈیڈ کو اس سب کا قصوروار مت سمجھو پلیز!"رایان اب قدرے نرم لہجے میں بھائی کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

عاہل بے تاثر سا اسے دیکھتا رہا پھر چند قدم پیچھے لیتا کمرے میں چلا یا اور دروازہ ایک بار پھر لاک کر دیا۔

اس کا دل رایان کی طرف سے پِھر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ خان مینشن کے لاؤنج کا منظر تھا۔ عصام شہریار کے ساتھ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سر باپ کے سینے سے لگایا ہوا تھا۔ شہریار نے اپنے بازو بیٹے کے گرد پھیلائے ہوئے تھے۔

"ڈیڈ؟" عصام نے آہستہ سے کہا۔

"ہمم۔" وہ جانتے تھے وہ کیا کہنے والا تھا۔

"عاہل اس وقت بہت بُرا محسوس کر رہا ہو گا۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"تم نے اس سے ملنے کی کوشش کی تھی عصام۔ اور تم کیا کر سکتے ہو اب؟" انہوں نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"وہ اس وقت ٹھیک نہیں ہے ڈیڈ! اس لیے اس نے مجھ سے ملنے سے منع کر دیا۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "لیکن میں کل پھر سے اس سے ملنے جاؤں گا۔ میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"وہاں زنیرہ ہو گی عصام!" شہریار کی بات پر عصام کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں وہاں اپنے دوست سے ملنے جاؤں گا۔ مجھے ان کے وہاں ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ میں عاہل کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ میرے بُرے وقت میں میرے ساتھ تھا۔ اب مجھے اس کے ساتھ ہونا ہے۔" وہ پُر عزم سا کہہ رہا تھا۔

شہریار کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ اسے مستجاب کے کسی گھر والے سے ملنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ اور وہاں تو اب زنیرہ بھی تھی۔ وہ اسے روک بھی نہیں سکتے تھے۔ ان کے پاس کوئی بہانہ نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نا جانے رات کا کونسا پہر تھا جب اس کی آنکھ خوف کے مارے کھل گئی۔ وہ خواب میں ایک بار پھر اپنی ماں کو مرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک خواب کے زیرِ اثر کانپ رہا تھا۔ عاہل نے اپنے بالوں میں ہاتھ چلائے۔ اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بالکنی میں آ گیا۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ آسمان کو دیکھنے لگا۔ یکدم اس کے ذہن میں اپنی ماں کے الفاظ گونجنے لگے۔

"اچھا تم نے کوئی گناہ نہیں کیا؟ تو اپنی ناجائز اولاد کے بارے میں کیا کہو گے تم؟ اس ایک ناجائز اولاد کے علاوہ اور کتنی ناجائز اولادیں ہیں تمہاری؟"

"ناجائز اولاد؟" اس کے لبوں سے بے اختیار کسی بڑبڑاہٹ کی صورت وہ الفاظ نکلے۔

"ہاں بولو؟ اور کتنی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے تمہارے؟ بولو؟ زنیرہ کے ساتھ تمہاری ایک ناجائز اولاد ہے! باقی اور کتنی عورتوں کے ساتھ ناجائز اولادیں ہیں تمہاری؟"

اور اگلے لمحے مستجاب نے ایک زبردست تھپڑ پورے زور سے اس کی ماں کے چہرے پر دے مارا تھا۔

عاہل نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔ بے اختیار آنسو اس کے گالوں پر لڑکھنے لگے۔ اس نے درشتی سے انہیں اپنی ہتھیلی سے رگڑ دیا۔

"اس ناجائز اولاد کے بارے میں سوال کرنے پر انہوں نے مام کو مار دیا؟ کیا وہ بچہ ان کے لیے اتنا اہم تھا؟" وہ بڑبڑا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb Quality Content

"زنیرہ میری محبت تھی۔ہمیشہ سے۔تم بس میری ایک مجبوری تھیں جسے اب میں اٹھا اٹھا کر تھک چکا ہوں۔زنیرہ اور میرا تعلق بیس سال سے بھی زیادہ پُرانا ہے۔اور حیدر میری جائز اولاد ہے!"

اگلے لمحے اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔

"حیدر؟ناجائز اولاد؟"وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔وہ یہ بات جانتا تھا کہ حیدر اس سے عمر میں چھوٹا تھا۔"حیدر وہ ناجائز اولاد نہیں ہو سکتا!ایسا کیسے؟"وہ بے یقینی کے عالم میں ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھا اور تقریباً بھاگنے والے انداز میں نیچے لاؤنج میں آیا۔اسے معلوم تھا کہ آج رات ہی زنیرہ اور حیدر ان کے گھر شفٹ ہو گئے تھے۔اس نے لاؤنج میں آکر کچھ تلاش کرنا شروع کر دیا۔اور تبھی کاؤنٹر پر اسے وہ نظر آگئی۔عاہل نے وہ میگزین اٹھائی اور اپنے کمرے میں آگیا۔ملیحہ نے زنیرہ سے ملنے کے بعد اسے سب بتا دیا تھا۔انہوں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ سب خود زنیرہ نے انہیں بتایا تھا۔وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی تھی۔اس نے مستجاب اور زنیرہ کی خوفیہ شادی کی خبر پڑھنی شروع کی۔خبر میں لکھا گیا تھا کہ مستجاب نے زنیرہ سے 2003 میں شادی کی اور حیدر کی پیدائش 2004 میں ہوئی۔یعنی

شادی کے ایک سال بعد۔ یہ وہی عرصہ تھا جب مستجاب نے کام کے نام پر لندن کے کچھ زیادہ ہی چکر لگانے شروع کر دیے تھے۔ وہ اس وقت دو سال کا تھا۔ لیکن اسے اس بارے میں ایک سرسری سی گفتگو کے درمیان ملیحہ سے معلوم ہوا تھا کہ جب وہ دو سال کا تھا تو مستجاب تقریباً ہر دو مہینے بعد ہی لندن جاتا تھا۔ وہ ناجائز اولاد حیدر ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس سے پہلے تو زنیرہ حدید شادی شدہ تھی۔ وہ شہریار خان کی بیوی۔۔۔

اور یہاں آکر عاہل کو لگا کہ دنیا تھم گئی تھی۔ اسے آسمان اپنے سر پر گرتا محسوس ہونے لگا۔

"نہیں یہ ممکن نہیں ہے!" وہ بار بار دہرا رہا تھا۔

"زنیرہ میری محبت تھی۔ ہمیشہ سے۔ تم بس میری ایک مجبوری تھیں جسے اب میں اٹھا اٹھا کر تھک چکا ہوں۔"

اس کے ذہن میں مستجاب کی کہی ہوئی باتیں گونجنے لگیں۔

"محبت؟ ہمیشہ سے؟" وہ رکا۔ "کب سے؟"

"زنیرہ اور میرا تعلق بیس سال سے بھی زیادہ پُرانا ہے۔"

"بیس سال پہلے؟2000؟"

"لیکن ایسا نہیں ہو سکتا! عصام۔۔۔"اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔"عصام اور میرے باپ کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے جو مطابقت رکھتی ہو۔وہ شہر یار خان اور زنیرہ حدید کا بیٹا ہے۔اور اگر وہ شہر یار خان کا بیٹا نہیں ہے تو پھر وہ اس کے ساتھ کیوں رہ رہا ہے؟میرا دماغ خراب ہو گیا ہے! عصام اور مستجاب علی میں کچھ بھی ایک جیسا۔۔۔"اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔وہ ساکت رہ گیا۔

"ارے دور کرو اس کو مجھ سے!"عصام نے گھبرا کر کہا تھا۔

یہ ایک سال پہلے کا واقع تھا۔وہ دونوں اسکول کے پلے گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔یہ لنچ بریک تھی۔عاہل گھر سے اس کے اور اپنے لیے اسٹرابیری ٹارٹس بنوا کر لایا تھا۔اس نے ایک ٹارٹ عصام کی طرف بڑھائی ہی تھی کہ عصام نے ہاتھ سے اسے پیچھے کر دیا۔

"کیوں کیا ہوا؟"عاہل اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"مجھے اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔سویئر قسم کی! اس لیے سوری میں یہ نہیں کھا سکتا!"وہ کچھ شرمندہ سا کہنے لگا۔

"اوہ! کوئی بات نہیں! تمہیں پتا ہے میرے ڈیڈ کو بھی اسٹرابیریز سے الرجی ہے!" وہ مدھم سا مسکرایا۔

"اوہ! پھر تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ میرے لیے کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں!" وہ مسکرایا۔

"ہاں! یہ جان لیوا ہیں!" وہ ہلکا سا ہنسا۔

ایک سال پہلے ہوئی اس گفتگو پر عاہل نے تب دھیان نہیں دیا تھا لیکن اب وہ گفتگو اس کا سانس روک رہی تھی۔

وہ ایسے ہی عصام پر شک نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ابھی مزید تصدیق کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ ممکن تھا کہ وہ بس زیادہ سوچ رہا تھا اور ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ رات اسی طرح کشمکش میں گزر گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن عصام عاہل کے گھر اس سے ملنے کے لیے آیا تھا۔عاہل اپنے کمرے میں تھا۔اسے ملازم کے ذریعے عصام کی آمد کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا، خاص کر کے رات کو جو ہوا اس کے بعد۔

یہ ناشتے کا وقت تھا۔مستجاب آفس جا چکا تھا اور گھر پر اس وقت صرف عاہل، زنیرہ اور حیدر ہی تھے۔رایان اپنے کالج کے کسی دوست سے ملنے گیا ہوا تھا۔وہ ڈرائنگ روم میں آیا تو عصام اسے صوفے پر بیٹھا اس کا انتظار کرتا نظر آیا۔عصام اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرایا۔عاہل خاموشی سے اس کے سامنے والے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اس وقت کیسا محسوس کر رہے ہو۔میں اس سب سے گزر چکا ہوں۔" وہ مخلصانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔"میرے لیے ملیحہ پھپھو کی ڈیتھ ایک شاک تھی۔" جب عاہل کچھ نہ بولا تو وہ خاموش ہو گیا۔وہ بس اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

عصام کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ اس سے کیا کہے۔وہ ملیحہ کے بہت زیادہ قریب نہیں تھا لیکن عاہل۔۔۔اگر کسی نے عاہل سے پیار کیا تھا تو وہ صرف ملیحہ ہی تھیں۔

"عاہل۔۔۔"

"ناشتہ کرو گے؟" ابھی عصام اپنی بات مکمل کرتا کہ اس سے پہلے ہی عاہل نے اس کی بات کاٹ دی۔

عصام یکدم خاموش ہو گیا۔

"زنیرہ بھی ناشتے کی میز پر ہو گی لیکن تم اسے اگنور کر دینا۔ میں جانتا ہوں تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ میں بھی اس سے نفرت کرتا ہوں۔" وہ کہہ کر اٹھ گیا۔ عصام چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"اوکے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ شاید یہ عاہل کا غم پراسیس کرنے کا طریقہ تھا۔ غم کو اگنور کر کے۔ گھر پر آنے کے بعد اس کا زنیرہ سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ ملازم کے ساتھ سیدھا ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن اگر عاہل یہی کرنا چاہتا تھا تو ٹھیک ہے وہ اس کے لیے زنیرہ سے سامنا کرنے کو بھی تیار تھا۔

وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تو ناشتے کی میز پر زنیرہ اور حیدر پہلے سے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ناشتے کی میز کئی اقسام کے کھانوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس کی ماں کی موت کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے۔ سب آگے بڑھ گئے تھے سوائے اس کے۔ وہ وہیں کہیں پیچھے رہ گیا۔ عصام

اس کے ساتھ ہی تھا۔اس کی نظر زنیرہ پر پڑی تو اس کے لب بھینچ گئے۔یکدم ہی اس کے اعصاب تن گئے۔اندر کہیں غصہ ہچکولے کھانے لگا۔سرونٹ سامنے ہی کھڑا تھا۔

"راشد انکل! عصام آج میرے ساتھ ناشتہ کرے گا۔اس کے لیے ناشتے کا انتظام کریں۔" عاہل حکم دیتا کسی پر بھی نگاہ ڈالے بغیر زنیرہ کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

عصام اپنے غصے کو ضبط کرتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔اس کے بلکل مدِ مقابل حیدر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"تمہارے دوست کا نام کیا ہے عاہل؟" زنیرہ نے نرم سے لہجے میں ان دونوں کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔زنیرہ کو عاہل اور رایان بے ضرر سے بچے لگے تھے۔

جہاں عاہل کو زنیرہ کے سوال پر کوئی حیرت نہ ہوئی وہاں عصام کو لگا کسی نے اس کے دل کو لے کر مُٹھی میں دبا دیا تھا۔اس کی ماں کو اس کا نام یاد نہ تھا؟ زنیرہ نے شہریار سے طلاق کے بعد کبھی بھی عصام یا پھر شہریار کے متعلق کوئی معلومات لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میگزینز کو اپنی ذاتی زندگی کے متعلق انٹرویوز دیے ہوئے بھی اسے کئی سال گزر چکے تھے۔ اسے نام یاد نہ رہا تھا۔وہ لندن میں تھی۔اس کا ایک بیٹا تھا۔اس کا پسندیدہ مرد اس کی مُٹھی

میں تھا۔ عصام نامی انسان کون تھا؟ اسے پرواہ نہیں تھی۔ عصام نے آنکھیں اٹھا کر زنیرہ سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہ کی۔ البتہ عاہل نے چہرہ اٹھا کر زنیرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"ایک ماں کو اپنے بیٹے کا نام معلوم نہیں ہے؟" زنیرہ کے چہرے پر موجود مسکراہٹ اب وہاں موجود نہیں تھی۔ "کمال ہے!" وہ طنزیہ سا مسکرایا۔ عصام نے گردن اٹھا کی زنیرہ کی طرف دیکھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

"میں عصام شہریار خان ہوں۔ شہریار واجد خان اور زارا ہاشم کا بیٹا۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جیسے اپنی بات وہاں بیٹھے ہر شخص کو باور کروائی تھی۔ زنیرہ کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔ ٹیبل پر پہلے سے موجود تناؤ اب مزید بڑھ گیا۔ وہاں بیٹھا ہر شخص اب آکورڈ محسوس کرنے لگا تھا۔ سوائے عاہل کے۔

سرونٹ عصام کے لیے ناشتہ تیار کر چکا تھا۔ اب وہ سب کی پلیٹس میں اسٹرابیری ٹارٹس سرو کر رہا تھا۔ اس گھر میں ناشتے میں بڑی احتیاط کے ساتھ اسٹرابیری ٹارٹس بنتی تھیں کیونکہ

یہ عاہل کو پسند تھیں۔ مستجاب علی کی الرجی کے باوجود ملیحہ عاہل کے لیے ناشتے میں یہ ٹارٹس بنواتی تھیں۔ وہ ٹارٹس آج بھی موجود تھیں۔ اگر کوئی نہیں تھا تو ملیحہ۔

سرونٹ زنیرہ کی پلیٹ میں ٹارٹ رکھ کر حیدر کی پلیٹ کی طرف بڑھنے لگا تو زنیرہ نے اسے ٹوک دیا۔

"نہیں۔ حیدر کو یہ مت دیں۔ اسے اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔ بلکہ اس بات کا خاص خیال رکھیے گا کہ اسے اسٹرابیری سے بنی کوئی بھی اشیاء نہیں دینی ہیں۔" زنیرہ نے سرونٹ کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

عاہل غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سرونٹ اب اس کی پلیٹ میں ٹارٹ رکھنے کے بعد عصام کی پلیٹ کی طرف بڑھنے لگا تو اس بار عاہل نے اسے روک دیا۔

"اسے اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔" اس نے کہہ کر زنیرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ فُق ہوا تھا۔ عصام نے ایک غیر آرام دہ سا پہلو بدلا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں زنیرہ نے عاہل کے خود کو دیکھنے پر اپنے آپ کو کمپوز کیا تھا۔

"کیا آپ کو اسٹرابیریز سے الرجی ہے؟" عاہل نے سرسری سے انداز میں زنیرہ سے پوچھا۔

"نہیں۔حیدر کو یہ الرجی تمہارے ڈیڈ سے ملی ہے۔انہیں ہے۔"وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگی۔

عصام نے چند نوالے زہر مار کر کھائے اور عاہل سے دوبارہ ملنے کا کہتا ہوا نکل گیا۔عاہل نے پُرسکون انداز میں اپنا ناشتہ مکمل کیا۔وہ زنیرہ کے غیر آرام دہ ہونے سے لطف انداز ہوتا رہا تھا۔

اور اب اس کی سمجھ میں سب کچھ آرہا تھا۔

اس گھر میں صرف ایک شخص کو اسٹرابیریز سے الرجی تھی۔

مستجاب علی۔

اس گھر میں اب ایک اور شخص کو اسٹرابیریز سے الرجی تھی۔

مستجاب علی کے بیٹے حیدر مستجاب کو۔

عصام کو بھی اسٹرابیریز سے الرجی تھی۔

اسے اور رایان کو یہ الرجی نہ تھی۔وہ ملیحہ اور مستجاب کے بیٹے تھے۔

Clubb of Quality Content!

اور اس سب میں اگر کچھ مشترک تھا تو وہ۔۔۔

عصام اور حیدر کا زنیرہ حدید اور مستجاب علی کے بیٹے ہونا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سب کچھ اس کے سامنے تھا۔اب بس ایک ہی چیز تھی جو رہتی تھی۔ تصدیق۔ عصام اس کا دوست تھا۔اس کا واحد دوست۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ سب سچ نکلے۔اس نے بہت دعا کی تھی کہ اس کا ہر خدشہ جھوٹ نکل آئے جو وہ سوچ رہا ہے وہ سب غلط نکل آئے۔

ان کی اے لیولز کی کلاسز شروع ہونے میں بس ایک ہفتہ رہتا تھا۔اس نے آج عصام سے ملنے کا پلان بنایا تھا۔وہ اس سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن یہ ضروری تھا۔اسے اپنی تصدیق کرنی تھی۔وہ دونوں ایک کیفے میں ملنے والے تھے۔اور اس وقت وہ اس کیفے کی گلاس وال کے ساتھ موجود ٹیبل پر بیٹھا ہوا تھا۔اگلے چند لمحوں میں ہی عصام کیفے میں داخل ہوا تھا۔اس کی نظر عاہل پر پڑی تو وہ مدھم سا مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ آیا۔عاہل کھڑا ہو کر اس سے گلے ملنے لگا۔آج یہ گلے ملنا بھی اسے عجیب لگ رہا تھا۔ملک شیکس آرڈر کرنے کے بعد عصام نے بات کا آغاز کیا۔

"اب تم کیسے ہو؟"

"مجھے نہیں پتا۔ میں بس پھنسا ہوا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے دنیا کی سب سے بڑی کشمکش میری زندگی کا حصہ بن گئی ہے۔"

"عاہل کیا کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھ سے چھُپا رہے ہو؟" عصام نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ عصام تھا۔ وہ جن سے پیار کرتا تھا، اس کا دل ان سب سے جُڑ جاتا تھا۔ وہ ان سب کی پریشانیاں محسوس کر لیتا تھا۔ عاہل کے گردن میں گلٹی ڈوب پر معدوم ہوئی۔

"نہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں بس بہت اسٹک محسوس کر رہا ہوں۔" اس نے عصام کا شک خود پر سے ہٹانے کی کوشش کی۔

"آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ! میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ میں تمہارے ساتھ کھڑا رہوں۔ آخر تک۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ اور میرا یقین کرو! تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ اس لیے اگر کچھ ایسا ہے جو تم سمجھ نہیں پا رہے یا پھر اگر کچھ

ایسا ہے جو تمہیں تنگ کر رہا ہے تو تم مجھے بتا سکتے ہو۔ ہم مل کر اس کا حل نکال لیں گے۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"تم بس یہ دعا کرو عصام کہ جو مجھے معلوم ہوا ہے وہ سچ نہ ہو۔ میرا دل یہ ماننے کو تیار ہے کہ میرا دماغ خراب ہے لیکن میرا دل وہ سب ماننے کو تیار نہیں جو مجھے معلوم ہوا ہے۔ دعا کرو!" وہ دل ہی دل میں خود سے کہہ رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔" عاہل مبہم سا مسکرایا۔

ملک شیک پینے تک وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر عصام چلا گیا۔ وہ چلا گیا تو عاہل نے اپنی جیب سے ایک پلاسٹک بیگ نکالا۔ اس نے عصام کے گلاس میں موجود اسٹرا اٹھایا اور بیگ میں ڈال کر اس کی زپ بند کر دی۔

"دعا کرو عصام شہریار خان کہ میرا اندازہ غلط نکلے!" اس کی آنکھیں بے تاثر تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں یہ نہیں کر سکتی عاہل!" ڈاکٹر سارہ معذرت خوانہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

وہ ملیحہ کی دوست تھیں۔اور اس وقت وہ ان کے سامنے پلاسٹک اسٹر اوالا زپ بیگ رکھے بیٹھا تھا۔

"آپ کو یہ کرنا ہی ہو گا!"اس نے زور دے کر کہا۔

"عاہل! یہ غیر قانونی ہے! اور پھر تمہیں ڈی این اے ٹیسٹ کیوں کروانا ہے؟اور آخر یہ سیمپل کے طور پر لائے گئے بال کس کے ہیں؟"وہ جھنجھلائی ہوئی سی کہہ رہی تھیں۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ غیر قانونی ہے لیکن میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ اسٹر ااور بال کس کے ہیں! آپ بس پلیز میرا یہ کام کر دیں!"وہ منت کر رہا تھا۔"آپ کو مام اور اپنی دوستی کا واسطہ ہے!"

ڈاکٹر سارہ خاموشی سے اسے کچھ دیر دیکھتی رہیں۔

"او کے! لیکن یہ بات کبھی بھی کسی کو بھی معلوم نہیں ہونی چاہیے کہ میں نے تمہارے لیے کبھی کوئی ڈی این اے ٹیسٹ کیا تھا!"انہوں نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

"تھینک یو اور آپ بے فکر رہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا!"اس نے انہیں یقین دہانی کروائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس سارے عرصے میں اس کی مستجاب سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔اور نہ ہی مستجاب نے اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش کی تھی۔رایان کو وہ پوری طرح اگنور کر رہا تھا۔رایان اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ اس کی بات کو سناآن سنا کر دیتا تھا۔اس دن اس کے اے لیولز کا پہلا دن جس دن اسے سارا کی طرف سے ڈی این اے کی رپورٹس ملیں۔اور رپورٹس دیکھ کر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔وہ گرنے کے سے انداز میں اپنے کمرے کے فرش پر بیٹھ گیا۔ڈی این اے میچ کر گیا تھا۔عصام مستجاب کا بیٹا ہی تھا۔عاہل کو اپنی پوری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے خنجر کی مدد سے اس کا دل چیڑ دیا تھا۔عصام اس کا پہلا اور واحد دوست تھا۔

"میرے باپ کو اپنی یہ ناجائز اولاد اتنی پیاری تھی کہ انہوں نے میری ماں کو صرف اسے ناجائز کہنے پر جان سے مار ڈالا!" وہ دانت پر دانت جماتے ہوئے غصے سے کانپتے ہاتھوں میں رپورٹ پکڑے کہہ رہا تھا۔غصے کی کئی لہریں اس میں لمحہ بہ لمحہ سرایت کر رہی تھیں۔

وہ کالج آگیا تھا۔اسے ہال میں عصام اس کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا نظر آیا۔اسے یوں لگا جیسے وہ اس کی بربادی پر مسکرا رہا تھا۔وہ اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہا تھا۔عاہل مستجاب کے سر پر اس وقت جنون سوار ہو چکا تھا۔اس کی نظروں کے سامنے بار بار اس کی ماں کا بے جان چہرہ آرہا تھا۔وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔اور اگلے لمحے ہی اس نے کسی پاگل کی طرح عصام کو مارنا شروع کر دیا تھا۔اٹھارہ سالوں تک اس کے اندر پکنے والا وہ غیض و غضب کا لاوا اب باہر نکل آیا تھا۔وہاں موجود کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ عاہل مستجاب کا یہ غیض و غضب کتنے لوگوں کی زندگیاں برباد کرنے والا تھا۔خود اسے بھی نہیں۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ خون کے چھینٹوں سے بھرے کپڑوں کے ساتھ اپنے گھر کے لاؤنج میں کھڑا تھا۔مستجاب اس کے عین سامنے کھڑا تھا۔زنیرہ، حیدر اور رایان ایک طرف کھڑے تھے۔زنیرہ اور حیدر کا چہرہ بے تاثر تھا جبکہ رایان کے چہرے پر پریشانی تھی۔

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟" وہ سرخ بھبھوکا چہرہ لیے اس پر غرایا تھا۔عاہل کے جسم میں ایک جنبش تک نہ ہوئی۔وہ خاموش بے تاثر چہرہ لیے اپنے باپ کو دیکھتا رہا۔

"تو انہیں اپنے ناجائز بیٹے پر ہاتھ اٹھائے جانے کا افسوس ہے؟" وہ سوچ رہا تھا۔

"بولو! کیوں کیا تم نے ایسا؟ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تم نے میرے لیے صرف مصیبتوں کا انبار لگایا ہے!" وہ چلا رہا تھا۔

"میرے پیدا ہونے سے آپ پر مصیبتیں آئیں۔۔۔ تو جب آپ کی ناجائز اولاد پیدا ہوئی تھی، کیا تب آپ پر رحمتوں کی بارش ہوئی تھی؟" اس کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔

زنیرہ کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔ مستجاب کے غصے میں اضافہ ہوا۔ وہ آگے بڑھا اور ایک زناٹے دار تھپڑ عاہل کے چہرے پر دے مارا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"بکواس بند کرو اپنی!" وہ دھاڑا تھا۔

"آپ کو اپنی وہ ناجائز اولاد اتنی پیاری ہے کہ اسے ناجائز کہنے پر آپ پاگل ہو جاتے ہیں اور پھر آپ سامنے والے شخص کی جان لے لیتے ہیں! بلکل اسی طرح جس طرح آپ نے میری ماں کو مار ڈالا!" وہ غرایا تھا۔

زنیرہ اس کے غرانے پر کانپ گئی تھی۔ اسے ایک اور تھپڑ پڑا۔

"تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے کہ تم اپنے باپ سے جائز اور ناجائز کے متعلق سوال پوچھو!"

وہ اس پر چلایا تھا۔

"اگر آپ کی اس ناجائز اولاد نے بھی یہی کام کیا ہوتا جو میں نے کیا ہے تو کیا آپ تب بھی یہی کرتے جواب کر رہے ہیں؟" وہ ایک بار پھر غرایا۔

"نہیں! سب سے پہلے میں اسے مارتا اور پھر تمہیں!" وہ اس پر غرایا۔ زنیرہ شل رہ گئی۔

"کان کھول کر سنو! حیدر میری جائز اولاد ہے! آئندہ اگر میں نے تمہارے منہ سے یہ بات سنی تو میں تمہیں زندہ ہی کتوں کے سامنے ڈال دوں گا!" وہ کہہ کر پلٹ گیا۔ رایان فوراً مستجاب کے پیچھے گیا تھا۔

Clubb of Quality Content

عاہل چند لمحے سُن کھڑا رہا۔ حیدر؟ اس کا باپ بار بار حیدر کا نام کیوں لے رہا تھا؟ وہ عصام کا نام کیوں نہیں لیتا تھا؟ کیا وہ یہ بات نہیں جانتا تھا کہ عصام ان کی ناجائز اولاد ہے؟ اور یہاں آکر عاہل کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔ اس نے زنیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ شل کھڑی تھی۔ چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"یعنی میرے باپ کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اس کی ایک ناجائز اولاد ہے؟" وہ دل ہی دل میں استہزائیہ سا مسکرایا تھا۔

عاہل مستجاب کے ہاتھ زنیرہ حدید کی کمزوری لگ گئی تھی اور وہ اسے صحیح وقت پر استعمال کرنے والا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ مستجاب کے کمرے کا منظر تھا۔ رایان ابھی ابھی اسے عاہل کے متعلق ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر کے گیا تھا۔ مستجاب بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ زنیرہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری یار! تمہیں اور حیدر کو وہ سب سننا پڑا! حیدر بہت ہرٹ ہوا ہو گا نا؟" کچھ دیر پہلے والی درشتی اب لہجے میں نہیں تھی۔

"ہاں۔ تمہیں حیدر سے بات کرنی چاہیے۔ لیکن تم پلیز سوری مت کہو! اس سب میں تمہاری تو کوئی غلطی نہیں ہے!" وہ شہد سے میٹھا انداز اپنائے کہہ رہی تھی۔

"میں اس سے بات کروں گا! مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں اس لڑکے کا کیا کروں؟" وہ ایک بار پھر غصے میں آگیا تھا۔

"میرے پاس ایک حل ہے۔" اسے عاہل سے چھٹکارا چاہیئے تھا۔ وہ اب اس کے لیے خطرناک ہو گیا تھا۔

"کیا؟" اس نے کچھ بے چینی سے زنیرہ کی طرف دیکھا۔

"تم اسے زیورک بھیج دو اپنے دوست کے پاس! وہ بچہ ہے مستجاب! اس کی ماں کی موت ہوئی ہے۔ اب کہیں نہ کہیں تو فرسٹیشن نکلنی تھی نا! عصام پر نکل گئی۔ اسے زیورک بھیج دو۔ کچھ عرصہ گھر سے دور ایک مختلف ماحول میں رہے گا تو خود بخود ہی ٹھیک ہو جائے گا!"

زنیرہ نے اپنی چال چل دی تھی اور مستجاب اس چال میں پھنس بھی گیا تھا۔

عاہل کو زیورک بھیج دیا گیا تھا۔ وہ اپنی فلائٹ کے دوران ایک ہی بات سوچتا آیا تھا۔

"زنیرہ حدید میں چاہتا ہوں کہ تم سکون سے اپنی زندگی گزارو! جب تمہاری زندگی پُر سکون ہو گی تو میں واپس آؤں گا! اسے جہنم بنانے کے لیے! تمہاری کمزوری میرے پاس ہے اور میں صحیح وقت کے انتظار میں ہوں! میں تم سب کی بربادی بنوں گا۔ تم سب کو اب صرف ایک ہی کام کرنا ہے۔ میری موت کی دعا! کیونکہ اب تم سب کی بربادی صرف ایک صورت میں ہی ٹل سکتی ہے اور وہ ہے عاہل مستجاب کی موت!"

اسے زیورک آئے ہوئے تین مہینے ہی ہوئے تھے جب مستجاب نے اسے واپس پاکستان بلا لیا۔ کراچی میں ان کے خاندان کی ایک شادی تھی جس پر پورے خاندان کا ہونا لازمی تھا۔ شادی دسمبر کے آخری ہفتے میں ہونی تھی لیکن چونکہ وہ ایک فیملی ویڈنگ تھی اس لیے وہ سب یکم دسمبر کو ہی کراچی آ گئے تھے۔ شادی کے تمام فنکشنز وہ بھگتا چکے تھے۔ اب بس وہاں زنیرہ کی خواہش پر رکے ہوئے تھے۔ کراچی میں اس کے بہت سے جاننے والے تھے جن سے وہ مستجاب کو ملوانا چاہتی تھی۔ مستجاب نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ زنیرہ کی باتوں پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ پچیس دسمبر کی سہ پہر تھی۔ رایان لیاقت میموریئل لائبریری کے باہر کھڑا تھا۔ وہ کسی کا انتظار کر رہا تھا اور تبھی اسے وہ نظر آ گئی۔ علینا ضرار۔ وہ اپنی گرم چادر سنبھالتی لائبریری کے مین گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ اسے اب بس پکڑ کر گھر جانا تھا۔

رایان نے اسے پہلی بار یکم دسمبر کو ایک ریسٹورانٹ میں ضرار کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ وہاں اپنے دوستوں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ شاید اس دن اس کی سالگرہ تھی۔ وہ بہت خوش لگ رہی

تھی۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا جس طرح کے لوگوں میں تھا، اس نے وہاں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت لڑکی دیکھی بھی تھی اور اسے حاصل بھی کیا تھا۔ لیکن علینا کے بارے میں کچھ ایسا تھا جو اسے بہت مختلف لگا۔ شاید وہ اس کی ہنسی تھی جو کہ ان لڑکیوں کی طرح مصنوعی نہیں تھی جن سے وہ آج تک ملا تھا۔ اسے وہ لڑکی بہت ہی معصوم معلوم ہوئی تھی اور اس کے بعد سے اس نے اس ایک مہینے میں ہر جگہ علینا کا پیچھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی، وہ وہاں پہنچ کر اسے چھپ کر دیکھتا رہتا تھا۔ وہ اس ایک مہینے میں علینا سے آبسیڈ ہو چکا تھا۔ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسے وہ لڑکی چاہیئے تھے، ہر صورت میں۔ اور آج وہ اس سے ملنے وہاں آیا تھا۔ وہ ابھی سڑک کراس کرتی کہ اس سے پہلے ہی رایان اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ علینا یکدم چونکی تھی۔ وہ سائیڈ سے آگے بڑھنے لگی تو اس نے اس کا راستہ ایک بار پھر روک لیا۔

"ہائے!" اس کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔

"بائے!" علینا کے چہرے پر واضح اکتاہٹ تھی۔ اس نے تیزی سے دوسری طرف سے نکلنے کی کوشش کی لیکن رایان نے ایک بار پھر اس کا راستہ روک لیا۔ اس بار علینا کو غصہ چڑھ گیا۔

Clubb of Quality Content
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پرابلم کیا ہے آپ کا؟ کیوں بار بار میرا راستہ روک رہے ہیں؟" لہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"دل کا پرابلم ہے۔اور دل کا پرابلم آپ ہیں!" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"ایکس کیوزمی؟" وہ حیران ہوئی۔اسے رایان پر کسی پاگل کا گمان ہوا۔

رایان یکدم چونکا۔یہ کیسی لڑکی تھی؟ اگر اس وقت اس نے یہی پِک اَپ لائن کسی اور لڑکی کے سامنے بولی ہوتی تو وہ مسکرا کر اسے اپنی ادائیں دکھانے لگ جاتی۔اسے علینا کا ایسا کرنا بُرا لگا۔

"میں تمہیں پسند کرتا ہوں! آئی لویو!" اس نے ایک بار اور کوشش کی۔

اس بار علینا کا چہرہ غصے سے سُرخ ہوا۔

"دیکھیں! آپ نے ابھی ابھی جو بات کی وہ انتہائی نازیبا تھی۔آئندہ میرے سامنے مت آیئے گا! آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ!" اس نے آخری جملے پر زور دیا اور آگے بڑھ گئی۔

رایان کو سمجھ ہی نہ آیا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔وہ تیزی سے اس کے پیچھے گیا۔اور ایک بار پھر اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم جانتی بھی ہو کہ میں ہوں کون؟" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "میں رایان مستجاب ہوں!" رایان نے فخریہ سے انداز میں کہا۔

"آپ کو میری بات سمجھ نہیں آ رہی؟" اس نے اپنی آواز کو ذرا بلند کیا۔ "میں نے کہا آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ!" اب کہ اس کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔ رایان بے یقین سا وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ ایک بار پھر آگے بڑھ گئی۔ اب کی بار وہ مڑا اور اس نے علینا کی کلائی جھپٹنے کے سے انداز میں پکڑی۔ وہ اس کی سخت گرفت پر یکدم سہم سی گئی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا!" وہ غصے سے چلائی۔

"تمہیں معلوم ہے تم نے ابھی ابھی کسے ریجیکٹ کیا ہے؟ تم نے رایان مستجاب کو ریجیکٹ کیا ہے! تم نے اس لڑکے کو ریجیکٹ کیا ہے جس کی گرل فرینڈ بننے کے لیے لڑکیاں ترپتی ہیں! اتنا غرور آخر کس بات کا ہے تمہیں؟" وہ درشت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ شدید خوفزدہ ہو گئی تھی اور اگلے لمحے علینا نے اس کے گال پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا تھا۔

"آئندہ اگر میرے سامنے آئے تو میرے ابا تمہیں جان سے مار ڈالیں گے!" وہ غراتی ہوئے آگے بڑھ گئی۔

رایان بے یقین سا کھڑا رہ گیا تھا۔اسے تھپڑ پڑا تھا؟ رایان مستجاب کو تھپڑ پڑا تھا؟ ایک لڑکی کے ہاتھوں؟ کچھ لمحوں بعد اس کے ہونٹ ایک شیطانی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"یو جسٹ ویٹ اینڈ واچ علینا ضرار!" وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گھر آ گئی تھی اور اس وقت شدید غصے میں تھی۔آنکھیں غصے سے سُرخ ہو رہی تھیں اور سانس پھولا ہوا تھا۔ضرار جب گھر آئے تو انہوں نے اس کا چہرہ بغور دیکھا۔وہ اپنی بیٹی کو اچھے سے جانتے تھے۔اس کے ساتھ کوئی تو مسئلہ ہوا تھا۔اس نے کھانے کی میز پر برتن لگاتے ہوئے ٹیبل پر برتن پٹخے تو ضرار نے اسے روک لیا۔

"علینا! ادھر آؤ!" وہ خاموشی سے آ کر ان کے سامنے کُرسی کھینچتی بیٹھ گئی۔"کیا بات ہے؟ کیا چیز پریشان کر رہی ہے تمہیں؟" وہ نرمی سے اس کا چہرہ دیکھتے پوچھ رہے تھے۔وہ خاموش بیٹھی لب کاٹتی رہی۔

"علینا کیا بات ہے بیٹا؟" انہوں نے نرم لہجہ لیے ایک بار پھر اس سے پوچھا۔

"کچھ مردوں کے لیے عورت صرف ایک ٹرافی کیوں ہوتی ہے ابا؟ کیا میں صرف ایک حاصل کرنے کی چیز ہوں؟ کیا میری اپنی کوئی ذات نہیں ہے؟ کیا میری اپنی کوئی پسند نہیں ہے؟ میں کیا ہوں؟" ضرار نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط کر رہی تھی۔ شاید وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

"ہمم۔ کچھ آدمیوں کے لیے ایسا ہے۔ اور ایسے آدمی مرد کہلانے کے لائق نہیں ہوتے۔ تم علینا ضرار ہو۔ تم کوئی چیز نہیں ہو! تم ایک انسان ہو اور ہر دوسرے انسان کی طرح تمہاری ذات تمہاری پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔ تم کسی بھی چیز یا پھر کسی کو بھی پسند اور ناپسند کرنے کے لیے آزاد ہو! تم میری بیٹی ہو جو بہادر ہے۔ جو بہت پیاری ہے لیکن غلط بات پر کبھی سمجھوتا نہیں کرتی۔ تم میری علینا ہو!" ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے اپنی ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں صاف کر لیں۔

"اب مجھے یہ بتاؤ کیا ہوا ہے؟" انہوں نے مدھم سا مسکراتے ہوئے اسے پچکار کر کہا۔

"میں آج جب لائبریری سے باہر نکلی تو ایک لڑکا وہاں موجود تھا۔اس نے میرا راستہ روکا اور بدتمیزی کرنے لگا۔" وہ رک رک کر بول رہی تھی۔

"کیا بدتمیزی کی اس نے؟" ضرار کا انداز اب بھی ویسا تھا۔علینا چند لمحے انہیں دیکھتی رہی۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔جب میں نے اسے یہ بتایا کہ مجھے اس میں انٹرسٹ نہیں ہے تو وہ مجھ پر اپنے نام کا ڈھونس جمانے لگا۔اس نے میرا ہاتھ بہت زور سے پکڑا تھا۔ میں ڈر گئی اور پھر میں نے اسے تھپڑ مار دیا۔میں جانتی ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن میں یکدم خوفزدہ ہو گئی تھی۔مجھے بہت بُرا لگا کہ اس نے مجھے یوں ٹچ کیا!" اسے بات کرتے کرتے ایک بار پھر غصہ آنے لگا تھا۔ضرار کو اندر ہی اندر شدید غصہ آرہا تھا لیکن وہ ضبط کیے بیٹھے رہے۔وہ علینا کو پریشانی کی ایک اور وجہ نہیں دینا چاہتے تھے۔

"نام کیا تھا اس لڑکے کا؟" انہوں نے سانس بھرتے ہوئے پوچھا۔

"رایان مستجاب۔" ایک لمحہ لگا تھا ضرار کے چہرے کو لٹھے کی مانند سفید پڑنے میں۔انہیں لگا کہ ان کے دل کی دھڑکن رُک گئی تھی۔مستجاب شاہنواز کا بہت گہرا دوست تھا۔وہ کئی غیر قانونی کام بھی کر چکے تھے۔رایان بھی ارحم کا دوست تھا۔انہوں نے علینا کو اپنی بہن سے

دور رکھا ہوا تھا۔ کبھی اسے شازیہ کی نظر میں آنے نہیں دیا تھا۔ اور اب مستجاب کا بیٹا یوں علینا کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ انہیں ہول اٹھنے لگے تھے۔ انہوں نے خود کو کمپوز کیا۔

"کل سے تمہیں جہاں بھی جانا ہے تم میرے ساتھ جاؤ گی علینا! اور ہاں اب تم اکیلے کہیں بھی نہیں جاؤ گی۔ تم جہاں بھی ہو گی مجھے کال کر کے بلاؤ گی!" وہ اس سے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہہ رہے تھے۔

علینا حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اوکے۔" وہ جانتی تھی کہ کوئی اور بات ضرور تھی لیکن اس نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

نیو ایئر آنے میں بس پانچ دن باقی رہتے تھے۔ ضرار نے زیورک کے لیے فلائٹس دیکھنی شروع کر دی تھیں لیکن نیو ایئر ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی فلائٹ نہ مل پائی۔ تمام فلائٹس پہلے سے بُک ہو چکی تھیں۔ وہ علینا کو لے کر جلد سے جلد اس ملک سے نکلنا چاہتے تھے۔ وہ مستجاب اور شازیہ دونوں کے خاندانوں کی حرکات اور پہنچ سے واقف تھے۔ رایان مستجاب کا علینا کے پیچھے پڑنا ان کی راتوں کی نیند حرام کر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ نیو ایئر نائٹ تھی۔وہ اپنے کمرے میں صوفے پر ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھا ہوا تھا۔مستجاب اور زنیرہ گھر سے باہر تھے۔حیدر اپنے کسی دوست کی نیو ایئر پارٹی میں گیا ہوا تھا۔گھر پر صرف وہ اور عاہل موجود تھا۔اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔وہ دیوار کو گھورتا ہوا آہستہ آہستہ شراب کا ایک گھونٹ بھر رہا تھا۔اس کی نظروں کے سامنے ایک ہی منظر تھا۔وہ اسے تھپڑ مار کر جارہی تھی۔اس کے کانوں میں ایک ہی جملہ گونج رہا تھا۔

"آئندہ اگر میرے سامنے آئے تو میرے ابا تمہیں جان سے مار ڈالیں گے!"

اس نے گلاس کھینچ کر دیوار میں دے مارا۔شیشے کی کرچیاں پورے کمرے میں پھیل گئیں۔وہ تیزی سے اٹھا اور اپنے کمرے میں موجود الماری کی طرف آیا۔الماری کے پٹ کھولنے کے بعد اس نے سب سے نچلا خانہ کھولا اور ایک لوہے کا چکور ڈبا باہر نکال لیا۔اس نے ڈبا کھول کر اس میں موجود گن باہر نکال لی۔

"دیکھتا ہوں تیرا باپ کیا کرتا ہے!"اس نے گن کو دیکھتے ہوئے تنفر بھرے لہجے میں کہا۔

وہ گن کو اپنی کمر کے پیچھے پینٹ میں اڑستہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ابھی وہ کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ اسے عاہل نظر آگیا۔عاہل اسے دیکھ چکا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات سے الجھتا اس کے پاس آگیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟"اس نے سنجیدہ سے انداز میں پوچھا۔

"ایک کام ہے مجھے!"اس نے سرسری سے انداز میں کہا۔شراب کی بدبو عاہل کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔

"تم نے شراب پی رکھی ہے؟"عاہل کو یکدم اس پر غصہ آیا تھا۔رایان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے رایان!اُف خدایا!تم کر کیا رہے ہو؟"

"عاہل پلیز راستے سے ہٹو مجھے کہیں جانا ہے!"وہ ہاتھ سے اسے پڑے ہٹاتے ہوئے کہنے لگا۔

عاہل نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"تم جہاں بھی جارہے ہو،میں تمہارے ساتھ جاؤں گا!"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہنے لگا۔وہ اس کا بھائی تھا۔وہ غلط سرگرمیوں میں حصہ لے رہا تھا اور وہ اسے یوں اکیلے جانے

نہیں دے سکتا تھا وہ بھی تب جب وہ نشے میں تھا۔وہ پوری طرح نشے میں نہیں تھا لیکن عاہل رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے! اب چلو!"وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تو عاہل پریشان سا اس کے پیچھے آنے لگا۔

رایان نے گاڑی علینا کے گھر کے سامنے روک دی تھی۔

"ہم کہاں آئے ہیں رایان؟"عاہل کشمکش کا شکار ہوا گھر کو دیکھ رہا تھا۔

"ابھی پتا چل جائے گا تمہیں!"وہ کہتا ہوا گاڑی سے نکل گیا تھا۔

عاہل پریشان سا اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔ابھی لوہے کا گیٹ پار کر کے وہ دونوں دروازے کے پاس ہی آئے تھے کہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ضرار ان دونوں کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔وہ علینا کو لینے جا رہے تھے۔عاہل کے چہرے پر الجھن ابھری جبکہ رایان کے چہرے سے غصہ واضح تھا۔

"جی کون؟"ضرار نے پوچھا تھا۔

"رایان مستجاب!"اس نے تحکم بھرے لہجے میں کہا اور گھر کے اندر قدم بڑھانے لگا۔

نوولز کلب
Clubb of Quality Content

"کدھر جا رہے ہو تم! نکلو ابھی یہاں سے!" ضرار نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں رکا۔ عاہل حیران تھا۔ وہ اس کے پیچھے اندر آیا۔

"رایان یہ سب کیا ہے؟ چلو یہاں سے!" عاہل اسے بازو سے پکڑ کر کہنے لگا۔ رایان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"بیٹی کہاں ہے تمہاری؟ بلاؤ اسے!" اس کا لہجہ تنفر سے بھرا ہوا تھا۔ عاہل کو جھٹکا لگا۔

"اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ!" انہوں نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔ "اور میری بیٹی سے دور رہو!"

"کمال ہے آپ دور رہنے کی بات کر رہے ہیں!" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "جبکہ میں تو اسے اپنے ساتھ لے کر جانے کے لیے آیا ہوں! لیکن فکر مت کریں! صرف رات تک، صبح میں خود علینا کو آپ کے گھر چھوڑ کر جاؤں گا!" وہ کمینے سے انداز میں مسکرایا تو ضرار نے اس کا گریبان جھپٹ لیا۔

"خبردار! جو تم نے میری بیٹی کا نام اپنی غلیظ زبان سے لیا تو! میں جان لے لوں گا تمہاری!" وہ اس کا گریبان پکڑے چلائے تھے۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

عاہل نے آگے بڑھ کر انہیں رایان سے دور ہٹایا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا رایان؟ یہ کیا کر رہے ہو؟ چلو یہاں سے!" وہ اس کی طرف دیکھتا چلایا تھا۔

"بہت شوق ہے نا تم دونوں باپ بیٹی کو جان لینا کا؟ میں بتاتا ہوں جان کیسے لیتے ہیں!" اس نے ایک جھٹکے سے اپنی پینٹ میں اڑسی ہوئی گن باہر نکالی تو وہاں موجود ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا۔ عاہل نے بے یقینی کے عالم میں رایان کی طرف دیکھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ گن لایا تھا۔ رایان نے گن کا رُخ ضرار کی طرف کر دیا۔

"رایان گن نیچے کرو!" عاہل کو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔ "فار گارڈز سیک رایان! گن نیچے کرو! تم پاگل ہو گ۔۔۔" الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے جب فائر کھلنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

عاہل نے تیزی سے رایان کے ہاتھوں سے گن پکڑ لی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اور گولیاں نہ چلا دیتا لیکن گن میں گولیاں بچی ہی کہاں تھیں؟ گن کی تمام گولیاں فائر ہو گئی تھیں۔ عاہل نے

ضرار کی طرف دیکھا۔وہ زمین پر گرے ہوئے تھے اور ان کے جسم میں سوراخ ہو گئے تھے۔

"شٹ!"رایان نے اس سارے واقع میں پہلی بار غور کیا اور اس کا دماغ بھک سے اڑا۔کیا اس نے سچ میں فائر کھول دیا تھا؟اس نے چند گہرے سانس اندر کو کھینچے پھر ساکت کھڑے عاہل کو دیکھا۔

"عاہل چلو یہاں سے!"اس نے عاہل کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔وہ ساکت کھڑا رہا۔"عاہل چلو یہاں سے!"وہ چلایا لیکن وہ تب بھی نہ ہلا۔وہ شاک میں تھا۔"بھاڑ میں جاؤ تم!"وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

Clubb of Quality Content

رایان کے جانے کے چند لمحوں بعد ہی علینا گھر آئی تھی۔ضرار اسے لینے آنے والے تھے لیکن جب اسے لائبریری میں اپنے کالج سیلیکشن کا میسج آیا تو وہ اپنی خوشی میں یہ بات بھول گئی۔اسے بس گھر پہنچنا تھا۔

عاہل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔اور اس نے ایک اور غلطی کر دی۔اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ لیا تھا۔

عاہل مستجاب کو معلوم نہ تھا کہ اب وہ ان آنکھوں کو کبھی بھولنے نہیں والا تھا۔وہ آنکھیں ہر رات اسے مارنے والی تھیں۔

ایسی بے تاثر،ایسی مردہ وخالی آنکھیں سیاہ آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔اُن کہربا آنکھوں نے اُس لمحے سیاہ آنکھوں کے اندر کہیں جیسے کچھ مار دیا تھا۔

اسے اس کی آنکھوں سے شدید خوف آیا۔وہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔

وہ اپنے پیچھے دو لاشیں چھوڑ گیا تھا۔ایک بے جان تھی اور ایک لمحہ در لمحہ بے جان ہو رہی تھی۔۔۔

گھر تک کا راستہ کس طرح طے کیا گیا۔۔۔اسے معلوم نہ تھا۔

ابھی وہ صدر دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ اسے مستجاب کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا تھا جو تم وہاں گئے تھے؟"مستجاب لاؤنج میں کھڑا چلا رہا تھا۔

اس کے سامنے رایان کھڑا تھا۔چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے۔

"ڈیڈ ہو گئی مجھ سے غلطی! مر گیا وہ آدمی! مر گیا وہ آدمی اب کیا کروں میں؟ جیل چلا جاؤں کیا؟" وہ بھی اس سے زیادہ بلند آواز میں غرایا تھا۔ مستجاب سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو جیل نہیں جانے دے سکتا تھا۔

عاہل لاؤنج میں نہیں گیا۔ وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا تھا۔ اس کا باپ رایان کو معاف کر دینے والا تھا۔ اس کا گناہ بھلا دیا جانے والا تھا۔ رایان مستجاب کو قتل کرنے پر بھی سینے سے لگایا جائے گا۔۔۔ یہ بات عاہل جانتا تھا، ہمیشہ سے۔

لیکن وہ ایک اور بات جانتا تھا۔ وہ اپنا بھائی ہمیشہ کے لیے کھو چکا تھا۔

وہ اپنے کمرے سے منسلک بالکنی میں رکھی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ رایان تھا۔ وہ اس کے پاس بالکنی میں آگیا۔

"تم یہاں ایسے کیوں بیٹھے ہو؟" وہ عام سے لہجے میں کہتا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ "یار اب چھوڑ دو جو ہوا سو ہوا! میں نے کونسا جان کر مارا تھا اسے! بس غصے میں فائر کھل گیا مجھ سے!" وہ چند لمحے عاہل کا بے تاثر چہرہ دیکھتا رہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ اس کے باپ کو نہیں مارنا چاہیے تھا لیکن عاہل اس لڑکی نے میری بے عزتی کی تھی یار! میں بس اسے اٹھا کر

ساتھ لے آتا، ڈرادھمکا کر صبح واپس اس کے گھر چھوڑ آتا! مجھے اس کے گھر جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔اگلے دن جب وہ لائبریری آتی تو اسے وہیں سے اٹھالیتا۔۔۔" وہ اپنی دھن میں ہی کہے جارہا تھا۔عاہل خاموشی سے اندر جانے کے لیے اٹھا۔اسے رایان کی باتوں سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔

وہ اپنے بھائی کو کھو چکا تھا۔۔۔

" ویسے میں سوچ رہا ہوں۔۔۔" رایان مسکرایا۔" اسے آج رات کے لیے اٹھا کر فضل کے فارم ہاؤس پر لے جاتا ہوں۔اب تو اس کا باپ بھی مر گیا۔اس کی موت کا کوئی تو فائدہ ہونا چاہیے نا مجھے!" عاہل اس کی طرف پورا کا پورا گھوما۔رایان کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔" تم بھی میرے ساتھ آسکتے ہو۔میں جانتا ہوں تمہیں لڑکیوں میں کچھ خاص انٹرسٹ نہیں ہے لیکن عاہل وہ بہت ہاٹ ہے اور۔۔۔" اس سے پہلے کہ رایان اپنی بات مکمل کر پاتا عاہل نے ایک زناٹے دار تھپڑ رایان کے گال پر دے مارا تھا۔عاہل اسے سُرخ انگارہ آنکھیں لیے دیکھ رہا تھا اور رایان اپنے گال پر ہاتھ رکھے بے یقین سا کھڑا تھا۔

"آج سے تم میرے بھائی نہیں ہو۔ تمہیں اپنا بھائی کہتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے! کاش تم آج کا دن آنے سے پہلے ہی مر گئے ہوتے!" وہ انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتا ہوا غرا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور رایان کا گریبان پکڑتے ہوئے کہنے لگا۔

"آئیندہ اس لڑکی کے بارے میں تم نے کسی بھی قسم کی بکواس کی تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لوں گا رایان مستجاب!" وہ اپنی پوری قوت سے اس پر دھاڑا تھا۔ عاہل نے ایک جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑا تھا۔ "دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے!" وہ ایک بار پھر اس پر دھاڑا۔ رایان چند لمحے ششدر سا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"یہ تھپڑ یاد رکھنا عاہل! تمہیں بہت مہنگا پڑے گا یہ تھپڑ!" رایان انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس رات کے بعد سے ان دونوں کے درمیان بس نفرت ہی رہ گئی تھی۔

مستجاب نے شازیہ اور ارحم سے فوراً رابطہ کیا تھا۔ شازیہ کو یہ ایک موقع لگا تھا جس سے وہ ضرار سے بدلہ لے سکے۔ شازیہ، مستجاب اور سندھ کے وزیرِ اعلیٰ نے مل کر ضرار کا کیس سرے سے بدل دیا تھا۔ رایان کا نام کہیں بھی نہیں آیا تھا۔ سی سی ٹی وی فوٹیج جب ختم

کروائی گئی تو اس سے پہلے اس کی ایک کاپی ایک پولیس والے نے شہریار کے کہنے پر انہیں بھیج دی تھی۔ انہیں اس کیس کی بھنک لگ گئی تھی اور انہیں ثبوت چاہیے تھے۔ وہ پولیس والا جی آئی بی کے لیے ہی کام کرتا تھا۔

وہ واپس زیورک آگیا تھا۔ زندگی پہلے بھی مشکل تھی۔۔۔ اب مزید مشکل ہو گئی تھی۔ پہلے وہ ہر رات نائٹ میئرز میں ملیحہ کی موت دیکھتا تھا۔ اب وہ ہر رات ان آنکھوں کو بھی دیکھنے لگا تھا۔ کبھی کبھار وہ ان آنکھوں سے جھنجھلا کر اپنے خواب سے جاگتا تو اپنا کمرہ تہس نہس کر دیتا۔ اس لڑکی کے لیے اس کے دل میں ہمدردی تھی۔ اسے اکثر لگتا تھا کہ ضرار کی موت اس کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اگر وہ رایان کو وہاں جانے سے روک دیتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ دن پچھتاوے اور راتیں خوف میں یونہی گزر گئیں۔ دو سال گزر گئے۔ لیکن دو سال بعد کچھ ہوا۔

اس کی یونیورسٹی شروع ہو گئی تھی اور وہ اس دن اپنے کسی جاننے والے سے ملنے اس علاقے میں آیا ہوا تھا جہاں اس رات عصام اور علینا ڈنر کے لیے آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب اچانک ایک لڑکی اس کی گاڑی کے نیچے آتے بال بال بچی۔

لیکن یہی وہ لمحہ تھا جب سب برباد ہوا تھا۔

یہی وہ لمحہ تھا جب عاہل مستجاب کے لیے وقت تھما تھا۔

اسے واپس سے ہوش تب آیا جب عصام اس کی نظروں کے سامنے آیا۔ وہ علینا کے گرد کسی حفاظتی باڑ کی طرح موجود تھا۔ عاہل زن سے گاڑی لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ وہاں ہرگز رکنا نہیں چاہتا تھا۔ عاہل نے ایک گلی چھوڑ کر اگلی گلی میں اپنی گاڑی روک دی۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ عصام اسے گود میں اٹھائے گاڑی تک لایا تھا۔ اس نے عصام کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار اس نے عصام کو کسی لڑکی کو یوں دیکھتے پایا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ کوئی عام لڑکی نہ تھی۔ اگلے چند دنوں میں اس نے کوشش کی تھی کہ وہ عصام کے آس پاس رہتا لیکن اس کی سیکیوریٹی اتنی ہائی تھی کہ وہ ایسا نہ کر پایا لیکن پھر اس نے آئی بی سی میں اسے اور علینا کو دیکھا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ وہ دونوں ساتھ تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اور عاہل مستجاب کو زندگی میں پہلی بار کسی سے حسد محسوس ہوا تھا۔ اسے عصام سے شدید حسد محسوس

ہوا تھا۔اس کی زندگی برباد ہو کر رہ گئی تھی اور وہ اس لڑکی کے ساتھ جس سے وہ محبت کرتا تھا،ایک پُر سکون زندگی گزار رہا تھا؟

وہ گھر آیا تو شدید مضطرب لگتا تھا۔اس نے تیزی سے جا کر اپنی الماری کھولی اور ایک فائل باہر نکالی۔یہ وہی ڈی این اے ٹیسٹ تھا جو وہ اپنے ساتھ زیورک لے آیا تھا۔وہ چند لمحے اس رپورٹ کو دیکھتا رہا۔پھر وہ مدھم سا مسکرایا۔اس رپورٹ کا استعمال کرنے کا صحیح وقت اب تھا۔بدلہ لینے کا وہ موقع جس کی تلاش میں وہ اب تک تھا،اب اسے مل چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ عصام اور علینا کے پاکستان جانے کے چند دن بعد ہی لاہور آ گیا تھا۔اس کے پاس بہانہ تھا۔ اسے پندرہ جنوری تک چھٹیاں تھیں اور سردی کی چھٹیاں وہ پاکستان میں گزارنا چاہتا تھا۔اس کے گھر آنے سے کسی کو کوئی خاص فرق نہ پڑا تھا۔صرف اس وقت تک۔۔۔

یہ نیو ایئر سے دو دن پہلے کی بات تھی۔مستجاب ایک سیاسی کام کی وجہ سے نیویارک گیا ہوا تھا۔باقی سب گھر پر ہی تھے۔وہ مستجاب کی اسٹڈی میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پر

مستجاب کی چیزوں کو دیکھ کر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ تبھی اسٹڈی کا دروازہ کھلا تھا اور اندر آنے والا عاہل مستجاب تھا۔اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"یہاں کیسے آنا ہوا تمہارا؟" زنیرہ نے آبرو سُکیڑ کر اسے دیکھا۔

"یہ میرا گھر ہے۔ میرے باپ کی اسٹڈی ہے۔ میں جہاں چاہوں آجا سکتا ہوں۔ اور اس کے لیے مجھے آپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا انداز باور کروانے والا تھا۔

"زیورک جا کر زیادہ ہی اکڑ نہیں آگئی تم میں؟" وہ طنزیہ سا مسکرائی۔ "اوقات میں رہو اپنی!"

عاہل نے استہزائیہ سے انداز میں ہنکارا ابھرا۔

"یہی بات میں اگر آپ سے کہوں تو؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"تمیز بھول گئے ہو؟ تمہارے باپ کی بیوی ہوں میں!" اب کہ زنیرہ کو غصہ چڑھا تھا۔

"ہاں! جانتا ہوں! شادی سے پہلے میرے باپ کی رکھیل بھی تھیں آپ! سب جانتا ہوں!" وہ زنیرہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے کہہ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاؤ ڈیئر یو!" عاہل کی بات پر زنیرہ کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

"آپ اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ مجھ سے اونچی آواز میں بات کریں!" عاہل نے زنیرہ سے بھی بلند آواز میں کہا۔

وہ چند قدم چل کر ڈیسک کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ ڈیسک پر زنیرہ کے سامنے پٹخ دیا۔ زنیرہ نے الجھن کا شکار ہو کر اس کاغذ کو دیکھا۔ اور چند لمحوں کے اندر اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ چہرہ جھکائے بیٹھی اس کاغذ کو دیکھتی رہی۔ اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ چہرہ اٹھا کر عاہل کی طرف دیکھتی۔

"ڈیڈ کو اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔ مجھے اور رایان کو نہیں ہے۔ جبکہ حیدر اور عصام دونوں کو اسٹرابیریز سے الرجی ہے۔" وہ زنیرہ کی طرف دیکھتا کہہ رہا تھا۔ "جب میرے باپ نے میری ماں کو مارا تھا تو فرطِ جذبات میں آ کر انہوں نے ایک بات کہہ دی تھی کہ آپ کا اور ان کا تعلق بیس سال سے بھی زیادہ پُرانا تھا۔ اور آپ ان کی محبت تھیں اور میری ماں صرف ایک مجبوری۔ حیدر مجھ سے چھوٹا ہے اور وہ آپ کی اور ڈیڈ کی شادی کے بعد پیدا ہوا تھا، تو حیدر وہ ناجائز اولاد ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جس کے بارے میں میری ماں نے بات کی تھی۔ پیچھے

صرف ایک شخص بچا تھا۔ شہر یار واجد خان جن سے آپ نے شادی کی تھی اور میرے اندازے کے مطابق اس انسان کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے!" وہ آخر میں مسکرایا تھا۔

زنیرہ نے چہرہ اٹھا کر عاہل کی طرف دیکھا۔

"مستجاب تمہارے دوست کو مار دے گا!" زنیرہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو مار دیں! مجھے کیا؟ میری ماں کو بھی تو مار دیا تھا، اسے بھی مار دیں گے تو کیا ہی فرق پڑے گا؟ مجھے ویسے بھی اس سے نفرت ہے!" وہ بے پرواہ سا کہہ رہا تھا۔ "اور پلیز میرے سامنے اپنی یہ سستی ممتا والی ایکٹنگ مت کیجیے گا! میں جانتا ہوں کہ آپ کو صرف اپنی جان کی پرواہ ہے۔ اگر اتنی ہی اس کی پرواہ ہوتی تو آپ اس کے اسٹینڈ لیتیں۔"

"مجھے اس کی پرواہ تھی اس لیے اسے اس دنیا میں لائی! اپنا بچہ کوئی ماں نہیں مارتی!" وہ دانت پر دانت جمائے کہہ رہی تھی۔

"تو آپ کی یہ پرواہ تب کہاں تھی جب آپ اسے اپنے ایکس ہسبینڈ کے پاس چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اس سے دستبردار ہو گئیں؟" وہ چلایا تھا۔ "پرواہ تب کہاں تھی آپ کی جب آپ کا

نام اس کی لیے ایک طعنہ بن گیا تھا؟ ایک گالی بن گیا تھا؟ آپ کو اس کی پرواہ نہیں تھی! آپ کو صرف اپنی پرواہ تھی! اگر آپ کو اس کی پرواہ ہوتی تو وہ اس دن ناشتے کی میز پر اپنے آنسوؤں کو ضبط کیے نہ بیٹھا ہوتا!" وہ آخر میں ایک بار پھر چلایا تھا۔

زنیرہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ "اور تم کہتے ہو تمہیں اپنے دوست سے نفرت ہے؟" وہ استہزائیہ سے انداز میں مسکرائی۔

عاہل کا رنگ اڑ گیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اس سارے وقت میں عصام کی وکالت کر رہا تھا۔ چند لمحے وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"میں اس کا دوست نہیں ہوں کیونکہ میں اس سے اس کی زندگی چھیننے والا ہوں! آپ کا بیٹا ایک لڑکی کو ٹوٹ کر چاہنے لگا ہے!" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "میں نے اس کے ساتھ تین سال گزارے ہیں۔ اور ان تین سالوں میں ایک بھی ایسا دن نہ تھا جب میں نے اس کی آنکھوں کو چمکتے ہوئے دیکھا ہو جس طرح سے میں نے اس رات زیورک میں اس کی آنکھوں کو چمکتے دیکھا تھا۔ He loves her like

breathing" وہ طنزیہ سا ہنسا۔ "لیکن کیا ہو گا اگر وہ لڑکی اسے چھوڑ کر چلی جائے تو؟"

وہ شاطر سا مسکرایا۔ "اگر میں اس لڑکی کو جا کر عصام کی اصلیت بتا دوں تو؟"

زنیرہ کو جھٹکا لگا۔ اس لیے نہیں کہ وہ لڑکی عصام کو چھوڑ کر چلی جائے گی، بلکہ اس لیے کہ ایسا ہونے کی صورت میں مستجاب کو سچ معلوم ہو جائے گا۔

"نہیں تم ایسا نہیں کرو گے!" زنیرہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"میں ایسا ہی کروں گا! اور اب آپ کو وہ بہانا سوچنے کی ضرورت ہے جو آپ ڈیڈ کو سچ سامنے آنے کے بعد بتانے والی ہیں!" وہ کہہ کر پلٹنے لگا تھا لیکن رُک گیا۔ "اور ہاں! آپ یہ رکھ سکتی ہیں! میرے پاس یہ رپورٹ بہت سی مختلف جگہوں پر محفوظ ہے!" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

زنیرہ پیچھے بیٹھی اس لمحے کو کوس رہی تھی جب اس نے ملیحہ اور مستجاب کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے ناجائز اولاد والی بات کی تھی۔

اور کمرے کے باہر کھڑا احید رسب سن چکا تھا۔ وہ وہاں زنیرہ سے کوئی بات کرنے آیا تھا۔ لیکن اندر سے آتی آوازوں کو سن کر وہیں رک گیا۔ جب عاہل باہر آیا تو وہ دروازے کی اوٹ

میں چھپ گیا تھا۔اسے عصام کے بارے میں جان کر جھٹکا لگا تھا۔اور اب سچ جاننے کے بعد اسے عصام سے مزید نفرت ہونے لگی تھی۔اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس نے اپنے پلان میں ردوبدل کی تھی۔پہلے وہ صرف انوشے کے کہنے پر علینا کا ریپ کرنے والا تھا، لیکن اب وہ اسے جان سے مارنے والا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ ہسپتال کا منظر تھا۔حیدر کا پلان فلاپ ہو چکا تھا اور اس وقت وہ ہسپتال میں زیرِ علاج تھا۔ اس کی چوٹیں بہت گہری تھیں۔اور اس وقت ارحم سمیت سب لوگ حیدر کے کمرے کے باہر موجود تھے۔زنیرہ کی آنکھیں رو رو کر سوجھ گئی تھیں۔مستجاب اس کے ساتھ بیٹھا اسے تسلی دے رہا تھا۔عاہل ان سب سے ذرا ہٹ کر بیزار سا بیٹھا ان سب کو دیکھ رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ جس طرح کی حیدر کی حرکتیں تھیں، ایک دن وہ ضرور کسی کے ہاتھوں پٹے گا۔رایان اور ارحم آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"اس کے ساتھ ایسا کس نے کیا ہے ارحم؟" رایان کا پارہ ہائی تھا۔اسے یہ جان کر شاک لگا تھا کہ کسی نے مستجاب علی کے بیٹے پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی تھی۔ارحم اس پارٹی پر حیدر کے

بلانے پر ہی آیا تھا۔اس نے وہاں حیدر کو پٹتے ہوئے دیکھا تھا۔لیکن اس نے عصام کو روکا نہیں کیونکہ اسے مزہ آرہا تھا۔اور وہیں اس نے علینا کو بھی دیکھا تھا۔وہ یہاں سے جاکر سیدھا علینا سے ملنے والا تھا۔

"لڑکی کا معاملہ تھا۔"اس نے سرسری سے انداز میں کہا۔

"لڑکی کے معاملے میں کوئی کسی کو اس طرح سے نہیں پیٹتا کہ اگلا بندہ آئی سی یو میں ہی پہنچ جائے !سچ بتاؤ وہاں کیا ہوا تھا؟"رایان کا لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

"تمہیں سچ جاننا ہے؟"وہ سنجیدہ سا رایان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

Clubb of Quality Content!

"ہاں!"

"تمہیں وہ لڑکی یاد ہے؟"

"کونسی لڑکی؟"رایان کے آبرو الجھن کے باعث اکٹھے ہوئے۔

"وہی!جس کے باپ کو تم نے اوپر پہنچایا تھا!"وہ کہہ کر مسکرایا۔وہاں موجود ہر شخص کے چہرے کا رنگ ایک لمحے میں اڑا تھا۔عاہل کو لگا کہ اس کا سانس ایک لمحے کے لیے تھما تھا۔

"علینا ضرار!" رایان نے آہستہ سے اس کا نام لیا۔

"ہاں وہی لڑکی جو میرے گھر سے بھی بھاگ نکلی تھی!" ارحم کا لہجہ پل بھر میں تلخ ہوا تھا۔

"تمہارا بھائی اس کے ساتھ زیادتی کرنا چاہتا تھا۔ ناجانے آخری منٹ اس کا بوائے فرینڈ، اونہوں۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "کیا نام تھا اس کا؟" وہ جیسے سوچ رہا تھا۔ "ہاں شہریار خان کا بیٹا عصام! ہاں!" اسے جیسے یاد آیا تھا۔ عصام کے نام پر زنیرہ کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ "آخری منٹ وہ ناجانے کیسے وہاں پہنچ گیا اور اس نے حیدر کی یہ حالت کر دی!" وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔ جبکہ وہاں موجود باقی ہر شخص حیران تھا۔

زنیرہ حدید کے بیٹے نے اس کے دوسرے بیٹے کو اتنا مارا تھا کہ وہ آئی سی یو میں کریٹیکل حالت میں پڑا ہوا تھا۔

اگلی رات جب حیدر کو ہوش آیا تو وہ سب باری باری اس سے ملے تھے۔ سوائے عاہل کے۔ وہ اس سے نہیں ملا تھا۔

یہ ہسپتال کے باہر کا منظر تھا۔ وہ موبائل کان سے لگائے کھڑا تھا۔ دوسری بیل پر کال اٹھالی گئی تھی۔

"ہیلو!" نسوانی آواز میں کچھ عجیب سا تھا، جیسے گھبراہٹ ہو۔

وہ مسکرایا۔ "علینا ضرار!"

"کون؟" وہ کچھ پریشان ہوئی۔

"عاہل مستجاب!"

علینا ایک لمحے کے شل رہ گئی۔ عصام کو اس کے فلیٹ سے نکلے ابھی آدھا گھنٹا ہی ہوا تھا۔

"مجھے مستجاب خاندان سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے کوئی بات نہیں کرنی ہے! آئندہ مجھے کال مت کرنا ورنہ میرا شوہر تمہاری جان لے لے گا!" وہ چلائی تھی۔ عاہل کو شوہر لفظ پر حیرت ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"مجھے عصام کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا ہے!" وہ کال کاٹنے ہی والی تھی جب عاہل نے تیزی سے کہا۔

وہ کال کاٹتے کاٹتے رک گئی۔ "اور مجھے کچھ بھی جاننے کا اشتیاق نہیں ہے!" اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

"اوہ میرا یقین کرو! جو مجھے معلوم ہے، وہ جاننے کے بعد تم سچ میں کچھ بھی جاننا نہیں چاہو گی!" وہ کہہ کر عجیب سے انداز میں ہنسا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی۔

"ٹھیک ہے! ابھی کچھ دیر میں عصام گھر آ جائے گا۔ تمہیں جو بھی بات کرنی ہے تم اس کے سامنے کرو گے! وہ جب آئے گا میں تمہیں بتا دوں گی!" اس نے کہہ کر ٹھک سے کال کاٹ دی۔

عاہل کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ پھیل گئی۔ "پرفیکٹ!"

اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کے راز فاش کرنے سے پہلے ہی مستجاب کو سچ معلوم نہ ہو جائے۔ وہ بس محتاط ہو رہا تھا۔ اسے علینا سے ہمدردی تھی۔ وہ اس لڑکی کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس وقت عصام سے بدلہ لینے کے راستے میں اگر اسے علینا کو بھی تکلیف دینی پڑتی تو بھی اسے کوئی فرق نہ پڑتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ ہسپتال کے پرائیویٹ روم کا منظر تھا۔ حیدر پٹیوں میں جکڑا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ کمرے میں اس وقت صرف رایان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی آخر حیدر؟" اس کے لہجے سے پریشانی عیاں ہو رہی تھی۔

"عصام۔۔۔وہ۔۔۔" درد کے باعث اس کی آواز کسی کراہ کی صورت نکل رہی تھی۔

"عصام کیا؟"

"وہ مام۔۔۔اور ڈیڈ۔۔۔کا بیٹا ہے!" اس نے بدقت اپنی بات مکمل کی۔ رایان کچھ بول نہ سکا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" وہ بے یقینی کا عالم لیے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں! میں نے مام اور عاہل کو۔۔۔اسٹڈی میں لڑتے سنا تھا۔ عاہل کے پاس۔۔۔ثبوت کے طور پر ڈی این اے ٹیسٹس بھی ہیں۔ عاہل مام کو۔۔۔بلیک میل کر رہا تھا۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "میں نے ایسا اس لیے کیا کیونکہ میں عصام کو تکلیف پہنچانا

چاہتا تھا!" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ رایان جیسے سکتے میں آگیا۔ چند منٹوں بعد ہی حیدر نے اس سے پوچھا۔

"رایان اب تم کیا کرو گے؟ ڈیڈ کو یہ بات معلوم نہیں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ انہیں یہ معلوم ہو ورنہ وہ مام سے ناراض ہو جائیں گے!" اب کہ حیدر کی کراہتی ہوئی آواز سے فکر جھلک رہی تھی۔

اس نے چہرہ اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا۔ "میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ میں ان دونوں کو ختم کر دوں گا۔ اس لڑکی سے مجھے ویسے بھی پُرانے حساب برابر کرنے ہیں اور عصام؟ میں اسے اپنے باپ کی زندگی خراب کرنے نہیں دے سکتا! اسے بھی جانا ہو گا!" وہ کہہ کر سنجیدہ سا حیدر کی طرف دیکھنے لگا۔ "کہاں رہتی ہے وہ؟"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(جس وقت عاہل نے اسے کال کی وہ اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔ وہ عصام کے ساتھ رہنے والی تھی۔ اب اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب سنبھال لے گا۔ اب اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔

کال پر مستجاب لفظ سنتے ساتھ ہی اس کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اسے مستجاب خاندان کے کسی بھی شخص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا۔ یکدم ہی اس کی نظروں کے سامنے پچھلے تمام واقعات گھوم گئے۔ ضرار کی خون سے بھری لاش۔ ارحم شاہنواز کے گھر کا وہ کمرا۔ پارٹی میں حیدر کا اس کو زدوکوب کرنا۔ ارحم کا اس کے فلیٹ پہنچ جانا۔ خوف کی مارے اس کی سانس پھول گئی تھی اور اسی خوف کے زیرِاثر وہ عاہل پر چلائی تھی اور اس نے اس سے کہا تھا کہ اگر اس نے اسے دوبارہ کوئی کال کی تو اس کا شوہر اسے جان سے مار ڈالے گا۔)

عاہل اس وقت حیدر کے کمرے میں موجود تھا۔ زنیرہ کو مستجاب نے گھر بھیج دیا تھا۔ وہ رو رو کر ہلکان ہو چکی تھی۔ خود مستجاب ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھا حیدر کی حالت ڈسکس کر رہا تھا۔ عاہل اسے دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا۔ اسے بیڈ پر لیٹا دیکھ کر نا جانے کیوں اسے اچھا لگ رہا تھا، خاص کر کے تب جب اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس نے علینا کے ساتھ کیا کرنے کی کوشش کی تھی۔ حیدر اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

(وہ دوبارہ پیکنگ کرنے لگ گئی۔اسے اپنا دھیان بٹانا تھا کیونکہ وہ دوبارہ سے اپنے ماضی کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔پیکنگ کرتے ہوئے بے ساختہ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔وہ تھک کر بیڈ پر اپنے سوٹ کیس کے ساتھ بیٹھ گئی۔سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا یوں کہ اس کی انگلیاں اس کے بالوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھیں۔وہ رونے لگی۔اسے معلوم نہ تھا کہ وہ کیوں رو رہی تھی۔اسے بس عدم تحفظ محسوس ہو رہا تھا۔ساتھ ہی سینے میں ایک عجیب سا احساس بھی تھا۔ایک عجیب سے تکلیف جو اس کے سانس لینے میں دشواری کا باعث بن رہی تھی۔

کیونکہ۔۔۔

دوسری طرف اپنی کار میں بیٹھا عصام اس کی تکلیف پر رو رہا تھا۔۔۔)

"تمہارے ساتھ جو بھی ہوا بہت اچھا ہوا!" عاہل مسکرایا۔حیدر نے اسے غصے سے دیکھا۔

"ان فیکٹ عصام سے نفرت ایک طرف لیکن۔۔۔" وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا۔"تم نے جو علینا کے ساتھ کیا۔۔۔" اس کی آواز یکدم سرد ہو گئی۔وہ اس کے چہرے پر جھکا کہہ رہا تھا۔

"اس کے بعد آئی ونڈر کہ عصام نے تمہاری جان کیوں نہیں لی؟ کیونکہ اگر میں اس کی جگہ

ہوتا تو ایک لمحے کے لیے بھی سوچے بغیر تمہاری جان لے لیتا!" وہ اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھے کہہ رہا تھا۔

(اسے دروازے پر بیل کی آواز سنائی دی۔ یکدم اس کی سانس میں سانس آئی۔

"عصام!" اس کی منہ سے بس اس کا نام نکلنے کی دیر تھی۔ وہ تیزی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی۔ لاؤنج میں داخل ہونے کے بعد اس نے بنا پوچھے دروازہ کھول دیا۔ وہ بنا پوچھے دروازہ نہیں کھولا کرتی تھی لیکن اس وقت وہ جس قدر وحشت میں مبتلا تھی اسے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، سوائے اس کے کہ اسے عصام کے پاس ہونا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ وہ مدھم سا مسکرا رہی تھی لیکن دروازے پر کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔)

حیدر مسکرایا۔ اس کے مسکرانے پر عاہل کے آبرو حیرت سے اکٹھے ہوئے۔ حیدر نے ایک ہنکارا ابھرا۔

"کتنی محبت ہے نا تمہیں علینا ضرار سے؟" حیدر نے کمینی سی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجائے کہا۔

عاہل کا پارہ چڑھ گیا۔ عصام سے نفرت اپنی جگہ۔ اختلافات اپنی جگہ لیکن وہ علینا کا نام خود سے یوں جڑنا پسند نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عصام کی بیوی تھی۔ اس نے تیزی سے حیدر کا گریبان پکڑا۔

"تم دونوں بھائی اس لڑکی کی جان بخش کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس کی زندگی کو جہنم بنانے میں تم دونوں نے کبھی کوئی کثر نہیں چھوڑی ہے! بخش دو اسے!" وہ اس پر دھاڑا تھا۔

حیدر ایک بار پھر مسکرایا۔

"بخشنے ہی تو گیا ہے رایان اسے!" وہ کہہ کر ہنسا۔ عاہل کے ہاتھ سے اس کا گریبان پھسل گیا۔

"کیا؟" اس نے خود کو کہتے سنا۔

"اسے معلوم ہے کہ عصام کون ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ عصام کون ہے!" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا اور دوسری طرف عاہل کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہونے لگا۔

"وہ لڑکی بہت معصوم ہے۔ ہے نا؟ اور معصوم اور سیدھے سادھے لوگوں کی جگہ تو جنت میں ہوتی ہے۔ تو رایان اسے وہیں پہنچانے گیا ہے اور اگر اسے وہاں عصام ملے گا تو وہ اسے بھی وہیں پہنچا دے گا۔ ان دونوں کی ہیپی اینڈنگ ہو جائے گی!" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

(وہ رایان مستجاب تھا اور وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ اگلے لمحے ہی علینا نے تیزی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی جو ناکام رہی۔ رایان اس سے طاقت میں سبقت رکھتا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو دھکیلا تو علینا بھی لڑکھڑا گئی۔ وہ فلیٹ میں داخل ہوا اور اس نے اپنے پیچھے موجود دروازہ بند کر دیا۔ اس نے تیزی سے کمرے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی کلائی پکڑ چکا تھا۔

"چھوڑو مجھے!" وہ اس پر چنگھاڑی تھی۔

"آج میں تم سے سارے حساب برابر کروں گا!" وہ سرد سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"عصام تمہیں جان سے مار ڈالے گا!" وہ ایک بار پھر چنگھاڑی۔

"فلحال تو میں تمہیں جان سے مارنے والا ہوں!" وہ سرد سے انداز میں کہہ کر مسکرایا۔)

عاہل نے چند قدم پیچھے کو لیے۔ پھر وہ مڑا اور تیزی سے بھاگتا ہوا ہسپتال سے باہر نکل آیا۔ وہ ہسپتال کے مین گیٹ کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے یہ نہیں چاہا تھا۔ اس نے ان دونوں کی موت نہیں چاہی تھی۔ وہ تو صرف علینا کو عصام کا سچ بتانا چاہتا تھا تاکہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ۔۔۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔

(رایان نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹنا چاہا تو علینا نے کاؤنٹر پر پڑی چھُری اٹھا کر اس کے بازو میں مار دی۔ وہ کراہ کر پیچھے ہٹا۔ یہی موقع تھا۔ علینا تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ اندر آکر اس نے کمرے کو لاک کر دیا۔ وہ تیزی سے بیڈ پر پڑے اپنے موبائل کی طرف آئی۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ موبائل اٹھا کر عصام کو کال ملائی۔

"عصام گھر آجاؤ پلیز! پلیز گھر آجاؤ! وہ مجھے مار دے گا! پلیز گھر آجاؤ!" بے ربط سانسوں کے درمیان وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کون مار دے گا علینا؟ کون ہے وہاں؟" اسے عصام کی آواز میں بے پناہ خوف محسوس ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"عاہل۔۔۔ وہ عاہل۔۔۔" اس نے عصام کو سب بتانا چاہا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ عاہل نے اسے کال کی تھی اور وہ اس سے ملنا چاہتا تھا اور اب اس نے رایان کو اسے مارنے کے لیے بھیج دیا تھا۔ لیکن وہ اسے بتا نہ پائی کیونکہ اسی لمحے رایان کمرے کا دروازہ توڑتا ہوا اندر آیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے علینا کے ہاتھ سے موبائل لے کر کال کاٹ دی۔

"اوہ تو تم عصام کو بلا رہی تھیں؟" وہ ہنسا۔علینا کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی۔اس کے ہاتھ میں گن تھی۔اس کا سانس اٹک گیا۔)

"میں کیا کروں؟" وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔"اب میں کیا کروں؟" یکدم عاہل کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔اس نے موبائل نکالا اور شہریار کو کال ملائی۔

"انکل! میری بات غور سے سنیں! وہ علینا کے پیچھے گیا ہے! وہ علینا کو مار دے گا! آپ جانتے ہیں میں کس کی بات کر رہا ہوں! وہ عصام کو بھی مار دے گا! اسے سچ پتا چل گیا ہے! اسے سچ پتا چل گیا ہے! عصام کون ہے اسے پتا چل گیا ہے! آپ ابھی علینا کو اس کے فلیٹ سے نکال کر کسی سیف جگہ منتقل کریں اور عصام کو بھی سیف کریں!" عاہل کی حالت یہ سوچ سوچ کر خراب ہو رہی تھی کہ اگر اسے دیر ہو گئی ہوئی تو؟ اگر اس نے شہریار کو سچ بتانے میں دیر کر دی ہوئی تو؟

("چلو پھر ٹھیک ہے! آج یہ کھیل سرے سے ہی ختم کرتے ہیں۔" وہ کہہ کر اس کی طرف بڑھا تھا۔وہ اپنے قدم پیچھے کو لے رہی تھی۔اس کے بلکل پیچھے سائیڈ ٹیبل تھی اور سائیڈ

ٹیبل پر ایک بھاری سا ڈیکوریشن پیس پڑا ہوا تھا۔علینا نے وہ ڈیکوریشن پیس اٹھا کر رایان کو مارنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایسا کرنے سے روک چکا تھا۔جواب میں اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن کا دستہ پوری زور سے اس کی کنپٹی پر دے مارا۔وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئی۔یکدم اسے اپنے ارد گرد اندھیرا سا محسوس ہونے لگا۔وہ مسلسل اپنی پلکیں جھپکنے کی کوشش کر رہی تھی۔رایان نے اسے بازو سے پکڑا اور پھر گھسیٹتا ہوا لاؤنج میں لے آیا۔لاؤنج میں لا کر اس نے علینا کو ایک جھٹکے سے فرش پر پھینکا۔اور تبھی اسے کاریڈور میں کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔وہ جانتا تھا وہ عصام ہو گا۔اس نے لاؤنج میں لگے پردوں کو ایک جھٹکے سے کھینچ اتارا۔اس نے نیچے گرے پردوں کی لوہے کی راڈ اٹھائی اور دروازے کے عقب میں آ کھڑا ہوا۔اسے دروازے کے کھلنے کی آواز آئی۔عصام اندر داخل ہوا۔وہ علینا کی طرف بڑھنے ہی والا تھا کہ رایان نے پوری قوت سے وہ راڈ اس کے سر کے پچھلے حصے پر دے ماری۔اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لمحے میں اندھیرا چھا گیا تھا۔وہ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علینا نے یہ سب ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا۔وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن کوئی آواز نہ نکلی۔اس نے ہلنے کی کوشش کی تو چہرہ فرش کو چھونے لگا۔وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔اس نے گن کا رخ علینا کی طرف کیا۔

"چلو اس سب کو ختم کرتے ہیں اب!" وہ مسکرایا۔پھر ٹرگر دبا دیا۔ایک گولی اس کی کمر میں جا لگی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔وہ رایان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ عصام کی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ اسے بچانا چاہتی تھی۔اس لمحے اسے فرق نہ پڑتا تھا کہ وہ زندہ بچے گی یا نہیں،اسے صرف عصام کی جان کی پرواہ تھی۔ایک اور گولی فائر ہوئی اور وہ گولی اس کے کندھے سے ذرا نیچے لگی۔اور تیسری گولی رایان نے جان بوجھ کر اس گردن میں ماری تھی۔اور اگلے لمحے علینا کو اپنی تمام دنیا تاریک ہوتی نظر آئی۔اس نے جیب سے لائٹر نکالا اور کھڑکی کے پاس گرے پردوں کو آگ لگا دی۔ایک شعلہ اٹھا تھا اور آگ تیزی سے پورے کمرے میں پھیلنے لگی۔

"تم دونوں کو تمہاری ہیپی اینڈنگ مبارک ہو!" وہ مسکرا کر کہتا،ان دونوں پر ایک نظر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔)

جی آئی بی کے لوگ اس کے جانے کے چند منٹوں بعد وہاں پہنچے تھے۔

وہ گھر پہنچا تو عاہل اسے لاؤنج میں اضطرابی انداز میں اِدھر سے اُدھر چکر لگاتا ہوا نظر آیا۔ عاہل کی نظر رایان پر پڑی۔ پھر اس کے بازو سے نکلتے ہوئے خون پر۔ رایان اسے نظرانداز کرتا آگے بڑھنے لگا تو عاہل تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے رایان کا بازو تیزی سے جھپٹا اور اس کا رُخ اپنی طرف موڑا۔

"کیا کر کے آئے ہو تم؟" وہ اس کا گریبان اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے غرا رہا تھا۔ رایان نے درشتی سے عاہل کو خود سے دور دھکیل دیا۔

"تیری لڑکی اور تیرے بیسٹ فرینڈ کو مار کر آیا ہوں!" وہ عاہل سے بھی بلند آواز میں غرایا تھا۔

شور سن کر زنیرہ اور مستجاب بھی لاؤنج میں آ گئے تھے۔ حیدر کوڈ سچارج کر دیا گیا تھا اس لیے وہ سب گھر واپس آ گئے تھے۔

عاہل کو لگا وہ کبھی دوبارہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"تمہیں وہ تھپڑ یاد ہے جو تم نے اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے میرے منہ پر مارا تھا؟" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عاہل ساکت سا اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ "اپنے سگے بھائی کے منہ پر تم نے اس گھٹیا لڑکی کے لیے تھپڑ مارا تھا!" وہ چلایا۔ اگلے لمحے عاہل اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ ایک کے بعد ایک بنا رُکے رایان کے منہ پر مکے برسانے لگا۔ رایان نے بھی اسے مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ عاہل کا انداز ایسا تھا کہ مستجاب کو ایک لمحے کے لیے لگا کہ وہ رایان کی جان لے لے گا۔

ان دونوں کی لڑائی میں مستجاب نے مداخلت کی تھی۔ اس نے عاہل کو پکڑ کر رایان سے دور ہٹایا۔

"بس کرو تم دونوں!" وہ غرایا تھا۔ "یہ سب کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم دونوں؟ ہاں؟" اس نے عاہل کی طرف دیکھا۔ "دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تمہارا جو تم اپنے بھائی کو یوں وحشیوں کی طرح مار رہے ہو؟" مستجاب کی آنکھیں غصے سے سُرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے رایان کی طرف چہرہ موڑا۔ "اور تم! پاگل ہو گئے ہو کیا تم؟ قتل مزاق لگتا ہے تمہیں؟ ابھی تمہارے پچھلے قتل کو دو سال گزرے ہیں! اتنی مشکل سے میں نے تمہیں اس مصیبت سے

بچایا تھا اور اب تم ایک اور مصیبت میں خود کو پھنسا بیٹھے ہو؟ تم نے آخر خان خاندان کے کسی بھی فرد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی کیسے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں شہریار خان اپنے بیٹے کے معاملے میں تمہارے ساتھ کیا کرے گا؟" وہ اس پر چلا رہے تھے۔

رایان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"وہ شہریار خان کا بیٹا نہیں ہے!" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ زنیرہ کا سانس رُک گیا۔

"کیا؟" مستجاب نے قدرے الجھن سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ۔ شہریار۔ خان۔ کا۔ بیٹا۔ نہیں۔ ہے!" اس نے دانت پر دانت پیستے ہوئے اپنے بات دہرائی۔

عاہل جانتا تھا کہ وہ آگے کیا کہنے والا تھا اور وہ اسے روکنا بھی چاہتا تھا۔ لیکن۔۔۔

"وہ آپ کا بیٹا ہے! وہ آپ کی ناجائز اولاد ہے!" رایان غرایا تھا۔

زنیرہ کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔عاہل کی آنکھوں میں بے اختیار نمی چمکی تھی۔اسے اب معلوم ہو رہا تھا کہ جو راز قدرت نے چھپا دیا تھا اسے یوں افشاں کر کے اس نے بہت بڑی غلطی کردی تھی۔اب آگے صرف بربادی تھی اور اس بربادی کا ذمہ دار عاہل مستجاب تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟"مستجاب کو رایان کی بات پر مزید غصہ آیا۔

"میں بکواس کر رہا ہوں؟"وہ استہزائیہ سے انداز میں ہنسا۔"میں بکواس کر رہا ہوں تو پوچھیں اپنی بیوی سے کہ عصام کس کا بیٹا ہے؟آپ کا یا پھر شہریار خان کا؟"وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔

مستجاب نے کبھی زنیرہ پر شک نہیں کیا تھا لیکن آج بے اختیار اس نے شاکی نظروں سے زنیرہ کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے کی سفید سے سفید تر پڑنے والی رنگت نے ہی اسے اس کا جواب دے دیا تھا۔لیکن وہ پھر بھی چند مردہ قدم اٹھا کر زنیرہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔اس نے زنیرہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔زنیرہ نے آنکھیں چُرائی تھیں۔اور اس کا یوں آنکھیں چُرا جانا مستجاب کو تمام جواب دے گیا تھا۔

"کیا رایان سچ کہہ رہا ہے؟"اس نے خود کو کہتے سنا۔لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"مستجاب میری بات سنو!"زنیرہ منمنائی۔

"کیا عصام شہریار خان عصام مستجاب علی ہے؟"اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں سب ایکسپلین کر سکتی۔۔۔"زنیرہ نے منت کرنے والے انداز میں کہنا چاہا لیکن مستجاب نے درشتی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں یا ناں؟"وہ غرایا تھا۔

عاہل نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔اس کا چہرہ بھیگنے لگا۔

"ہاں۔"زنیرہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

مستجاب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔وہ چند لمحے بے یقینی کے عالم میں کھڑا زنیرہ کا چہرہ دیکھتا رہا۔جس عورت کے لیے اس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا تھا،آج وہی عورت اسے دھوکا دے گئی تھی۔مستجاب مزید کچھ بھی کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

"مستجاب!"زنیرہ نے اسے پکارنا چاہا لیکن اس کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ صرف اسے ہی سنائی دی۔

رایان ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ زنیرہ کی طرف اچھالتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صرف عاہل تھا جو اپنے قدم ہلا نہیں سکا۔ وہ جیسے پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"اب تمہیں معلوم ہوا عاہل مستجاب کہ میں نے اور شہریار نے اس راز کی حفاظت کیوں کی تھی؟" وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ عاہل کو لگا کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ کوئی اس کا سانس کھینچ رہا تھا۔ "کیونکہ ہم نتائج سے واقف تھے۔ راز کے افشاں ہونے کے نتائج سے واقف تھے!" وہ بے تاثر سی کہہ رہی تھی۔ "اب تم دیکھنا کہ کس طرح تمہارا راز کو افشاں کرنے کا یہ شوق ہم سب کی بربادی کا باعث بنے گا! اپنے دوست اور اپنی محبت کی موت کا سبب تو تم بن ہی چکے ہو۔ اب آگے دیکھو کہ تم کس کس کی موت کا سبب بنتے ہو!" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

عاہل گھٹنوں کے بل وہیں فرش پر گر گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو تواتر سے بہنے لگے۔ جسم ہچکولے کھانے لگا۔

اسے اپنا احساسِ جُرم محسوس ہو رہا تھا۔

عاہل مستجاب کو تاقیامت اس احساسِ جُرم کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

نتھی کر دیا گیا تھا۔

ہمیشہ کے لیے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ دو دن بعد کی بات تھی۔ وہ اپنی تمام تر ہمت مجتمع کر کے اس ہسپتال پہنچ گیا تھا جہاں عصام ایڈمٹ تھا۔ وہ عصام سے نہیں ملنا چاہتا تھا۔ عصام کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ مستجاب سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ انہیں سچ بتانا چاہتا تھا۔ ہسپتال میں ریسپشن سے ذرا دور وہ موبائل کان سے لگائے کھڑا تھا۔

"مجھے آپ سے ملنا ہے۔" اس نے قدرے ہلکی آواز میں کہا۔

"کیوں؟" شہریار کی آواز عجیب سی تھی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" آواز میں شرمندگی گھُلی ہوئی تھی۔

"کیا بات کرنی ہے؟" شہریار کا لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ میں آپ سے مل کر ہی بتا سکتا ہوں۔اور میرا یقین کریں میں آپ کے یا پھر عصام کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوں۔ پلیز۔آپ بس ایک دفعہ میری بات سن لیں۔"اس کا انداز اب منت والا ہو چکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔میرے بتائے ہوئے روم میں آ جاؤ۔"وہ اب اسے ہسپتال کا ایک روم نمبر بتا رہے تھے۔

پانچ منٹ کے بعد وہ ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔شہریار اسے بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔چہرے پر عجیب سی بے رونقی تھی۔ گردن جھکی ہوئی تھی۔

"عصام کیسا ہے؟"اس نے آہستہ سے پوچھا تھا۔ گردن اب بھی جھکی ہی ہوئی تھی۔شہریار چند لمحے خاموش رہے۔

"ریٹرو گریڈ ایمنیزیا(Retrograde Amnesia)"شہریار نے بے تاثر سے انداز میں کہا تو عاہل نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر بے یقینی واضح تھی۔

"کیا؟"اس کی آواز بہت ہلکی تھی۔

"وہ بھول گیا ہے۔وہ اپنی زندگی کے سات ماہ بھول گیا ہے اور ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ اسے یہ سات ماہ کبھی یاد نہیں آئیں گے۔"شہریار نے جان بوجھ کر آخری بات جھوٹ کہی تھی۔وہ اس وقت عاہل پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔عصام کی یادداشت کھونے والی بات بھی انہوں نے عاہل کو اسی لیے بتائی تھی تاکہ اگر وہ جاکر رایان یا پھر اپنے باپ کو کچھ بتائے بھی تو ایک بے ضرر شخص سمجھ کر وہ دونوں عصام کا پیچھا چھوڑ دیں۔

عاہل کئی منٹ کچھ نہ کہہ سکا۔وہ یہ بات پراسس نہیں کر پا رہا تھا۔پھر اس نے کافی دیر بعد کہا۔

"اور علینا؟"اس نے خود کو کہتے ہوئے سنا۔

"وہ مر چکی ہے۔"انہوں نے ایک بار پھر جھوٹ بولا۔وہ علینا کو مستجاب خاندان کی نظروں سے دور رکھنا چاہتے تھے۔

عاہل کو لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گا۔

Clubb of Quality Content

"وہ مر چکی تھی؟ وہ مر نہیں سکتی تھی!۔۔۔میں نے۔۔۔میں نے ایسا تو نہیں چاہا تھا! میں نے تو۔۔۔میں تو بس اسے سچ بتانا چاہا تھا!" اس کا دماغ کسی بھنور میں پھنس گیا تھا۔

"تمہارا علینا سے کیا تعلق ہے؟" شہریار نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ چند لمحے خاموش رہا۔

"رایان نے اس کے فادر کا۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "قتل کیا تھا۔" آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے اسے بہت تکلیف ہوئی تھی لیکن وہ اس تکلیف کا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔" عاہل کو شہریار کی بات پر جھٹکا لگا۔ اس نے سر اٹھا کر ایک جھٹکے سے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔ "لیکن میں تم سے تمہارے اور علینا کے تعلق کے بارے میں پوچھ رہا ہوں؟ اور سب سے اہم بات! رایان کو یہ سب معلوم کیسے ہوا؟" وہ آنکھیں سکیڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس وقت کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور مستجاب خاندان کے کسی بھی شخص پر بھروسہ کرنا انہیں بہت نقصان پہنچا سکتا تھا۔

عاہل کی گردن میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"میں نے مام کی موت سے پہلے ان کی اور ڈیڈ کی لڑائی دیکھی تھی۔ مام زنیرہ سے مل کر آئی تھیں اور انہیں زنیرہ کے ساتھ ڈیڈ کی ایک ناجائز اولاد کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا۔ اور اسی بات پر ڈیڈ نے مام پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکیں اور گر گئیں۔ گرنے کی وجہ سے ان کے سر پر چوٹ آئی تھی۔ ان کی موت اسی وقت ہو گئی تھی۔" وہ اپنے آنسو ضبط کیے بول رہا تھا۔ یہ ذکر اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ لیکن آگے جو وہ انہیں بتانے والا تھا، وہ بتانے کے لیے اس میں ہمت نہیں تھی۔ اسے لگا اس کے گلے کے گرد کوئی نوکیلی خاردار تار باندھ دی گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"حیدر مجھ سے چھوٹا تھا اور وہ ڈیڈ اور زنیرہ کی شادی کے بعد پیدا ہوا تھا۔ میرا شک عصام پر چلا گیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ صرف اسے اور حیدر کو ہی اسٹرابیریز سے الرجی تھی جبکہ مجھے اور رایان کو ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ میرا شک مزید بڑھ گیا۔ پھر میں نے کچھ ایسا کیا جو مجھے ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جس دن میں کیفے میں عصام سے ملا، اس دن میں نے اس کے تھوک کے کچھ سیمپلز حاصل کر لیے اور ایک ڈی این اے ٹیسٹ کروایا۔" وہ کہہ رہا تھا اور شہریار کا چہرہ سفید پڑتا جا رہا تھا۔ "جس دن میں نے کالج میں عصام پر ہاتھ اٹھایا، وہ وہی دن تھا جب

ٹیسٹ کے نتائج پازیٹو آئے تھے۔میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور میں نے اسے مارا۔میرا غصہ پھر بھی ختم نہیں ہوا کیونکہ ڈیڈ کو زنیرہ پر بہت بھروسہ تھا۔انہیں ایک لمحے کے لیے بھی زنیرہ پر شک نہیں ہوا تھا۔وہ یہ سمجھتے رہے کہ مام اور میں، ہم دونوں حیدر کو ہی ان کی ناجائز اولاد کہہ رہے تھے۔میں زیورک چلا گیا۔اور پھر۔۔۔"وہ کہتے کہتے رک گیا۔ایک لمبی خاموشی ان دونوں کے درمیان آگئی۔

"اور پھر۔۔۔میں نے وہاں عصام اور علینا کو دیکھا۔وہ بہت خوش تھے۔ان کی زندگی میں کوئی مسئلہ نہ تھا۔جیسے ان کی زندگی ایک دوسرے کے ہونے سے مکمل ہو گئی تھی۔اور مجھ سے۔۔۔"شہریار نے اس کی بات کاٹ دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور تم سے یہ برداشت نہیں ہو سکا!"شہریار کا لہجہ اب کہ سخت ہو چکا تھا۔

"مجھ سے ان دونوں کی خوشی برداشت نہیں ہو سکی۔مجھے عصام کی قسمت سے حسد محسوس ہوا۔جو اس دنیا کی کسی چیز پر اپنا حق نہیں رکھتا تھا، اسے سب دے دیا گیا۔میں نیو ایئر سے پہلے پاکستان آگیا۔میں نے زنیرہ کو سچ بتا کر انہیں بلیک میل کیا۔میں علینا کو بھی سچ بتانا چاہتا تھا۔میں چاہتا تھا کہ وہ سچ جان جائے اور عصام کو چھوڑ کر چلی جائے لیکن یہ تمام گفتگو حیدر نے

سن لی اور پھر اس نے علینا کو جان سے مارنے کی کوشش کی۔ جب وہ ہسپتال میں تھا تو اس نے رایان کو بھی سچ بتادیا اور پھر وہ علینا کے پیچھے گیا۔ اور کل رات ڈیڈ نے زنیرہ کا جھوٹ پکڑ لیا۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"لیکن پھر بھی رایان علینا کے پیچھے کیوں گیا؟ اصولاً تو اسے عصام کے پیچھے جانا چاہئے تھا!" شہریار کا لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

"کیونکہ دو سال پہلے جب رایان نے علینا کے فادر کو قتل کیا تھا تو اس رات اس نے مجھ سے علینا کے بارے میں ایک انتہائی گھٹیا بات کی تھی۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "وہ اس کے پیچھے تھا اور میں نے غصے میں اسے تھپڑ مار دیا۔ یہ سب اس تھپڑ کا بدلہ تھا کیونکہ حیدر اور رایان دونوں کو لگتا ہے کہ مجھے علینا سے۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "محبت ہے۔" اس نے بہت سوچ کر یہ لفظ استعمال کیا تھا۔ اسے شہریار کے ری ایکشن سے ڈر لگ رہا تھا۔

شہریار کو اس کی باتوں پر شدید غصہ چڑھا تھا۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ عاہل کو شوٹ کر دیتے۔ لیکن وہ ضبط کیے بیٹھے رہے۔ وہ بہت دیر یونہی خاموش بیٹھے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ انہیں اس کی سُرخ گیلی آنکھیں واضح طور پر نظر آ رہی تھیں لیکن انہیں اس پر کوئی رحم بھی

نہیں آرہا تھا۔عاہل نے شہریار کے لیے ان کا خاندان برباد کردیا تھا۔ان تینوں کی زندگی بہتر ہونے والی تھی اور یکدم ہی وہ برباد کردی گئی تھی اور ایسا کرنے والا عاہل تھا۔

"اٹھو اور چلے جاؤ یہاں سے!" انہوں نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔عاہل نے ان کی طرف دیکھا۔وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔اس نے کچھ کہنے کے لیے اپنے لب وا کیے۔

"انکل آپ پلیز میری بات۔۔۔" وہ منت کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا لیکن شہریار نے درشتی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے انکل کہنے کا حق تم کھو چکے ہو! اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ! مجھے اپنے ساتھ سختی سے پیش آنے کے لیے مجبور نہ کرو عاہل ورنہ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں اپنے خاندان کو ایسا نقصان پہنچانے والے کے ساتھ کیا کرسکتا ہوں!" ان کا لہجہ درشت تھا۔

وہ چند لمحے سُرخ آنکھیں لیے انہیں دیکھتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

ابھی اس نے ایک قدم بڑھایا ہی تھا کہ شہریار کی آواز پر اس کے قدم تھم گئے۔

"میری بات کان کھول کر سنو عاہل! اگر تم نے جا کر عصام اور علینا کے بارے میں کچھ بھی اپنے باپ یا پھر بھائیوں کو بتایا تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا!" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور نہ ہی عاہل نے پلٹنے کی ہمت کی تھی۔

وہ آگے بڑھ گیا۔ بھاری قدموں کے ساتھ۔ بھاری دل کے ساتھ۔ کبھی نہ ختم ہونے والے پچھتاوے کے ساتھ۔۔۔

وہ گھر آگیا تھا۔ اور اس نے کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ گھر پر ویسے بھی کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ شہریار سے ملنے گیا تھا۔ وہ آکر اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ اور نا جانے کتنے پہروں تک اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑے روتا رہا تھا۔ پچھتاوا اسے تکلیف دے رہا تھا، اس کا سانس بند کر رہا تھا، اس کی جان سلب کر رہا تھا۔

اس کے حسد نے سب برباد کر دیا تھا۔ اس کی جلن نے سب جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مستجاب کو زنیرہ کا سچ معلوم ہوئے چار دن گزر گئے تھے۔ اور اس کے بعد سے ان کے درمیان ایک سرد سی دیوار آ کھڑی ہوئی تھی۔ زنیرہ نے اس دیوار کو گرانے کی کوشش کی

تھی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مستجاب نے اس سے کچھ کہا نہیں لیکن اس کا رویہ زنیرہ کے لیے ہر طرح کے جذبات سے عاری ہو چکا تھا۔

مستجاب بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ زنیرہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی۔ اس نے آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"مستجاب! آئی ایم سوری!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ آنسو یکدم ہی اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ مستجاب نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں ڈر گئی تھی۔ مجھے لگا تھا کہ تم مجھ سے ابارشن کے لیے کہو گے اور میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ وہ میرا اور تمہارا بچہ تھا! میں اسے آخر کیسے مار سکتی تھی؟ میں ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے اسے شہریار کو دے دیا کیونکہ میں جانتی تھی کہ اس کی پیدائش تمہارے کیریئر کے لیے کتنے بڑے مسائل اکٹھے کر دے گی۔ لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے عصام کو تم سے نہیں چھپانا چاہیئے تھا!" وہ مسلسل رو رہی تھی۔ مستجاب بے تاثر سا اسے دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے ایسے ہی گزر گئے۔ زنیرہ روتی رہی پھر مستجاب نے اس کا ہاتھ

تھام کر اس کے گرد اپنا بازو حمائل کر دیا۔ زنیرہ ایک لمحے کے لیے حیران رہ گئی۔ اسے مستجاب کے اتنی جلدی پگھلنے کی امید نہیں تھی۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ! وہ ماضی تھا۔ پیچھے رہ گیا۔ ہمارے پاس حال ہے۔ مستقبل ہے۔ اس پر دھیان دو!" وہ قدرے نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ زنیرہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

اور ان کی اس آخری گفتگو کے دو دن بعد ہی زنیرہ کی ایک کار بلاسٹ میں موت ہو گئی تھی۔ بظاہر وہ ایک بلاسٹ تھا جو مستجاب نے کروایا تھا۔ اس بلاسٹ کو مستجاب نے بعد میں کیش کر لیا تھا، یہ کہہ کر کہ ایسا اس کے مخالفوں کی سازش تھی۔ عوام کی ایک بہت بڑی تعداد میں آنے والی سمپیتھی نے اگلا الیکشن مستجاب کی جھولی میں رکھ دیا تھا۔ حیدر پر اس سب کا بہت بُرا اثر پڑا تھا۔ حیدر کو زنیرہ سے بہت محبت تھی اور اسی لیے وہ ماں کی موت پر بہت رویا بھی تھا۔

مستجاب نے ایسا صرف اس لیے کیا کیونکہ زنیرہ پر سے اس کا بھروسہ اٹھ چکا تھا۔ اسے اب بہت وہم ہونے لگے تھے۔ ناجانے کیسے کیسے مزید جھوٹ زنیرہ نے اس سے بول رکھے تھے؟ ناجانے اور ایسے کتنے سچ تھے جو زنیرہ نے اس سے چُھپا رکھے تھے؟ مستجاب کے زنیرہ پر بھروسے کا اختتام زنیرہ کا اختتام ثابت ہوا تھا۔ اور اس سب میں مستجاب کو ایک بار بھی

عصام کی کوئی پرواہ نہیں ہوئی تھی۔اس کے لیے وہ ابھی بھی ایک اسکینڈل ہی تھا جسے وہ اپنے گلے پروانا نہیں چاہتا تھا۔

عصام کے متعلق تمام معلومات اس نے اس کے ڈاکٹر سے حاصل کی تھی۔ڈاکٹر نے اسے بتایا تھا کہ وہ مکمل طور پر اپنی یادداشت کھو چکا ہے اور اب اس کی یادداشت واپس نہیں آنے والی تھی۔اور پھر شہریار نے بھی رایان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا تھا۔مستجاب اور اس کے دونوں بیٹے اس کی طرف سے اب مطمئن ہو گئے تھے۔ان کے لیے یہ خوشی کی بات تھی کہ عصام امریکہ چلا گیا تھا۔ان تینوں کو لگتا تھا کہ شہریار کو معلوم نہیں تھا کہ یہ سب کرنے والا رایان تھا۔لیکن یہ ان تینوں کی غلط فہمی تھی کیونکہ جو ڈاکٹر نے مستجاب کو بتایا، وہ بتانے کے لیے شہریار نے ہی ڈاکٹر سے کہا تھا۔ان تینوں کے تمام اندازے غلط تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سب اپنی زندگیوں میں واپس آ گئے تھے۔عاہل بھی اس سب کے بعد واپس زیورک چلا گیا تھا۔لیکن اس کے ساتھ کوئی اور بھی وہاں گیا تھا۔اس کا پچھتاوا۔۔۔

اس بار اس کی حالت پچھلی بار سے بھی زیادہ خراب تھی۔ وہ رات کو سو نہیں پاتا تھا۔ رات کو سونا اس کے لیے دنیا کا سب سے مشکل کام ہو گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے نیند نہیں آتی تھی، نہیں۔ وہ جان بوجھ کر نہ سونے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ جب بھی سوتا اس کے خواب اسے ڈرانے لگتے تھے۔ ملیحہ کی موت۔ عصام کو دیا ہوا اس کا دھوکا۔ اور اب علینا کی موت۔ ایک ایک کر کے ہر واقع اس کے خواب میں کسی لوپ کی طرح چلتا تھا۔ اور یہ لوپ صرف ایک ہی صورت میں ختم ہوتا تھا، اگر وہ جاگ جاتا تو۔۔۔

وہ رات کو نہ سونے کی کوشش کرتا لیکن پھر کسی پہر اس کی آنکھ لگ جاتی۔ اور پھر اس کے نائٹ میئرز اس کا جینا حرام کر دیتے۔ وہ اٹھ جاتا اور پھر اپنے ضمیر کی عدالت میں حاضری دیتا۔ زیورک میں بس اس کی زندگی اسی چکر میں گھومنے لگی تھی۔ ایک سال تک وہ اسی پچھتاوے کے چکر میں گھومتا رہا۔ ایک سال بعد وہ اپنی سردیوں کی چھٹیوں میں پاکستان واپس آیا تھا۔ اور یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ رایان اپنے کسی دوست کے توسط سے ڈرگ کے بزنس میں شامل ہو گیا تھا۔ وہ ڈرگز کا بزنس شروع کرنا چاہتا تھا اور اس کی اجازت اسے مستجاب سے مل گئی تھی لیکن ہوا یہ کہ اس کے دوست کا یہ بزنس چل نہیں پایا۔ اسے نقصان

ہوا اور ساتھ میں رایان کو بھی۔ مستجاب نے اسے بزنس کو چھوڑ دینے کے لیے منالیا اور ساتھ میں سیاست میں آنے کے لیے بھی۔ مستجاب اس وقت خود وزیرِ اعظم کی کرسی پر فائض تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اگلے الیکشنز میں رایان بھی کھڑا ہو۔ اور اس کے لیے سیاست میں آکر کچھ تجربہ رایان کے لیے حاصل کرنا ضروری تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی تعلیم بھی مکمل کر لیتا۔ حیدر کو مستجاب نے پڑھائی کرنے کے لیے واپس لندن بھیج دیا تھا۔ پاکستان کی کسی یونیورسٹی میں اس کا ایڈمیشن ہونا مشکل ہو گیا تھا اور وجہ شہریار تھے۔ انہوں نے عصام کے امریکہ جانے کے بعد بھی حیدر کے لیے اس کی مختص کی گئی سزا جاری رکھی تھی۔ اور خود انہوں نے بھی اس کے لیے کچھ مسائل اکٹھے کر دیے تھے تاکہ وہ پاکستان میں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ عاہل کو یہ سب جان کر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس کی بلا سے وہ سب مر جاتے، اسے شاید تب بھی فرق نہ پڑتا۔

وہ یہاں ان سب کے لیے نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس لیے کہ اسے اپنے ملک کی یاد ستا رہی تھی۔

اس کا مقصد کچھ اور تھا۔

اسے ایک آخری کوشش کرنی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے واپسی کا ایک راستہ چاہیئے تھا۔

اسے معافی کا ایک آخری موقع چاہیئے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہریار اس دن آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے جب ان کے موبائل پر کال آنے لگی۔ انہوں نے موبائل کی اسکرین دیکھی اور کال کرنے والے کا نام دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئے۔ عاہل مستجاب انہیں پورے ایک سال بعد کال کر رہا تھا۔ اپنی آخری ملاقات کے بعد اس نے شہریار یا پھر عصام سے کبھی کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چند لمحوں بعد انہوں نے موبائل ہاتھ میں اٹھایا۔ کال اٹھانے کا ارادہ ابھی کیا ہی تھا کہ انہوں نے موبائل واپس رکھ دیا۔ وہ چند لمحے گومگو کی کیفیت میں پھنسے رہے۔ عاہل کی کال اب بھی آرہی تھی۔ انہوں نے ایک گہرا سانس اندر کو کھینچا۔ اور پھر کال اٹھالی۔

"ہیلو!" شہریار نے کہا۔

"انکل مجھے آپ سے ملنا ہے۔"

"کیوں؟"

"معلوم نہیں۔"

"پہلے معلوم کرو پھر ملنا۔" وہ کال کاٹنے ہی والے تھے کہ عاہل کے کہنے پر رک گئے۔

"یہ میں آپ سے مل کر ہی معلوم کر سکتا ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ "پلیز۔ میں۔۔۔ میں تکلیف میں ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ "مجھے مدد چاہیے۔ میں جانتا ہوں میں نے کیا کیا ہے۔ اور میں اپنی ہر غلطی کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اس لیے پلیز مجھ سے ایک بار مل لیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس نے شہریار کے خاموش ہونے پر کہا۔ "میں نے عصام کی جان بچائی تھی۔ اسی واسطے مجھ سے ایک بار مل لیں!" اس کی آواز میں ایک استداء تھی۔

"ٹھیک ہے۔ جو ایڈریس بھیج رہا ہوں، اگلے پندرہ منٹ میں اگر تم وہاں پہنچ گئے تو میں تم سے مل لوں گا!" انہوں نے کہنے کے بعد ٹھک سے کال کاٹ دی۔

اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ پگھل گئے۔ کچھ ایسا کہ وہ انکار نہ کر سکے۔

اگلے پندرہ منٹ میں وہ عاہل کے ساتھ اپنے آفس میں مل رہے تھے۔ شہریار آفس میں موجود صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف صوفے پر عاہل بیٹھا ہوا تھا۔ شہریار کو وہ بہت عجیب سا لگا۔ آنکھیں اندر کو دھنس سی گئی تھیں اور ان کے نیچے ہلکے پڑ گئے تھے۔

کندھے ڈھلکے ہوئے تھے اور وہ مسلسل اپنے ہونٹ کو دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔ وہ پچھلے پانچ منٹ سے ایسے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ شہریار مسلسل اسے دیکھ رہے تھے۔ ہونٹ کو یوں مسلسل کاٹتے رہنے کی وجہ سے اب ہونٹ کے کونے سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ اس کی بے چینی بھی نوٹ کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا بازو بلند کر کے کلائی پر پہنی ہوئی گھڑی پر ایک نظر دوڑائی پھر عاہل کی طرف دیکھا۔

"میرے پاس پورا دن نہیں ہے۔ جو کہنا ہے کہو اور جاؤ!" ان کا انداز ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عاہل نے ان کی طرف دیکھا۔ اس نے ایک لمحے کا توقف کیا۔

"کیا میرے پاس واپسی کا کوئی راستہ ہے؟" اس کی آواز میں ایک آس تھی۔

"کہاں واپسی کا راستہ؟" شہریار نے یوں کہا جیسے انہیں اس کی بات سے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہوا۔

"آپ کے پاس۔ آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کو انکل کہنے کا حق کھو چکا ہوں۔ عصام کو دوست کہنے کا حق بھی میں کب کا کھو چکا ہوں، یہ بات میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ

علینا کی موت میری وجہ سے ہوئی ہے اور میں چاہ کر بھی اس کا کوئی مداوا ادا نہیں کر سکتا۔اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب عصام کو سچ معلوم ہو گا تو وہ اپنا بدلہ بھی لے گا۔اور مجھے اس بات پر کوئی گلہ یا شکوہ نہیں ہے۔میں اسی کے قابل ہوں لیکن اس سب سے پہلے میں کچھ کرنا چاہتا ہوں۔کوئی مداوا، کوئی تدبیر کرنا چاہتا ہوں۔مجھے بس ایک موقع چاہیے جس سے میں اپنے گناہ کا کچھ کفارہ ادا کر سکوں۔۔۔میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"وہ کہہ رہا تھا۔اس کی آواز لرز رہی تھی۔آنکھوں سے یکدم ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے تھے۔

شہریار چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

"علینا زندہ ہے۔"انہوں نے آہستہ سے کہا۔

عاہل نے ایک جھٹکے سے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔وہ آنکھوں میں حیرت لیے شہریار کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟"وہ بے یقین سا بولا۔

"علینا زندہ ہے لیکن وہ کوما میں ہے۔"شہریار نے وضاحت پیش کی۔

وہ خاموش سا انہیں دیکھنے لگا۔

"اور عصام کی یادداشت واپس آجائے گی لیکن اس کے لیے ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ کہہ رہے تھے۔ "تمہارے پاس بس ایک اور موقع ہے عاہل سب ٹھیک کرنے کا! تمہارے پاس واپسی کا صرف ایک راستہ ہے!" شہریار نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

"آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گا!" وہ تیزی سے کہتا ہوا آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"میرے لیے اپنے باپ اور بھائیوں کے خلاف کام کر سکتے ہو؟" شہریار غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

عاہل ساکت رہ گیا۔ وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ وہ اپنا سوال اس کے سامنے رکھ چکے تھے، اب جواب اسے دینا تھا۔

"میں آپ کے لیے کام کروں گا!" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تم اگر اپنے باپ اور بھائی کے خلاف کام کرو گے تو یہ ممکن ہے کہ تمہارے باپ اور بھائیوں کو سزا ملے اور یہ سزا موت بھی ہو سکتی ہے!" انہوں نے وضاحت دی۔ عاہل ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

Clubb of Quality Content

"میں۔آپ۔کے۔لیے۔کام۔کروں۔گا!"اس بار اس نے اپنے لفظوں پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیا تھا۔"میں سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں اور سب صرف ایک ہی صورت میں ٹھیک ہو سکتا ہے۔اگر ان سب لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے دوسرے کا نقصان کیا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا میں اپنے باپ اور بھائیوں کے خلاف جا سکوں گا؟ بلکل کیونکہ میں نے اپنی ماں کو مرتے دیکھا ہے! ہر رات انہیں مرتے دیکھتا ہوں! مجھے بھی بدلہ چاہیئے!"شہریار اس کی آنکھوں میں موجود تاثر پڑھ رہے تھے۔وہاں غصہ تھا۔تکلیف تھی۔درد تھا۔اذیت تھی۔ نفرت تھی اور پچھتاوا تھا۔

"کل میں رات کو تمہیں ایک ایڈریس بھیجوں گا۔ پہنچ جانا!"وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

عاہل وہیں بیٹھا رہا۔کمرے کا دروازہ کھولنے کے لیے ابھی انہوں نے اپنا ہاتھ ہینڈل پر رکھا ہی تھا کہ وہ عاہل کی آواز پر رک گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ موقع کیوں دیا آپ نے مجھے ؟اصولاً آپ کو مجھے جان سے مار ڈالنا چاہیئے تھا۔میں نے آپ کے بیٹے اور بہو کی زندگی برباد کردی!" وہ شہریار کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر انگلی پھیر رہا تھا۔

شہریار کو اس کے منہ سے لفظ بہو سن کر حیرت ہوئی تھی۔وہ چند لمحے خاموش کھڑے رہے۔

"تم ہی نے کہا تھا۔تم نے میرے بیٹے کی جان بچائی تھی۔میں نے تمہیں اس احسان کے بدلے خود کو ثابت کرنے کا ایک اور موقع دیا ہے۔" وہ کہہ کر رُکے نہیں باہر نکل گئے۔

عاہل کا دل بھر آیا۔اسے موقع دیا جا رہا تھا۔علینا زندہ تھی۔اس کے پاس نہ صرف اپنی غلطی سُدھارنے کا ایک موقع تھا بلکہ شاید زندگی جینے کا بھی ایک موقع تھا۔وہ جانتا تھا کہ جب عصام کو سچ معلوم ہوگا کہ علینا کی موت کا ذمہ دار وہ تھا، تو وہ اسے جان سے مار ڈالے گا۔اسے اس بات پر پکا یقین تھا کہ عصام ایسا ہی کرے گا۔لیکن اب جب علینا زندہ تھی تو اس کے لیے معافی ملنے کے ساتھ ساتھ زندگی ملنے کی بھی ایک امید پیدا ہوگئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسے شہریار کے دیے ہوئے ایڈریس پر پہنچنا تھا لیکن یہ بنجر سڑک اور کچا راستہ دیکھ کر وہ اُلجھن کا شکار ہو رہا تھا۔ آخر یہاں پر انکل کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا تھا؟ کچھ دیر بعد ایک کھنڈر نما فیکٹری کی عمارت اس کی نظروں کے سامنے آئی۔ اس نے گاڑی عمارت کے سامنے روک دی اور خود باہر نکل آیا۔ وہ سیاہ رنگ کی جیکٹ اور نیلی جینز میں ملبوس تھا۔ ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے وہ ابھی کچھ قدم چل کر آگے آیا ہی تھا کہ اسے ایک زوردار جھٹکا لگا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا لیکن عاہل کو اپنے سامنے ایک پوشیدہ دیوار محسوس ہوئی جس نے اسے پیچھے کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کی تو اس بار اسے بجلی کا جھٹکا لگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آؤچ!" وہ حیران سا اپنا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ "یہ سب کیا۔۔۔" الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جب اس کے موبائل پر کال آنے لگی۔ اس نے تیزی سے موبائل نکال کر کال ریسیو کی۔

"بجلی کا جھٹکا کیسا لگا تمہیں؟" شہریار کی محظوظ سی آواز اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔

"یہ کس بات کا بدلہ لیا ہے آپ نے؟" وہ کچھ بدمزہ ہوا۔

"یہ میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھانے کا بدلہ تھا۔" لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

"کیا آپ ایک ایک کر کے مجھ سے ہر بات کا بدلہ لیں گے؟"اس نے ایک آبرو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"بلکل! تم اسی قابل ہو!"عاہل کو لگا وہ مسکرائے تھے۔

وہ زیرِلب مسکرایا۔اس کے لیے شہریار پہلے جیسے ہو رہے تھے۔

"اب تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ٹھیک پانچ سیکینڈز کے بعد آگے بڑھ جانا۔ فیکٹری کے اندر تمہیں ایک لوہے کا دروازہ نظر آئے گا۔اس کے سامنے آکر کھڑے ہو جاؤ!"وہ جیسے اسے حکم دے رہے تھے۔

"کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ یہاں چل۔۔۔"

"شٹ اپ!"عاہل کی بات بیچ میں ہی رہ گئی اور شہریار نے کال کاٹ دی۔

عاہل نے موبائل کی سیاہ اسکرین کی طرف دیکھا۔"لو عاہل مستجاب تمہاری ذلالت کے دن شروع ہو چکے!"وہ مسکرایا پھر آگے بڑھ گیا۔ فیکٹری کے اندر وہ اس لوہے کے دروازے کے سامنے رک گیا اور چند لمحوں بعد وہ دروازہ کسی لفٹ کی مانند کھل گیا۔اس کے سامنے شہریار مسکراتے ہوئے کھڑے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ویلکم ٹو جی آئی بی عاہل مستجاب!" شہریار مسکرائے۔ "اندر آؤ!"

"یہ سب کیا ہے انکل؟" وہ پریشان سا ان کا چہرہ دیکھتا لفٹ کے اندر سوار ہوا۔

شہریار نے پینل پر موجود بٹن دبایا تو لفٹ کے دروازے بند ہو گئے اور وہ نیچے جانے لگی۔

"تمہارا پہلا سبق! یہاں آنے کے بعد میں تمہارے لیے سر ہوں یا پھر ڈائیریکٹر جی آئی بی! انکل نہیں!" انہوں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ عاہل نے سر اثبات میں ہلایا۔

"دوسرا سبق! میں چاہتا ہوں کہ جب لفٹ کا یہ دروازہ کھلے تو تمہارے ڈھلکے ہوئے کندھے تنے ہوئے ہوں۔ تمہارا یہ سینا چوڑا ہو جائے اور نظریں انتہائی محتاط! کیونکہ اب سے تمہاری زندگی میں کچھ بھی معمولی نہیں رہنے والا!" شہریار کا لہجہ خالص پیشہ ورانہ تھا۔

عاہل دھیان سے ان کی تمام باتیں سن رہا تھا۔ اس نے فوراً سے پہلے اپنا پوسچر ٹھیک کیا۔ لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ شہریار نے قدم لفٹ سے باہر رکھا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ عاہل نے دیکھا کہ سفید راہداری میں بہت سے لوگ آ جا رہے تھے اور ہر شخص اشارے سے شہریار کو سر کہہ کر سلام کر رہا تھا۔ شہریار بھی اپنے سر کو خم دے کر جواب دے رہے تھے۔ اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ اور بھی محسوس کیا تھا۔ شہریار کی شخصیت یہاں آتے ساتھ ہی بلکل بدل گئی تھی اور خود اسے بھی ان سے ایک عجیب سا رعب محسوس ہوا تھا۔

"یہ جی آئی بی ہے۔ گلوبل انٹیلیجنس بیورو۔ ایک گلوبل انٹر گورنمنٹل ادارہ۔" وہ راہداری میں عاہل کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "جی آئی بی پوری دنیا میں ہے۔ ہر ملک کا ایک اپنا جی آئی بی کا ہیڈ کوارٹر ہوتا ہے۔ اس وقت ہم جی آئی بی پاکستان کے ہیڈ کوارٹر میں موجود ہیں۔ جی آئی بی میں ہم اپنے ملک اور ملک کے صدر کے لیے سب کرتے ہیں۔ صرف ملک کا صدر اور ملٹری ہی اس خفیہ ایجنسی کے بارے میں جانتے ہیں یا پھر وہ لوگ جو اس کے لیے کام کرتے ہیں یا پھر اس ادارے سے وابستہ ہیں۔ باقی دنیا کو جی آئی بی کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔" عاہل کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی دونوں کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"ہم اس ادارے میں ملک کے تحفظ سے لے کر سیاست کے میدان میں ہونے والی تمام تبدیلیوں پر نظر بھی رکھتے ہیں اور ان کے لیے ہر طرح کا کام بھی کرتے ہیں۔ تم یہ سمجھ لو ہمارے لیے لیگل اور اللیگل جیسی ٹرمز موجود ہی نہیں ہیں۔ ہم لیگل اور اللیگل سے پڑے ہیں۔ تمام آرڈرز صرف صدر کی طرف سے ہی جاری کیے جاتے ہیں اور اس کے بعد تمام تر

احکامات کا ذمہ ڈائیریکٹر کے پاس ہوتا اور اس سے نیچے چیف!" وہ ایک دروازے کے سامنے رُکے۔

"اور چیف کون ہے؟" عاہل نے ایک آبرو اٹھائے پوچھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس کے سامنے دانیال آ کھڑے ہوئے تھے۔ عاہل نے ان کی طرف دیکھا۔ پھر شہریار کی طرف چہرہ موڑا۔

"اس خاندان میں کتنے راز ہیں آخر؟" وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ!" وہ کہہ کر مسکرائے۔

"چلیں؟" دانیال نے عاہل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جیسے میرے پاس کوئی آپشن ہے؟" اس نے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے جب فورس فیلڈ کی دوسری طرف اپنا قدم رکھا تھا عاہل، تمہارے تمام آپشنز تبھی ختم ہو گئے تھے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ دانیال نے آنکھ کے اشارے سے اسے چلنے کے لیے کہا اور آگے بڑھ گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اب میری بات غور سے سننا! جی آئی بی ایک حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور اسے ہر صورت پوشیدہ ہی رہنا پڑے گا۔اس لیے کچھ بھی ہو جائے تم اسے خفیہ ہی رکھو گے! ورنہ۔۔۔"

"ورنہ؟" عاہل نے ایک آبرو اٹھائی۔

"ورنہ جی آئی بی تمہاری جان لے لے گا اور ایسا ہونے سے کوئی بھی نہیں روک پائے گا۔ شہریار بھی نہیں!" جواب دانیال نے دیا تھا۔

"سمجھ گئے؟" شہریار نے پوچھا۔

"سمجھ گیا!" اس نے سر ہلایا۔وہ تینوں اب ایک راہداری میں داخل ہو رہے تھے جہاں دونوں طرف گلاس والز تھیں۔

"اب جو میں تمہیں بتانے والا ہوں وہ تمہیں ہمارے ساتھ کام کرنے میں مدد دینے والا ہے۔ جی آئی بی میں صدر، ڈائیریکٹر اور چیف کے بعد کام کرنے والے لوگوں کو پانچ گروپس میں تقسیم کیا گیا ہے۔اسپائیز(spies)۔" شہریار نے انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔گلاس وال کی دوسری طرف کچھ مرد اور عورتیں ٹریننگ کر رہے تھے۔"ہمارے اسپائیز پوری دنیا

میں موجود ہیں۔وہ ہمارے لیے ہر چیز پر نظر رکھتے ہیں۔پھر چاہے وہ کسی ملک کے وزیر پر نظر رکھنا ہو یا پھر خفیہ اداروں پر۔"

"اسپیشل ایجنٹس(special agents)۔"دانیال نے اگلی گلاس وال کی طرف اشارہ کیا۔"اسپیشل ایجنٹس ہمارے لیے خاص اور بہت حساس قسم کے مشنز سرانجام دیتے ہیں۔ کبھی کبھار ہمارے یہ ایجنٹس دو یا دو سے زائد ملکوں کے ساتھ مل کر بھی مشنز کرتے ہیں۔"

گلاس وال سے بہت سے ایجنٹس اپنی جسمانی ٹریننگ میں مشغول نظر آرہے تھے۔

"فیلڈ فورس(field force)۔"اگلی گلاس وال سے بہت سے لوگوں کو ایک لیکچر لیتے ہوئے دیکھا جاسکتا تھا۔"فیلڈ فورس میں موجود لوگ ہر وقت چوکنا رہتے ہیں۔یہ ہمارے لیے چھپ کر کام کرتے ہیں۔تم ایسے سمجھ سکتے ہو کہ ہر ادارے میں ہمارے کچھ لوگ موجود ہیں جو صرف ہمارے لیے کام کررہے ہیں۔"دانیال نے کہا۔

"ورکرز(workers)۔"شہریار نے راہداری میں سے گزرنے والے کچھ لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو سیاہ رنگ کے یونیفارم میں موجود تھے۔"ورکرز جی آئی بی کے ہیڈ کوارٹرز کا سارا انظام سنبھالتے ہیں۔"وہ کہہ کر ایک اور دروازے کے سامنے رک گئے۔

"اور میں کیا ہوں؟" عاہل نے ان دونوں کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایسٹ (asset)۔" شہریار کہہ کر مسکرائے۔ "جس طرح میں تھا۔ جس طرح دانیال تھا۔ اور جس طرح اب تم ہو!"

"لیکن ایک ایسٹ کرتا کیا ہے؟" شہریار کو وہ کچھ الجھا ہوا نظر آیا۔

"ایسٹ ہمارے لیے وہ کام کرتا ہے جو کوئی اور نہیں کر سکتا!" دروازہ کھل گیا تھا اور وہ تینوں اب اندر داخل ہو رہے تھے۔ وہ اندر آ گئے تو دروازہ بند ہو گیا۔ یہ شہریار کا آفس تھا۔ "ایسٹ کو ہمیشہ جی آئی بی اپنی ضرورت کے تحت چنتا ہے۔ وہ کسی بھی شعبے سے تعلق رکھ سکتا ہے۔ مجھے اور دانیال کو اس وقت ایسٹ کے طور پر اس لیے چنا گیا تھا کیونکہ جی آئی بی کو بزنس کی دنیا سے بہت سی معلومات چاہیئے تھیں۔ ہمیں سب سے زیادہ معلومات ہمارے ایسٹس ہی پہنچاتے ہیں۔ انہیں معلومات دینے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کرنا ہوتا۔ اور ان کے اس کام میں کوئی جانی خطرہ بھی نہیں ہوتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے ڈیسک تک پہنچ گئے۔ شہریار پاور سیٹ کھینچ کر بیٹھ گئے اور دوسری طرف دانیال اور عاہل بیٹھ رہے تھے۔

"اور اس بار جی آئی بی کو مستجاب علی کا کوئی قریبی ایسٹ چاہیے تھا لیکن ہماری خوش قسمتی۔" وہ مسکرائے پھر ہاتھ سے عاہل کی طرف اشارہ کیا۔ "ایسٹ خود چل کر ہمارے پاس آیا ہے۔"

"تو اب مجھے کیا کرنا ہے؟" وہ سنجیدہ سا شہریار کی طرف دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"سب سے پہلے تو تمہیں اپنے باپ کے سامنے اپنا ایک امیج بنانا ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہے تھے۔

"کیسا امیج؟"

"ایک جانور کا۔" شہریار بڑے نارمل سے انداز میں اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"واٹ؟" عاہل کو جیسے کوئی جھٹکا لگا تھا۔

"تمہارا باپ ایک جانور ہے۔ تمہارے دونوں بھائی بھی اسی پر گئے ہیں۔ اقتدار کی بھوک ان تینوں سے ہر وہ کام کرواتی ہے جو ایک انسان تو نہیں لیکن ایک جانور ضرور کرتا ہے۔ تمہیں بھی ان کے جیسا ہی بننا ہو گا تبھی تم اپنا مقصد حاصل کر سکو گے!"

ناولز کلب
Club by Quality Content

"لیکن۔۔۔وہ جو بھی کرتے ہیں وہ غلط ہے۔میں وہ سب۔۔۔میں وہ سب نہیں کرنا چاہتا!"

وہ اپنے باپ اور بھائیوں جیسا نہیں بننا چاہتا تھا۔وہ ان کے جیسا نہیں تھا۔"اور پھر میں تو ان کے جیسا ہوں بھی نہیں!"

"یہی تو سارا مسئلہ ہے! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا باپ تمہیں ناکارہ کیوں تصور کرتا ہے؟"

وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا۔

"کیونکہ وہ مجھے اپنے جیسا نہیں سمجھتے۔انہیں لگتا ہے کہ مجھ میں نرمی ہے اور ان کے نزدیک ایک آئیڈیل مرد وہ ہے جس میں کوئی نرمی نہ ہو کیونکہ ان کے مطابق نرمی برتنے والے مرد مرد ہی نہیں ہوتے!"وہ جیسے کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بلکل! میری بات یاد رکھو عاہل! جب ہمارا دشمن ہم سے زیادہ طاقتور ہو تو کھیل جیتنے کا واحد طریقہ ہے کہ تم اپنے دشمن کو وہ دکھاؤ جو وہ دیکھنا چاہتا ہے! تمہارے باپ کو لگتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کی طرح نہیں ہو۔تمہیں اسے غلط ثابت کرنا ہے۔تمہیں اپنے باپ کو یہ بتانا ہے کہ تم اپنے بھائیوں سے بھی بڑے گدھ ہو۔تم اپنے باپ کے برابر ہو۔اور اس کے لیے تمہیں بے حس ہونا پڑے گا!"

وہ خاموش ہو گئے۔عاہل کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"ہماری معلومات کے مطابق مستجاب آج کل تم بھائیوں میں جائیداد تقسیم کرنے کی بات کر رہا ہے؟"دانیال نے اب کہ عاہل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔حیدر کے حصے میں ٹیکسٹائل کمپنی ہے لیکن وہ فلحال لندن میں پڑھ رہا ہے۔ تھینکس ٹو یو!"اس نے رک کر مسکراتے ہوئے شہریار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں عصام کی کہی ہوئی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔ He wanted him to suffer... so he's suffering"انہوں نے مسکرا کر اپنے کندھے اچکا دیے۔

عصام کے نام پر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔اس نے دوبارہ سے دانیال کی طرف چہرہ موڑا۔

"اور رایان کے حصے میں کچھ پراپرٹی ہے لیکن وہ بھی فلحال پڑھ رہا ہے۔اس نے ڈیڈ سے کچھ پیسہ لے کر اپنے دوست کی فارماسیوٹیکل کمپنی میں لگایا تھا۔وہ اس کمپنی کی آڑ میں ڈرگ ٹریڈ کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے دوست کا وہ کام ڈوب رہا ہے اور ڈیڈ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ سیاست میں آجائے۔ساتھ ساتھ وہ پاکستان میں اپنی پڑھائی بھی کرے اور مجھے یقین

ہے رایان اپنی ناکامیابی سے جان چھڑانے کے لیے ڈیڈ کی بات مان لے گا۔"وہ کہہ کر

خاموش ہو گیا۔

"اور تم؟"دانیال نے سوال پوچھا۔

"میں کیا؟"

"تمہارے حصے کا کیا؟"دانیال نے پوچھا۔

"بھاڑ میں جائے حصہ! مجھے اپنے باپ کی حرام کی کمائی میں سے کچھ بھی نہیں چاہیئے! ان

کے گھر میں رہنا میری مجبوری ہے ورنہ میں یہاں بھی نہ رہتا!"یکدم اس کا لہجہ سخت ہو گیا

تھا۔

دانیال نے بے اختیار اپنے ماتھے کو چھوا تھا۔شہریار نے آنکھیں گُھما کر اسے دیکھا۔

"کیا؟"عاہل کچھ الجھ گیا۔

"اس سے کام کیسے کرواؤ گے تم شہریار؟"دانیال کا لہجہ اب کہ سخت تھا۔"اس کی تو ناہی

سانس نہیں لیتی! یہ کیسے کرے گا ہمارے لیے کام؟"

Clubb of Quality Content!

شہریار نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"تمہیں عاہل ایک بات اپنے دماغ میں اچھی طرح سے بیٹھانے کی ضرورت ہے۔" شہریار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"To survive the mafia, you must become the mafia."

"یہ مت سوچو کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ یہ بھی مت سوچو کہ تمہاری انا کتنی بلند ہے۔ صرف یہ سوچو کہ ایسا کرنے کے بعد تمہیں کیا حاصل ہو گا!"

"تو یعنی مجھے اپنے باپ کے سامنے جھک کر اس سے جائیداد میں اپنا حصہ مانگنا پڑے گا؟" عاہل نے بیزار سے انداز میں آبرو اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں۔ بلکل!"

اس نے خود کو کمپوز کرنے کے لیے سانس اندر کو کھینچی۔

"ٹھیک ہے میں عصام کے لیے یہ بھی کروں گا!"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"عصام کے لیے ؟"شہریار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

وہ مدھم سا مسکرایا۔

"وہ جانتا ہے کہ میں اپنے باپ سے کتنی نفرت کرتا ہوں۔میں زہر پینا پسند کروں گا لیکن اپنے باپ سے کچھ مانگنا نہیں۔تو جب سب ٹھیک ہو جائے گا اور اسے یہ معلوم ہو گا کہ میں نے اس کے لیے یہ زہر بھی پیا تھا تو شاید۔۔۔شاید اس کے دل میں میرے لیے نرمی پیدا ہو جائے۔"

اس نے جیسے کسی امید کے تحت کہا۔

شہریار اسے دیکھتے رہے۔ان کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ اس سے کیا کہتے ؟

"تو اب تمہیں کرنا یہ ہے عاہل کہ اپنے باپ سے اپنے حصے کی جائیداد حاصل کرو!وہ جو بھی تمہیں دے رہا ہے،اسے لو اور مستجاب کو اپنے دونوں بھائیوں سے زیادہ کامیاب ہو کر دکھاؤ!"وہ کہہ کر کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

"لیکن اس سب سے ہو گا کیا؟"

"اس سے یہ ہو گا کہ کہیں نہ کہیں مستجاب کے دل میں تمہارے لیے ایک نرم گوشہ بن جائے گا اور وہ تمہیں کوئی خطرہ سمجھنا چھوڑ دے گا۔اگر تم وہی پُرانے معصوم عاہل بنے رہے

تومستجاب اور تمہارے بھائیوں کو ہر وقت یہ ڈر رہے گا کہ تم کبھی بھی باغی ہو کر ان کے تمام راز دنیا کے سامنے افشا کر سکتے ہو اور وہ تینوں یہ ہر گز نہیں چاہیں گے۔ تم اس کے لیے ایک خطرے کے طور پر پسِ منظر میں چلے جاؤ گے۔ہاں مگر اس سے تم اپنے بھائیوں کے سامنے ہائیلائٹ ہو جاؤ گے اور وہ تمہیں اپنا دشمن سمجھنے لگیں گے لیکن تمہارے لیے مستجاب کی سپورٹ حاصل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ صرف مستجاب کا نام ہی تمہیں زندگی میں بہت مدد دے گا!" عاہل نے شہریار کی بات سن کر اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"اوکے اور اس کے بعد؟"

"ابھی پہلے یہ تو مجھے کر کے دکھاؤ!" شہریار نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔

"اوکے۔ سر۔" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا ایک سوال ہے۔"

"کیا سوال ہے؟"

"جی آئی بی آخر دنیا کی نظروں سے چھپا ہوا کیسے ہے؟" وہ اُلجھن کا شکار نظر آتا تھا۔

"ہر ملک میں کوئی نہ کوئی ایسا حصہ ضرور ہوتا ہے جسے گورنمنٹ اور ملٹری صرف اپنے خوفیہ کاموں کے لیے استعمال کرتی تھی۔ لاہور شہر سے باہر کچھ فاصلے پر موجود یہ حصہ انہی خوفیہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جگہوں میں سے ایک ہے۔ گورنمنٹ اس علاقے کے بارے میں یہ بیان دیتی ہے کہ یہاں ملٹری اپنی کیمیکل ٹیکنالوجی کے ایکسپیریمنٹ کرتی ہے اسی لیے یہاں عام عوام کا آنا منع ہے۔" انہوں نے کہہ کر کندھے اچکائے۔

اس نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔ وہ کرسی پر سے اٹھنے والا ہی تھا کہ شہریار نے کہا۔

"اور ہاں عاہل! تم اب جی آئی بی میں آ چکے ہو۔ اپنی تھنگ ڈیٹ ہیپنز ان جی آئی بی اسٹیز ان جی آئی بی!" شہریار نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی تھی جسے سمجھ کر اس نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

دروازہ کھلا تھا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ جی آئی بی کا یونیفارم پہنے ہوئے تھا۔

"اب تم اس کے ساتھ جاؤ یہ تمہیں کچھ مزید ضروری باتیں بتا دے گا اور پھر یہاں سے واپس بھی بھیج دے۔ تمہاری اگلی کال اب مجھے تب آنی چاہیئے جب تم کام مکمل کر چکے ہو!"

"اوکے!" وہ کہہ کر اس ورکر کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

عاہل چلا گیا تو دانیال نے شہریار کی طرف دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے وہ یہ کر پائے گا؟ عاہل نے حسد کرتے ہوئے ایک راز افشا کر دیا تھا لیکن اسے اس دنیا کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے شہریار! وہ کیسے ان گدھوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا؟ یہ سب مار ڈالیں گے اسے!" دانیال پریشان نظر آرہے تھے۔

"اسے اندازہ ہے۔ وہ دو قتل اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔ اسے اس دنیا کے بارے میں بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے۔ اس کی بس ایک ہی کمزوری ہے۔ وہ انا میں آجاتا ہے اور مجھے بس اس کی اس کمزوری کو ختم کرنا ہے۔ مجھے اسے بس تھوڑا سا فلیکسیبل بنانا ہے۔ باقی وہ انتہائی ذہین ہے۔ وہ سب کر لے گا۔" وہ مطمئن تھے۔ دانیال انہیں غور سے دیکھنے لگے۔

"کیا؟" شہریار نے ان کی نظروں کو خود پر محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے اسے معاف کیوں کر دیا؟ اور نہ صرف معاف کر دیا، تم اسے یہاں بھی لے آئے! تم نے اسے اپنے ساتھ بھی ملا لیا؟" وہ عاہل کو لے کر شہریار کے ردِ عمل پر حیران تھے۔

"ایک سال بعد مجھے کل اس کی کال آئی۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا اور میں مسلسل اسے انکار کر رہا تھا۔ اس نے عصام کی جان بچائی تھی۔ اس نے مجھے اسی بات کا واسطہ دیا اور میں انکار نہیں کر سکا۔" وہ ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اور اگر اس نے تمہیں دھوکا دے دیا تو؟"

"ایک سال پہلے اسی نے مجھے کال کر کے یہ بتایا تھا کہ رایان عصام اور علینا کے پیچھے گیا ہے۔ وہ چاہتا تو مجھے نہ بتاتا۔ اس نے مجھے بتایا کیونکہ وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ چاہتا تو سب جاننے کے بعد بھی عصام اور علینا کو مرنے دے سکتا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ ایک سال پہلے مجھ سے ملا تھا اور اس نے مجھے سب سچ بتا دیا تھا۔ چاہتا تو مجھے کچھ بھی نہ بتاتا۔ ایک سال بعد اس نے مجھے واپسی کے راستے کی امید میں کال کی تھی۔ اگر اسے مجھے دھوکا ہی دینا ہوتا تو وہ مجھے بہت پہلے ہی دے سکتا تھا۔ مجھے اس پر بھروسہ ہے۔" شہریار مبہم سا مسکرائے تھے۔

وہ عاہل پر بھروسہ کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اس بار وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جب وہ گھر واپس آیا تو مستجاب لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس نے سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا اور پھر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" عاہل کا انداز سنجیدہ تھا۔

"کرو۔" اس نے ٹی وی پر سے اپنی نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"مجھے جائیداد میں اپنا حصہ چاہیے بلکل اسی طرح جس طرح آپ نے حیدر کے لیے ٹیکسٹائل کمپنی رکھی ہے اور رایان کو آپ نے کچھ پراپرٹی دی ہے۔ مجھے بھی اپنا حصہ چاہیے۔"

مستجاب نے ٹی وی بند کر دیا پھر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیوں چاہیے؟ تم تو ویسے بھی ابھی پڑھ رہے ہو!" اس نے چہرے پر خفگی لیے اسے دیکھا۔

"میں پاکستان واپس آنا چاہتا ہوں اور فلحال میرا پڑھائی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مجھے اپنی جائیداد کا حصہ چاہیے۔ میں اپنا خود کا بزنس شروع کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"پڑھائی نہیں کرنا چاہتے؟ کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟" یکدم مستجاب کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔

"مجھے اپنا بزنس کرنا ہے۔ جس طرح رایان نے کیا تھا۔ جس طرح حیدر پاکستان واپس آنے کے بعد کرے گا!" وہ اپنی بات پر مصر تھا۔ مستجاب کی آنکھوں میں تمسخر اُبھرا۔

"تم اور بزنس؟" وہ ہنسا۔ "مزاق ہو رہا ہے کیا یہاں؟ جاؤ یہاں سے عاہل اور میرا دماغ مت خراب کرو!" اس نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔ عاہل کے ماتھے پر تیوری چڑھی۔

"اگر میں اپنا بزنس کرنے میں کامیاب ہو گیا تو؟" اس نے جیسے چیلنج کیا تھا۔

"یہ ناممکن ہے۔" مستجاب نے کہہ کر ٹی وی کا ریموٹ دوبارہ ہاتھ میں اٹھالیا تھا۔

"اگر میں اپنا بزنس کرنے میں کامیاب ہو گیا تو؟" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔

"تو میں تمہیں تمہارے حصے کی جائیداد دے دوں گا۔ کچھ حصہ موجود ہے میرے پاس زمینوں کا، وہ میں تمہیں دے دوں گا!" مستجاب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "لیکن تم وہ کام کروگے جو میں کہوں گا!"

"کام بتائیں!" عاہل نے ایک لمحے کے لیے بھی انتظار کیے بغیر پوچھا۔

"تیمور آفندی کو جانتے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔رایان کا دوست ہے وہ!" یہ رایان کا وہی دوست تھا جس کے ڈرگز کے بزنس میں رایان نے اپنا پیسہ لگایا تھا لیکن وہ بزنس چل نہ سکا۔

"رایان نے تیمور کے ساتھ کام کیا تھا۔ لیکن ان کا بزنس چل نہ سکا۔انہیں نقصان ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم تیمور کے ساتھ کام کرو اور اگر تم ان پیسوں سے ایک روپیہ بھی اوپر کما لائے جو رایان نے ڈبویا ہے تو میں تمہیں تمہاری جائیداد دے دوں گا!"

وہ ایک لمحے کے لیے مستجاب کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"تو یہ چاہتے ہیں کہ میں ناکام ہو جاؤں تاکہ ان کے بیٹے کی کوئی بے عزتی نہ ہو!" اس نے سوچا۔

"ٹھیک ہے!" وہ تلخ سا مسکرایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"وہ چاہتے ہیں کہ میں انہیں رایان کے ڈبوئے گئے پیسوں سے زیادہ کما کر دوں! اور وہ بھی اس بزنس میں جو فیل ہو چکا ہے!" وہ شہریار کے سامنے بیٹھا کہہ رہا تھا۔

وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی جی آئی بی میں شہریار کے آفس میں آکر بیٹھا تھا۔

"تو مسئلہ کیا ہے؟" شہریار کے ہاتھ میں کچھ فائلز تھیں جنہیں وہ دیکھ رہے تھے۔

"مسئلہ کیا ہے؟" وہ آنکھیں بڑی کیے انہیں دیکھنے لگا۔ "مجھے بزنس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے! رایان کے ڈبوئے گئے پیسوں سے زیادہ کمانا تو دور کی بات ہے میں تو بزنس شروع بھی نہیں کر سکتا!" وہ کچھ جھنجھلایا ہوا سا لگتا تھا۔

"یہ کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے عاہل! بزنس چیس کے کسی گیم کی طرح ہے! سامنے والے کی چال کے جواب میں تمہیں اپنی چال چلنی ہے بس!" وہ اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

"لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے چُپ ہو گیا۔

"لیکن کیا؟" اب کہ شہریار اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ انہوں نے پیپرز ٹیبل پر رکھ دیے۔

"میرا باپ چاہتا ہے میں لوگوں میں زہر بانٹوں، میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ وہ بھی سب جانتے ہوئے؟" وہ جیسے اُلجھ گیا تھا۔

"کیا تم کچھ وقت کے لیے اپنے مورلز ایک طرف نہیں رکھ سکتے عاہل؟" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے پوچھ رہے تھے۔

"کئی زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔۔۔ صرف میری وجہ سے!" شہریار کو وہ کچھ پریشان لگا۔

"عاہل! یہ دنیا کمپرومائز کرنے سے چلتی ہے۔ تم اپنے باپ اور بھائیوں کے خلاف ایک کھلا محاذ نہیں کھول سکتے! وہ تمہیں مار ڈالیں گے! انسان کو کبھی کبھار اپنے اصولوں کو ایک طرف رکھ کر کچھ فیصلے کرنے پڑتے ہیں! اور ویسے بھی تم نہیں جانتے کہ اس سب کے اختتام پر تم اس ملک کو کن خون چوسنے والی جونکوں سے آزادی دلواؤ گے!" وہ اس سے سمجھانے والے انداز میں مخاطب تھے۔

Clubb of Quality Content!

وہ کافی دیر خاموش بیٹھا رہا۔

"میں لوگوں کا کم سے کم نقصان کرنے کی کوشش کروں گا!" وہ دھیمے سے لہجے میں شہریار سے مخاطب ہوا۔

"تم فیصلے لینے میں آزاد ہو!" انہوں نے کندھے اُچکا کر کہا۔

عاہل تیمور سے ملا تھا۔ شروع میں سب کچھ اس کی سمجھ سے بالا تر تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ اسے چیزیں سمجھ آنے لگیں۔ اس نے مستجاب سے کچھ پیسے ادھار لیے تھے۔ وہ ان پیسوں کو تیمور کے بزنس میں انویسٹ کرنے والا تھا۔ لیکن اس بار اس نے رایان کی گئی غلطیاں نہیں دہرائی تھیں۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ رایان نے جب اپنا پیسہ تیمور کے بزنس میں انویسٹ کیا تھا تو اس نے صرف پیسہ "انویسٹ" کیا تھا۔ اس نے تیمور کے ساتھ مل کر بزنس پلان کے لائحہ عمل پر کوئی کام نہیں کیا تھا اور یہی چیز تھی جس نے انہیں نقصان پہنچایا تھا۔ افغانستان سے منگوائی گئی ان کی ڈرگز پکڑی گئی تھیں۔ عاہل نے کچھ الگ کیا تھا۔ اس نے بزنس کے ساتھ ساتھ پولیٹکس بھی کی تھی۔ کسی سے کوئی کام کروانے کے لیے مستجاب علی کا بیٹا ہونے کا حوالہ ہی بہت تھا۔ اس کا کام چٹکی بجاتے ہی ہو جاتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ وزیرِ اعظم کا بیٹا تھا اور کوئی بھی وزیرِ اعظم کے بیٹے کو ناراض کرنا نہیں چاہے گا۔ اگر کہیں حوالہ کام نہ آتا جو کہ بہت کم ہوتا تھا، تو وہ وہاں پیسہ استعمال کرتا۔ وہ بہت جلد سیکھنے لگا تھا اور شہریار کو کسی حد تک یہ سب دیکھ کر حیرانی بھی ہوئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ آخر وہ آرٹس کیوں پڑھ رہا تھا؟ اسے تو بزنس یا پھر پولیٹکس میں ہونا چاہیے تھا۔ اس کی تیمور کے ساتھ یہ ڈرگ

ڈیل کامیاب ہو گئی تھی اور نہ صرف کامیاب بلکہ اسے رایان کے کئے گئے نقصان سے کئی زیادہ منافع ہوا تھا۔ مستجاب اور رایان دونوں کے لیے یہ سب بہت شاکنگ تھا۔

"میرے وعدے کے مطابق یہ پاکستان میں کچھ زمینیں ہیں جنہیں میں نے تمہارے نام کر دیا ہے۔" مستجاب نے کچھ کاغذات اور ایک پین ٹیبل پر عاہل کے سامنے رکھا تھا۔

وہ دونوں اس وقت مستجاب کی اسٹڈی میں موجود تھے۔ ڈیسک کی ایک طرف عاہل بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف مستجاب۔ اس نے پین پکڑنے کے لیے ہاتھ ابھی آگے بڑھایا ہی تھا کہ مستجاب کے الفاظ پر رک گیا۔

"لیکن میری کچھ شرطیں ہیں!" مستجاب نے سنجیدہ سے انداز میں کہا۔ عاہل نے چہرہ اٹھا کر باپ کی طرف دیکھا۔

"جیسے کہ؟" عاہل کے چہرے پر سنجیدگی عود آئی۔

"جیسے کہ کوئی بھی فارن ڈیل تم رایان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے! اگر وہ کسی فارن ڈیل سے انکار کر دے تو تم اس فارن ڈیل پر مزید کام نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ تیمور کے ساتھ مل کر بنایا گیا پوش علاقے کا وہ کلب اب بھی رایان کی ہی ملکیت رہے گا۔ تم اسے چلا سکتے ہو لیکن تم

اس کلب کے متعلق کوئی بھی فیصلہ رایان سے پوچھے بغیر نہیں کر سکتے!" وہ ایک لمحے کے لیے رُکا، پھر عاہل کی سیاہ آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ مستجاب کو وہ آنکھیں پہلے کبھی اتنی سیاہ معلوم نہیں ہوئی تھیں۔ "یہی دو شرطیں ہیں۔ اب تم جن کاغذات پر سائن کرو گے، ان پر یہی دو شرطیں لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ان کاغذات پر سائن کر کے تم اپنی جائیداد بھی حاصل کر لو گے!" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

عاہل نے مستجاب کی طرف دیکھا۔ اس کا باپ اور بھائی آخر اتنی نفرت اس سے کیوں کرتے تھے؟ اتنی نفرت کہ وہ اس کا جائز حق بھی اسے دینا نہیں چاہتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ ان دونوں شرطوں کے پیچھے رایان ہی تھا۔ وہ اس سے جیلس ہو رہا تھا۔ وہ کسی بھی صورت یہ نہیں چاہتا تھا کہ مستجاب اسے کسی قابل سمجھتا اور اسی لیے اس نے یہ شرطیں رکھی تھیں۔ اس نے چند لمحے اپنے باپ کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔ اسے ان میں اپنے لیے کوئی جذبہ محسوس نہ ہوا۔ اور اگلے لمحے اس نے بے تاثر چہرہ لیے کاغذات پر سائن کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک سال یونہی گزر گیا۔ لیکن اس ایک سال میں عاہل مستجاب بہت کچھ سیکھ گیا تھا۔ وہ پاکستان میں اپنا ایک اچھا خاصہ نام بنا چکا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ایک فارماسیوٹیکل کمپنیز کا سپلائر بنانے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ اس ایک سال میں وہ پردے کے پیچھے بہت سے "غیر قانونی" کام مکمل کرنے میں بھی کامیاب ہو چکا تھا، جن میں جی آئی بی کو مستجاب، رایان اور حیدر کے متعلق بہت سی انفارمیشن دینا بھی شامل تھا۔

اس ایک سال نے اس پر زندگی کی بہت سی تلخ حقیقتیں بھی کھولی تھیں۔

اس ایک سال نے عاہل مستجاب کو حد درجہ تلخ بنا دیا تھا۔

اور باقی سب ویسا ہی تھا۔

اس کے خواب۔

اس کی تکلیف۔

اس کا پچھتاوا۔۔۔

Clubb of Quality Content

لیکن عاہل مستجاب کو معلوم نہ تھا کہ اس کی زندگی تین سو ساٹھ ڈگری پر گھوم کر رہ جانے والی تھی۔

زندگی میں آنے والا صرف ایک شخص کس طرح اس کے لیے زندگی کے مفہوم کو بدل کر رکھ دینے والا تھا۔۔۔

عاہل مستجاب اس بات سے ناآشنا تھا۔

وہ بہت جلد اس بات سے آشنا ہونے والا تھا۔

کیونکہ کوئی تھا جو زندگی کی تمام تلخیوں کو اپنے اندر سمائے بھی زندگی جی رہا تھا۔

کوئی تھا جو جانتا تھا کہ سب غلط کرنے کے بعد بھی زندگی سب کچھ ٹھیک کرنے کا ایک موقع ضرور دیتی ہے۔

کوئی تھا جو اس کی تلخیوں میں بھی نرمیاں ڈھونڈنے والا تھا۔

کوئی تھا جو اس کی زہر آلود زبان سے بھی مٹھاس حاصل کرنے والا تھا۔

کوئی تھا جو اس کی سیاہی میں بھی روشنی ڈھونڈنے والا تھا۔

کیونکہ کوئی تھا۔۔۔جواس کا ہمسر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک سال بعد۔

یکم جون،2025۔

لاہور، پاکستان۔

کھڑکی پر پڑے پردوں کی جُھری سے آنے والی سورج کی کرنیں کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلائے ہوئے تھیں۔اے سی کی وجہ سے کمرے میں خنکی کی شدت تھی۔جہازی سائز کے بیڈ پر بچھائی گئی سیاہ ریشمی بیڈ شیٹ سلوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔وہ ڈھیلا سا سیاہ ٹراؤزر پہنے بیڈ پر پیٹ کے بل آڑا ترچھا لیٹا سو رہا تھا۔شرٹ ندارد تھی اور کسرتی کمر واضح ہو رہی تھی۔ چہرہ پُر سکون تھا۔تبھی کمرے میں موجود خاموشی کا ارتکاز ٹوٹا تھا۔بیڈ پر پڑے اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی تھی۔اسکرین پر ایک نام اُبھرا تھا۔

"ماہی۔"

اس کے موبائل پر کال آ رہی تھی اور اسی کال کی آواز پر وہ کسمسایا تھا۔وہ سیدھا ہوا تو اس کے سینے پر موجود گولی کا نشان واضح ہوا تھا۔اس نے ہاتھ مار کر اپنا موبائل محسوس کیا پھر آنکھیں کھولے بغیر کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو؟" نیند سے جاگنے کی وجہ سے اس کی آواز بھاری محسوس ہوتی تھی۔ایک ہاتھ سے اس نے موبائل پکڑ رکھا تھا۔دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے وہ اپنی ناک کی ہڈی مسل رہا تھا۔

"آپ ابھی تک سو رہے ہیں! ہے نا بھائی؟" آواز میں خفگی واضح تھی۔

عاہل کے ہونٹ ایک بھرپور مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"ماہین! تم مجھے سونے نہیں دو گی نا؟" وہ مسکراتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ساتھ ساتھ اپنی کنپٹی بھی مسل رہا تھا۔

"عاہل بھائی! آپ ابھی تک سو کیوں رہے ہیں!" نسوانی آواز سے کچھ مزید خفگی جھلکی۔

"کیونکہ ماہی میں کل رات کو تین بجے لندن سے گھر آیا تھا اور مجھے اس وقت نیند چاہیئے۔"

اس نے نرمی سے کہا۔

"اچھا!" نسوانی آواز کچھ مدھم پڑی۔ "او کے۔ تو پھر میں آپ کو بعد میں کال کروں گی۔"

اب کہ لہجہ دھیما پڑا تھا۔

"لیکن تم نے کال کیوں کی تھی ماہی؟" اس نے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

"آپ بھول گئے کیا؟" نسوانی آواز میں حیرت تھی۔

"کیا بھول گیا ہے؟" وہ کچھ اُلجھا۔ اس کے سر میں درد تھا۔ وہ مسلسل اپنی کنپٹی مسل رہا تھا۔

"آج میرا برتھ ڈے ہے بھائی!" آواز میں خفگی لوٹ آئی تھی۔

عاہل کی کنپٹی مسلتی انگلیاں رکی تھیں۔ اس نے یکدم آنکھیں کھولیں، پھر وہ ایک جھٹکے سے

اُٹھ بیٹھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"اوہ گاڈ! آئی ایم سو سوری ماہی! میں۔۔۔میں بہت بزی۔۔۔"اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔دوسری طرف خاموشی تھی۔عاہل نے افسوس کے ساتھ ایک سانس اندر کو کھینچی۔"تم کہاں ہو؟"اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ کے گھر کے باہر کھڑی ہوں!"اس کی آواز کچھ پُر جوش ہوئی۔

"اکیلی آئی ہو کیا؟"عاہل نے آبرو سُکیڑے۔

"نہیں۔ڈرائیور انکل ساتھ ہیں!"

"مجھے صرف پندرہ منٹ دو! میں تیار ہو کر نیچے آتا ہوں۔پھر تم جہاں چاہو گی ہم وہاں جائیں گے۔جیسے چاہو گی ہم تمہارا برتھ ڈے ویسے ہی سیلیبریٹ کریں گے!"وہ کہہ کر تیزی سے بیڈ سے اُترا تھا۔

"لیکن بھائی آپ تھکے ہوں گے اور۔۔۔"عاہل نے ماہی کی بات کاٹ دی۔

"میری ماہی کی برتھ ڈے پر اگر میں اپنی نیند کو ترجیح دوں تو پھر لعنت ہے مجھ پر! تم بس انتظار کرو میرا!"وہ کہہ کر تیزی سے واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تھا۔نیلی جینز پر اس نے سفید گول گلے والی شرٹ پہن رکھی تھی۔بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔اس کا انداز آج بڑا ہی بے تکلف سا تھا۔سیڑھیوں کی طرف بڑھتے اس کے قدم رایان کے کمرے کے باہر تھمے تھے۔ وجہ اندر سے آنے والی آوازیں تھیں۔دروازہ کھلا ہوا تھا۔اندر سے کسی لڑکی اور رایان کی باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ان دونوں کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔لڑکی نے ہاتھ میں ایک باکس پکڑا ہوا تھا۔اس باکس میں بہت سی اسٹامپس تھیں جنہیں وہ دیکھ رہی تھی۔

"یہ والی اسٹامپ آپ نے کب لی تھی؟"آواز میں اشتیاق تھا۔

"یہ۔۔۔"رایان جیسے یاد کرنے کی کوشش کررہا تھا۔"جب میں آٹھ سال کا تھا۔"اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

عاہل نے دیکھا کہ رایان کا ہاتھ اس لڑکی کی کمر پر تھا۔اور رایان اس کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس کے جبڑے کی رگیں یکدم اُبھری تھیں۔اس سے پہلے کہ وہ لڑکی اپنا کوئی ردِ عمل دیتی عاہل نے اس کا نام پکارا تھا۔

"ماہی!"اب کہ اس کا لہجہ ذرا سخت تھا۔

رایان نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی کمر پر سے ہٹایا تھا۔ پھر وہ عاہل کی طرف پلٹا۔ساتھ ہی وہ بھی ایک جھٹکے سے پلٹی تھی۔عاہل کو دیکھ کر ماہی کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ عود آئی تھی۔لیکن اگلے ہی لمحے عاہل کے چہرے پر موجود بگڑے ہوئے تاثرات دیکھ اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"فوراً نیچے جاؤ! میں آرہا ہوں!"اس نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔ نظریں رایان پر جمی ہوئی تھیں۔

اس نے باکس ٹیبل پر رکھا پھر وہ سر جھکائے تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔وہ چلی گئی تو عاہل تیزی سے کمرے میں آیا۔اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔پھر ایک جھٹکے سے اس نے رایان کو گریبان سے پکڑ کر دھکا دینے والے انداز میں دیوار کے ساتھ لگایا۔وہ عاہل کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی؟"وہ دباد باسا غرایا تھا۔"بچی ہے وہ! اسے تو بخش دو!"

"میں تو اسے بس اپنی اسٹیمپ کو لیکشن دکھا رہا تھا۔"وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میری بات کان کھول کر سنو رایان! اگر آج کے بعد تم نے میری بہن کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لے لوں گا!" وہ اس پر غرایا تھا۔

اس نے ایک جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑا۔ پھر وہ تیزی سے اس کے کمرے سے نکل گیا۔

پیچھے رایان نے ہنکارا بھرا تھا۔

وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا تو ماہی اسے سیڑھیوں کے پاس ہی کھڑی نظر آئی۔ اس نے مرون رنگ کا کُرتا اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ دوپٹہ سینے پر پھیلایا ہوا تھا۔ بھورے سیدھے بال کمر تک جاتے تھے۔ چہرہ سُرخ و سپیڈ تھا۔ وہ اس کے قریب آیا۔

"چلو!" وہ نارمل سے انداز میں کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ ماہی لب کاٹتی اس کے پیچھے چل پڑی۔ وہ جانتی تھی کہ اب اسے ڈانٹ پڑنے والی تھی۔ وہ دونوں اب گاڑی میں بیک سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائیور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ عاہل سنجیدہ سا بیٹھا تھا جبکہ ماہی بار بار اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"بھائی۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی عاہل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے ماہی کہ تم میرے گھر نہیں آؤ گی؟" عاہل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"آئی ایم سوری بھائی! گیٹ پر رایان بھائی آئے تھے۔ انہوں نے مجھے اندر بلایا تو میں چلی گئی۔ پھر میں بور بھی ہو رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے اپنی اسٹیمپ کولیکشن دکھانا چاہتے تھے تو میں ان کے ساتھ ان کے روم میں چلی گئی۔ آئی ایم سوری! میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی!" وہ شرمندہ سی اپنا سر جھکا چکی تھی۔

وہ اس پندرہ سالہ بچی کی طرف دیکھتا رہا۔

ماہین فرہاد عاہل مستجاب کی خالہ کی بیٹی تھی اور عاہل کو اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی۔ ماہی کے ماں باپ نیویارک میں رہتے تھے لیکن جب ماہی چار سال کی تھی تو ایک کار ایکسڈنٹ میں ان کی موت ہو گئی۔ اس کے بعد وہ پاکستان میں اپنے نانا نانی کے پاس آگئی۔ رایان کے مقابلے میں عاہل اپنے نانا نانی کے بہت قریب تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اکثر ان کے گھر جایا کرتا تھا۔ نانا نانی کے گھر اسے ماہی کے ساتھ گزارنے کو بہت وقت ملتا تھا۔ ماہی کے ساتھ اس کی بانڈنگ بہت جلد ہی ہو گئی تھی۔ عاہل ایک انتہائی خاموش طبع بچہ تھا۔ اور ماہی اس کی بلکل

الٹ۔ شروع میں وہ اس سے بہت چڑنے لگا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ ماہی سے وہ ساری باتیں کرنے لگا جو شاید وہ ملیحہ سے بھی نہیں کرتا تھا۔ اپنے گھر میں وہ حد سے زیادہ ہی خاموش رہتا تھا۔ اس کے چہرے پر موجود سنجیدگی دیکھ کر یوں لگتا کہ جیسے وہ کوئی بچہ نہیں بلکہ بڑا تھا۔ اور ماہی کے ساتھ اس کے چہرے پر بچوں والی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ وہ ایک بڑے بھائی کی طرح اس کا خیال رکھتا تھا۔ وہ اس سے عمر میں بڑا تھا اس لیے اس کے اندر خود بخود ہی بڑے بھائیوں کی طرح برتاؤ کرنے کی عادتیں آنے لگی تھیں۔ وہ اپنی تمام باتیں ماہی سے شیئر کر لیا کرتا تھا۔ چند سالوں کے لیے جب وہ زیورک گیا تھا تو وہ ماہی ہی تھی جسے سب سے زیادہ فرق پڑا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور اس کی اتنی کیئر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ایک بہت ہی معصوم بچی واقع ہوئی تھی جس کی زندگی بہت سادہ تھی۔ وہ اسے لے کر بہت پوسیسو تھا۔ وہ ماہین کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا، کسی حد تک بھی جا سکتا تھا۔ وہ عاہل سے چھوٹی تھی اس لیے وہ اس کی ساری باتیں مان لیا کرتا تھا۔ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ عاہل نے اسے کسی بات سے منع کیا ہو، سوائے ایک بات کے۔ وہ اسے اپنے گھر آنے نہیں دیتا، پھر چاہے وہ گھر پر ہوتا یا نہیں۔ وہ پندرہ سال

کی تھی لیکن اس عمر میں بھی باقی لڑکیوں کے مقابلے میں کافی خوبصورت تھی۔اس کے باریک ہونٹ اور موٹی بھوری آنکھیں اس کے چہرے کو مزید پُرکشش بناتی تھیں۔اور پھر کچھ اس کی معصومیت تھی جو اسے اس عمر میں دوسری لڑکیوں سے نمایاں کرتی تھی۔وہ رایان کی فطرت سے واقف تھا اور اس کی فطرت کسی بجُھو کی طرح تھی۔اسے رایان کی طرف سے ہمیشہ ماہی کے لیے ڈر لگا رہتا تھا اور آج اس کا وہ ڈر صحیح ثابت ہوا تھا۔عاہل نے بہت سے لوگوں کی زندگیاں برباد کی تھیں اور اسے لگتا تھا کہ اس کا مکافاتِ عمل ماہی ہو گی۔وہ اس کے تمام گناہوں کی سزا ماہی کو ملے گی۔ایسی ایک رات بھی نہیں تھی جب سونے سے پہلے اسے یہ خیال نہ آتا کہ ماہی کو کوئی اس کی وجہ سے نقصان پہنچا دے گا۔اس نے علینا ضرار کی زندگی برباد کی تھی۔وہ ماہی کی زندگی برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔کسی صورت بھی نہیں۔

"ٹھیک ہے۔آئندہ ایسا مت کرنا!" عاہل کا لہجہ اب کہ نرم پڑا تھا۔

ماہی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔"لیکن بھائی آپ مجھے گھر آنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟" وہ آنکھوں میں سوال لیے اسے دیکھ رہی تھی۔عاہل کے پاس یکدم تمام الفاظ ختم ہو گئے۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ تمہیں کتنی بُری طرح نقصان پہنچائے گا! میں جانتا ہوں ماہی اور میں تمہیں اس سب سے بچانا چاہتا ہوں جو اس نے علینا کے ساتھ کیا تھا! میں تمہیں کھو نہیں سکتا!" وہ صرف سوچ سکتا تھا، اس سے کہہ نہیں سکتا تھا۔

"مجھ پر بھروسہ ہے تمہیں ماہی؟"

"جی بھائی ہے!"

"تو پھر آئندہ مجھ سے یہ سوال مت پوچھنا!" وہ نرم سے لہجے میں جیسے اس سے درخواست کر رہا تھا۔

ماہی چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر سر اثبات میں ہلا گئی۔

وہ اسے ہر بُری شے سے بچانا چاہتا تھا۔ پچھلے چند سالوں نے عاہل پر بہت سی ہولناک حقیقتیں کھولی تھیں اور وہ ماہی کو ان تمام حقیقتوں سے بچانا چاہتا تھا۔

"اب یہ بتاؤ کہاں جانا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے ماہی سے پوچھا تو یکدم ہی وہ خوش لگنے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب وہ اسے بتا رہی تھی کہ اسے اپنی برتھ ڈے پر کہاں جانا تھا اور کیا کرنا تھا اور وہ پوری توجہ کے ساتھ اس کی باتیں سن رہا تھا۔

پورا دن وہ اسے لیے شہر میں پھرتا رہا تھا۔ شام کو اس کی مرضی کا کھانا کھانے کے بعد وہ اسے اس کے گھر چھوڑنے کے بعد واپس اپنے گھر آ گیا تھا۔ ابھی وہ لاؤنج کے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ ملازم نے اسے تیمور آفندی کے لاؤنج میں موجود ہونے کی خبر دی۔ وہ ایک سانس اندر کو بھرتا لاؤنج میں چلا گیا۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو صوفے پر تیمور بگڑے ہوئے تاثرات لیے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں پچھلے دو گھنٹوں سے یہاں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں!" اس کے ہر انداز سے خفگی واضح ہو رہی تھی۔

"لیکن میں نے تو تم سے انتظار کرنے کے لیے کہا ہی نہیں!" وہ کوئی بھی اثر لیے بغیر کہتا ہوا اس کے سامنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"عاہل تم معاملے کی سنگینی کو نہیں سمجھ رہے!" تیمور نے ہاتھوں کی مُٹھیوں کو بھینچتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں اپنا جواب دے چکا ہوں تیمور!"اس نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"عاہل کیا تم بزنس میں اپنے مورلز لانا چھوڑ نہیں سکتے؟"تیمور نے ایک سانس اندر کو بھرتے ہوئے کہا۔

"جب ایک سال پہلے میں نے تم سے ہاتھ ملایا تھا تو یاد کرو تیمور میری کیا شرطیں تھیں!"

"عاہل تم منافع نہیں دیکھ رہے!"وہ صوفے پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں اپنے اصول اور اپنی عزت دیکھ رہا ہوں!"وہ یکدم پھٹ پڑا تھا۔"تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ مل کر جوان لڑکیوں کے ذریعے ڈرگز کی اسمگلنگ کروں اور پھر ان لڑکیوں کی ٹریفیکنگ کرواؤں؟"

"تم اسے بزنس کی طرح کیوں نہیں دیکھتے؟"وہ چند قدم چل کر عاہل کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کیونکہ عورت بیچی جانے والی شے نہیں ہے!اور میں اس قدر نہیں گر سکتا!"وہ بھی اٹھ کر اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"عاہل دیکھو میری بات ٹھنڈے دماغ سے سنو! جو منافع ہمیں اس ڈیل سے ہو گا، ویسا منافع ہمیں اپنی پوری زندگی میں نہیں ہو گا! رایان بھی اس ڈیل کے لیے راضی ہے! یہ ہماری زندگی کا گولڈن چانس ہے!" تیمور نے اس کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے اور پھر انہیں دباتے ہوئے کہا۔ عاہل نے اس کے ہاتھ اپنے کندھوں پر سے ہٹا دیے۔

"میں دلال نہیں ہوں تیمور!" عاہل نے سرد سے لہجے میں کہا تھا۔ تیمور کا چہرہ عاہل کی دی ہوئی گالی پر سُرخ ہوا تھا۔

"تم غلطی کر رہے ہو! پچھتاؤ گے!" وہ دانت پیستے ہوئے بلند آواز میں بولا تھا۔

"عاہل مستجاب پچھتانا چھوڑ چکا ہے! اب صرف وہ لوگ پچھتاتے ہیں جو عاہل مستجاب سے دشمنی مول لیتے ہیں!" وہ بھی اسی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تمہاری بہن۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ عاہل کے تاثرات یکدم بدلے تھے۔ "بہت خوبصورت ہے! ایسی لڑکیوں کی بہت ڈیمانڈ ہے مارکیٹ۔۔۔" الفاظ تیمور کے منہ میں ہی رہ گئے جب عاہل نے اس کی گردن دبوچی اور اسے دیوار کے ساتھ دے مارا۔

"میری بہن کے بارے میں ایک لفظ نہیں!" وہ اس کی گردن دبوچے غُرایا تھا۔ تیمور کسی بن آب کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ "اگر تو نے میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں تیرے پورے خاندان کو جلا کر راکھ کر دوں گا!" وہ آپ جناب کے تمام آداب بھولے چلا رہا تھا۔ "کتے کی موت ماروں گا میں تم سب کو!" تیمور کی گردن پر عاہل کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ اس کی آنکھیں باہر کو نکلنے لگی تھیں۔

عاہل نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا۔ تیمور زمین پر گرا اپنا سانس بحال کرنے لگا۔

"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے!" وہ اپنی پوری قوت سے چلایا تھا۔

تیمور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم پچھتاؤ گے عاہل! تم بہت پچھتاؤ گے!" وہ تنفر بھرے لہجے میں کہتا نکل گیا۔

"گیٹ لاسٹ!" وہ ایک بار پھر چلایا تھا۔

تیمور چلا گیا تو وہ لاؤنج میں اِدھر اُدھر بے چینی سے چکر کاٹتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے اپنے سامنے پڑی میز کو ایک ٹھوکر ماری تو میز پر رکھا واز نیچے جا گرا۔ فرش پر ٹوٹے ہوئے واز کی کرچیاں بکھر گئیں۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

وہ ماہی کو اس سب سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا کرنے کی جتنی بھی کوشش کرتا تھا ماہی ان سب کے نشانے پر آجاتی تھی۔ وہ آخر کیا کرتا کہ ماہی ان سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی؟

جب عاہل نے تیمور کے ساتھ ایک سال پہلے ہاتھ ملایا تھا تو اس نے کچھ شرطیں رکھی تھیں جس کے مطابق وہ پاکستان میں فارماسیوٹیکل کمپنیز کو ڈرگز مہنگے داموں بیچنے والا تھا۔ بلیک میں بیچے جانی والی ڈرگز بہت منافع بخش ثابت ہوتی تھیں۔ عام لوگوں کو ڈرگز مہیا کرنے سے اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ صرف ایلیٹ کلاس کے کلائنٹس اور مختلف بارز اور کلبز میں ڈرگز مہیا کرتا تھا اور یہ کام حد سے زیادہ ہی منافع بخش ثابت ہوا تھا۔ عاہل نے بہت کوشش کی تھی بلکہ اس نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ عام لوگوں تک اس کی ٹریفک اور اسمگل کی گئی ڈرگز نہ پہنچیں۔ اپنا گلٹ کم کرنے کا یہ عاہل کا ایک طریقہ تھا۔ لیکن اب تیمور اسے فورس کر رہا تھا کہ ڈرگز کو بیرونِ ممالک میں لڑکیوں کے ذریعے اسمگل کروائے اور بعد میں ان لڑکیوں کو آگے سیکس ٹریفیکنگ مافیا کو بیچ دے۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ کسی بھی صورت تیمور کی بات نہیں ماننے والا تھا لیکن ایک خوف تھا جس نے اس کی راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ ماہی۔

اسے ڈر تھا کہ تیمور کی بات نہ ماننے پر وہ اسے ماہی کی طرف سے بلیک میل کرے گا۔عاہل کے سب سے ڈراؤنے خیالات اب درست ہو رہے تھے۔ماہی اس کے دشمنوں کے نشانے پر تھی۔اور یہ خوف ہر لمحے اس کے جسم سے آہستہ آہستہ اس کی جان سینچ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا آپ ماہی کی سیکیوریٹی بڑھا سکتے ہیں؟"وہ سر جھکائے پریشان حال سا جی آئی بی میں شہریار کے سامنے بیٹھا تھا۔

"کیوں؟"شہریار نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔

"تیمور کی وجہ سے۔وہ اب ماہی کے نام پر مجھے دھمکا چکا ہے اور رایان بھی۔۔۔"وہ کچھ کہتے کہتے چُپ ہو گیا۔شہریار اب بھی اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔وہ عاہل کی پریشانی سمجھ رہے تھے۔"آپ بس ماہی کی حفاظت پر کچھ لوگوں کو لگا دیں۔وہ میری وجہ سے میرے تمام دشمنوں کے نشانے پر آچکی ہے۔"وہ کہتے کہتے ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔اس نے چہرہ اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا۔"میں نے بہت گناہ کیے ہیں،میں نے بہت سے لوگوں کی زندگیاں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

برباد کی ہیں۔مجھے سب معلوم ہے۔لیکن میرے پاس صرف ماہی ہے۔میں اسے نہیں کھو سکتا!"اس کے لہجے میں جیسے کوئی درخواست تھی۔

"ٹھیک ہے۔جب بھی تم ماہی کے ساتھ نہیں ہو گے، میں اس کی سیکیوریٹی بڑھا دوں گا۔" انہوں نے اسے یقین دہانی کروائی۔ان کا بھی ماہی سے رشتہ تھا۔وہ بھی اسے کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

لیکن عاہل کے دل کو سکون پھر بھی نہیں آیا۔اسے ایک عجیب سی بے چینی،ایک عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج دس جون تھی۔عاہل مستجاب کا برتھ ڈے۔ماہی نے عاہل کو بڑی مشکلوں سے اسے اپنی برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کے لیے منایا تھا۔اس وقت وہ ماہی کے گھر کے باہر گاڑی روکے ہوئے تھا۔ماہی نے اس کی برتھ ڈے پر کئے جانے والے تمام کاموں کی ایک فہرست بنا کر دی تھی اور عاہل جانتا تھا کہ اگر اس میں سے ایک کام بھی ادھورا رہا تو ماہی ناراض

ہو جائے گی۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا اور وہ اندر بیٹھ گئی۔ اس نے چہرہ موڑ کر مسکراتے ہوئے عاہل کی طرف دیکھا۔ عاہل کو کچھ عجیب لگا۔

"ماہی! پلیز مجھ سے کہو کہ تمہارا میری برتھ ڈے پر ایسا کوئی پلان نہیں ہے جو مجھے نہیں پسند؟" عاہل نے آنکھیں سُکیڑے اسے دیکھ کر کہا۔ ماہی ہنسی۔

"آپ کی برتھ ڈے پر بھائی ہمارے پاس کرنے کو دس کام ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلا کام آپ کے نام کا ایک کیک خریدنا ہے!" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بھئی تمہیں کیک ہی کیوں خریدنا ہے؟ ہم کہیں کھانا بھی تو کھا سکتے ہیں نا!" عاہل کو کیکس پسند نہیں تھے۔

Clubb of Quality Content!

"نہیں! کیک کے بغیر برتھ ڈے ادھوری ہوتی ہے!" ماہی بھی اپنی بات پر ٹکی ہوئی تھی۔

ماہی اسے اپنی بنائی ہوئی لسٹ بتانے لگی۔ اسے یاد تھا کہ اتنی تیاری تو ماہی نے اپنی خود کی برتھ ڈے کے لیے بھی نہیں کر رکھی تھی۔ ماہی کی کسی بات کا جواب دیتے دیتے یکدم وہ رک گیا۔ اس کی گاڑی کے آگے اور پیچھے سیکیوریٹی کی ایک گاڑی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی گاڑی کے دونوں اطراف میں دو گاڑیاں تھیں۔ ابھی چند منٹوں پہلے وہ گاڑیاں وہاں نہیں تھیں۔

"گاڑی کی اسپیڈ بڑھاؤ!" عاہل نے سخت لہجے میں کہا تو فرنٹ سیٹ پر بیٹھے گارڈ نے اپنی واکی ٹاکی پر سیکیوریٹی کی گاڑیوں کو اسپیڈ تیز کرنے کے لیے کہا۔

"بھائی!" ماہی نے کچھ گھبرا کر عاہل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اٹس اوکے! کچھ نہیں ہوگا! تم بس نیچے جھک جاؤ اور جب تک میں نہ کہوں اوپر مت اٹھنا ماہی! کسی صورت بھی نہیں!" عاہل نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ماہی عاہل کے کہنے کے بلکل مطابق نیچے کو جھک گئی۔

"سیکیوریٹی سے کہو ہر طرح سے تیار رہے!" عاہل نے گارڈ کو حکم دیا۔ ابھی گارڈ نے کچھ کہنے کے لیے واکی ٹاکی کو اپنے چہرے کے قریب کیا ہی تھا کہ ان کی گاڑیوں کے شیشے کھلے اور اسلحے سے لیس کچھ لوگوں نے اپنے سر باہر نکالے۔ اور اگلے لمحے ہی عاہل نے دیکھا کہ ان سے پچھلی سیکیوریٹی کی گاڑی ہوا میں ایک دھماکے کے ساتھ اُڑی تھی۔ ان لوگوں نے ان سے اگلی سکیوریٹی کی گاڑی کے ٹائروں میں گولیاں ماریں تو وہ سڑک پر ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اتنی جلدی رکنے کی وجہ سے عاہل کی گاڑی سامنے والی سیکیوریٹی کی گاڑی میں جالگی۔ جھٹکا لگنے سے عاہل کا سر سامنے سیٹ میں جالگا۔ اس کی ماتھے سے خون کی ایک باریک لکیر

نکلنے لگی۔گاڑی کے شیشے جھٹکا لگنے کی وجہ سے ٹوٹ گئے تھے اور اس کے جسم پر آ لگے تھے۔ اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔اس نے خود کو سنبھالنے کے بعد ماہی کی طرف دیکھا۔وہ نیچے جھکی خوف کے مارے رو رہی تھی۔ وہ اسے چُپ کروانا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اسے اپنے جسم میں کچھ پیوست ہوتا محسوس ہوا۔سینے میں درد کی ایک شدید لہر تیزی سے اٹھی۔ اس کی گاڑی پر فائرنگ کھول دی گئی تھی۔ڈرائیور اور گارڈ کو بھی کئی گولیاں ماری گئی تھیں۔ فضا میں یکدم خاموشی چھا گئی۔فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور اور گارڈ کو گولیوں سے بھونا جا چکا تھا۔اس کی سفید شرٹ بھی اب سُرخ ہو چکی تھی۔ماہی اس کی سُرخ ہوئی شرٹ دیکھ کر خوف سے چیخی تھی۔اس نے اپنے سینے پر ہاتھ سے دباؤ ڈالا ہوا تھا۔وہ خون کو بہنے سے روکنا چاہتا تھا۔ساتھ ہی وہ دوسرے ہاتھ کی انگلی سے ماہی کو خاموش رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔اس کے لیے اپنی آنکھیں کُھلی رکھ پانا مشکل ہو رہا تھا۔پلکیں بھاری محسوس ہو رہی تھیں۔شاید یہ تیزی سے خون بہہ جانے کی وجہ سے تھا۔اور تبھی بند ہوتی آنکھوں سے عاہل نے دیکھا کہ کسی نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تھا۔اسلحے سے لیس اس آدمی نے ماہی کو بازو سے پکڑ کر باہر گھسیٹا تھا۔وہ روتے ہوئے چلا رہی تھی۔عاہل اسے بچانا چاہتا تھا لیکن وہ بے ہوش ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ آدمی اسے گھسیٹتا ہوا اپنے گاڑی میں ڈال کر لے جا رہا تھا۔

"ماہی!" اس نے آہستہ سے زیرِ لب اس کا نام پکارا۔

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اب ہر طرف صرف اندھیرا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ سفید چھت اس کی نظروں کے سامنے گول گول گھومنے لگی۔ چند سیکینڈز کے بعد اس کی نظروں کے سامنے گھومتے مناظر ساکت ہو گئے۔

"شکر ہے اللہ کا کہ تمہیں ہوش آ گیا عاہل!" شہریار اس کی دائیں طرف کھڑے پریشانی سے کہہ رہے تھے۔

عاہل نے ان کی طرف دیکھا۔

"ما۔۔۔ہی؟" اس نے نقاہت زدہ انداز میں اس کا نام لیا۔

شہریار کے تاثرات یکدم بدلے۔ وہاں اب مایوسیت تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں عاہل! تیمور پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے ہم نے! جی آئی بی اپنی کوشش کر رہی ہے!"

عاہل نے سر تکیے کے ساتھ لگا دیا اور رُخ موڑ لیا۔ بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر بہتا ہوا کنپٹی تک آیا اور جذب ہو گیا۔

"مجھے ماہی کو واپس لا دیں پلیز!" شہریار نے اس کی آواز میں کبھی اتنی تکلیف محسوس نہیں کی تھی۔ تب بھی نہیں جب وہ ایک سال پہلے فون پر ان سے ملنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ تب بھی نہیں جب دو سال پہلے وہ ان کے سامنے رویا تھا۔ وہ اس بچی سے بہت اٹیچڈ تھا، وہ یہ بات جانتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عاہل کی اس سیاہ زندگی میں اگر چند لمحوں کے لیے بھی کوئی انسان روشنی پیدا کرتا تھا تو وہ ماہین فرہاد تھی اور وہ جا چکی تھی۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا!" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

پیچھے عاہل یکدم رو پڑا۔ آنکھوں پر آنسو بہنے سے روکنے کے لیے جو بند باندھا گیا تھا، وہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ بہت تھکا ہوا، بہت ہارا ہوا محسوس کر رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے چلتا آ رہا تھا اور اب رُکنا چاہتا تھا۔

"میں نے ماہی کو کھو دیا!" وہ بار بار زیرِ لب روتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ "سب میری غلطی ہے! میں نے علینا کے ساتھ بُرا کیا! مجھ سے ماہی کو چھین لیا گیا! میری سیاہی اس کی روشنی کھا گئی ہے!"

اس کے دماغ میں یکدم ایک خیال اُبھرا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ ساکت رہ گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تیمور کس قسم کا کاروبار کرتا تھا۔ وہ جسم فروشی کا کاروبار کرتا تھا۔ اسے ماہی کا خیال آیا۔ عاہل کو لگ رہا تھا کہ جیسے اسے زہر دے کر آہستہ آہستہ مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اگر تیمور نے۔۔۔؟ یہ سب سوچ کر اس کی جان نکل رہی تھی۔ سینے میں اُبھرنے والی تکلیف اب مزید محسوس ہونے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک دن بعد ہی شہریار کے سامنے جی آئی بی میں آ بیٹھا تھا۔ وہ ڈیسک کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھا مسلسل اپنی ایک ٹانگ اضطرابی سے انداز میں ہلا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے ہونٹ کا کونا بھی دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔ شہریار کے ہاتھ میں کچھ پیپرز تھے لیکن ان کی نظریں عاہل پر ٹکی ہوئی تھیں۔ سینے میں لگی گولی اور دیگر زخموں کے باوجود وہ ہسپتال سے

Clubb of Quality Content

زبردستی اٹھ کر آگیا تھا۔ ہسپتال میں اس سے رایان اور مستجاب میں سے کوئی بھی ملنے کے لیے نہیں آیا تھا۔ مستجاب نے بس کال کر کے اس کی خیریت پوچھ لی تھی لیکن اس بار عاہل کو کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ اس کے اعصاب پر ماہی سوار ہو چکی تھی۔ اس کے زخم بہت گہرے تھے، خاص کر کے گولی کا زخم لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ شہریار نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہسپتال میں رہے لیکن اس کا کہنا تھا کہ اگر وہ مزید یہاں رہا تو دم گھٹنے سے مر جائے گا۔ وہ ہسپتال سے سیدھا جی آئی بی شہریار کے پاس آگیا تھا۔ اور اس وقت وہ اس آس میں شہریار کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ شاید ان کے پاس ماہی کی کوئی خبر آگئی ہو گی۔ شہریار نے پیپرز اپنے سامنے ٹیبل پر رکھ دیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کچھ پتا چلا؟" اگلے لمحے ہی وہ تیزی سے بولا تھا۔

"ہم نے ماہی کے اغوا ہونے کے چند گھنٹوں میں ہی زمینی اور ہوائی راستوں پر ناکہ بندی کروا دی تھی لیکن ساحلی بارڈرز پر ناکہ بندی کروانا مشکل کام تھا اور وہ ہم نہیں کر سکے۔ وہ اب تک انٹرنیشنل واٹرز میں داخل ہو چکے ہوں گے اور وہاں انہیں ڈھونڈنا بہت مشکل ہے۔"

شہریار اس کے چہرے پر نظریں جمائے کہہ رہے تھے۔

"ہمیں اور کیا معلوم ہے اس سب کے بارے میں؟"

"ماہی پاکستان میں نہیں ہے کیونکہ اگر وہ پاکستان میں ہوتی تو ابھی تک جی آئی بی کو معلوم ہو چکا ہوتا۔"

"اور؟"

"تیمور سیکس ٹریفیکنگ ہمیشہ میکسیکو میں ہی کرواتا ہے، تو وہ ضرور ماہی کو بھی میکسیکو میں ہی ٹریفک کرنے والا ہے۔" عاہل کے آبرو شہریار کی بات پر حیرت سے اکٹھے ہوئے۔

"اگر جی آئی بی کو تیمور کے بارے میں یہ بات معلوم تھی تو اس کے خلاف کبھی کچھ کیا کیوں نہیں گیا؟"

"کیونکہ تیمور فلحال صدر کی گڈ لسٹ میں ہے! صدر کے کچھ ذاتی مفادات ہیں جو اس سے جُڑے ہیں اس لیے وہ اس کے خلاف کارروائی کا کوئی آرڈر نہیں دے رہے۔" شہریار بیزار سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ جی آئی بی میں بھی وہی بیماری ہے جو باقی سارے اداروں میں ہے۔" وہ کہہ کر تلخ سے انداز میں ہنسا۔

"جی آئی بی اسی سسٹم کا حصہ ہے جس کا حصہ اس ملک کے باقی ادارے ہیں۔ لیکن تم فکر مت کرو! اس بار تیمور بچ کر کہیں نہیں جا سکتا! اس بار اس نے میرے خاندان کے کسی فرد پر ہاتھ ڈالا ہے!" شہریار کا لہجہ یکدم تلخ ہوا تھا۔

"مجھے تیمور سے کچھ نہیں چاہی ئے! مجھے صرف میری بہن واپس چاہی ئے! وہ ایک بار مجھے واپس مل جائے تو اس بار میں اسے پاکستان سے بہت دور بھیج دوں گا!" اس کی آواز میں جیسے منت تھی۔

"میں پہلے ہی اس کام کے لیے ایک ایجنٹ کو چُن چکا ہوں۔ وہ جی آئی بی کی آج تک کی سب سے بہترین اسپیشل ایجنٹ ہے!" شہریار کے ہونٹ مبہم سی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

"ٹھیک۔ لیکن میکسیکو کے لیے نکلنا کب ہے مجھے؟"

"تمہیں؟" شہریار نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"ہاں مجھے! میں ماہی کو خود ڈھونڈوں گا!" وہ جیسے اٹل ارادہ کر چکا تھا۔

Clubb of Quality Content

"تمہیں وہاں جانے کی ہر گز ضرورت نہیں ہے! اپنی حالت دیکھو عاہل! گولی لگی ہے تمہیں! اور ویسے بھی میری اسپیشل ایجنٹ سب دیکھ لے گی!" وہ اسے ہر صورت میں میکسیکو جانے سے روکنا چاہتے تھے۔

"میں جاؤں گا انکل! اور آپ مجھے نہیں روکیں گے! میں خود جا کر ماہی کو واپس لاؤں گا!"

"لیکن عاہل۔۔۔"

"میں پیچھے ہٹنے نہیں والا!" اس نے جھٹ سے شہریار کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔

شہریار نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہاں پردے کے پیچھے بہت سے جذبات چھپے تھے۔ اسے جی آئی بی کے لیے کام کرتے ہوئے ایک سال ہو گیا تھا اور اس سارے عرصے میں شہریار نے اس میں کام سیکھنے کے علاوہ صرف ایک ہی تبدیلی دیکھی تھی۔ وہ تلخ سے تلخ ہوتا جا رہا تھا۔ اور یہ تلخی اس میں حد درجہ غصہ اور ضد لے آئی تھی۔

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو لیکن ایک شرط ہے!" انہوں نے انگلی اٹھا کر کہتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"تم میری ایجنٹ کے ساتھ ہی رہو گے !اور وہ جیسا کہے گی تمہیں وہی کرنا ہو گا!آئی بات سمجھ میں؟"

"میں اس کی تمام باتیں آخر کیوں مانوں گا؟"اس نے ایک آبرو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ" Underestimating Waniya Kabir is like doing suicide"ایسا اس کے دشمن اس کے بارے میں کہتے ہیں!"انہوں نے اپنے کندھے اچکائے تھے۔"اس کی بات نہ مان کر تم صرف اپنے لیے مسائل پیدا کرو گے اور کچھ نہیں!"اب کہ وہ کھل کر مسکرائے۔

"کیوں ایسی کیا خاص بات ہے اس میں؟"شہریار کو وہ بلکل بھی متاثر نظر نہیں آرہا تھا۔

"جب تم اس سے ملو گے تو جان جاؤ گے!"وہ کہہ کر رازدانہ انداز سے مسکرائے تھے۔

"واٹ ایور!"اس نے ناک پر سے مکھی اُڑائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میکسیکو(Mexico)لاطینی امریکہ کی دوسری سب سے بڑی معیشت تھا۔اس ملک کو قدرت نے چار حصوں میں تقسیم کرر کھا تھا۔شمالی حصہ صحرا، مرکزی میکسیکو شہروں اور جنوبی حصہ رین فارسٹس پر مشتمل تھا۔جبکہ چوتھا حصہ سیاحت کے لیے مشہور ساحلوں پر مشتمل تھا۔ایک بڑی معیشت ہونے کے باوجود بھی یہاں کے لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے تھے اور وجہ یہاں کے کارٹلز اور کریمینلز تھے۔پولیس اور قانونی ادارے بھی ان سے مات کھا جاتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ میکسیکن قوم کے محنتی ہونے کے باوجود ان کے حالات ٹھیک نہیں ہوتے تھے۔دنیا کے لیے میکسیکو ایک ایسا خطہ تھا جہاں قانون کی عدم موجودگی تھی،اور دنیا کا یہ خیال کسی حد تک ٹھیک بھی تھا۔

Clubb of Quality Content

دو دن بعد وہ میکسیکو آ گیا تھا۔اور وہ بلکل اکیلا آیا تھا۔شہریار نے پاکستان میں یہ خبر پھیلا دی تھی کہ عاہل مزید علاج کے لیے لندن چلا گیا تھا۔اس طرح میڈیا خاموش رہنے والا تھا۔اس کی فلائٹ شام کے وقت میکسیکو سٹی کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کی تھی۔سامان کے نام پر اس نے بس ایک درمیانے سائز کا لیڈر کا ڈفل بیگ اٹھایا ہوا تھا۔شہریار نے اسے وانیا کبیر کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر دی تھیں۔اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اسے وانیا سے کہاں ملنا

تھا۔ لیکن ایئرپورٹ سے نکلنے کے بعد اس نے ٹیکسی لینے کے بجائے سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ یہاں کے ماحول پر نظر دوڑا رہا تھا۔ سیاہ پینٹ اور بھوری شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہنے وہ غور سے اپنے گرد موجود لوگوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

ابھی وہ فٹ پاتھ پر ایک گلی کے آگے سے گزر ہی رہا تھا کہ کسی نے اسے شرٹ کے گریبان سے پکڑ کر گلی کے اندر کھینچ لیا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ دیوار کے ساتھ لگایا جا چکا تھا۔ ایک انتہائی تیز پھل والا خنجر اس کے گلے کے نیچے تھا۔ سب چند لمحوں میں ہوا تھا اس لیے وہ کوئی ردِ عمل نہ دے سکا۔ اس نے اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔ گلی میں اندھیرا تھا۔ اس گلی میں صرف ایک بند دروازے کے ساتھ لگا ہوا ایک بلب تھا جو کہ جل بُجھ رہا تھا۔ اس جلتے بُجھتے بلب کی روشنی میں اس نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ سمندر جیسی گہری نیلی آنکھوں والی لڑکی۔ گوری رنگت۔ چہرے کے اطراف میں بکھرے بھورے لمبے بال۔ وہ ایک سیاہ رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھی جس میں اس کا دبلا پتلا خوبصورت سراپا واضح نظر آ رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں عاہل کے دونوں ہاتھ تھے اور دوسرے میں خنجر تھا جو وہ اس کی شہ رگ پر رکھے ہوئے تھی۔ وہ اس کے بہت قریب تھی، عاہل کو زندگی میں پہلی بار اپنے دل کی

دھڑکن بے ربط محسوس ہوئی۔وہ بہت۔۔۔خوبصورت تھی۔اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔لیکن اگلے لمحے ہی وہ اپنے حواسوں میں واپس آیا۔

"میرے پاس پیسے ہیں۔چاہو تو وہ لے سکتی ہو!"اس نے سنجیدہ سے انداز میں انگریزی میں اسے آفر دی تھی۔

لڑکی کے سنجیدہ ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔اس نے آہستہ سے اس کی گردن پر سے خنجر ہٹایا، پھر پیچھے ہٹی۔

"تو شہریار سر نے تمہارے جیسا کارٹون بھیجا ہے میرے لیے؟"اردو زبان میں بولتے ہوئے وہ اب خنجر واپس سے اپنے سوٹ کی ایک جیب میں اڑس رہی تھی۔"انٹرسٹنگ!"اس نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے ہنکارا ابھرا۔

"کون؟"عاہل کو اس کے اردو بولنے پر جھٹکا لگا تھا۔وہ دکھنے میں انگریز لگتی تھی۔

"میں وانیا کبیر ہوں اور تم یقیناً عاہل مستجاب ہو!"اس نے اپنے چہرے پر آنے والے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا تھا۔

عاہل کی پہلے سے شاک سے پھیلی آنکھیں اب مزید پھیل گئی تھیں۔

"تم پاگل واگل ہو گیا؟" وہ کچھ جھنجھلا کر بولا تھا۔اب کہ وہ اردو میں بولا تھا۔

"واگل نہیں لیکن پاگل ضرور ہوں!"جواب بھی اردو میں آیا تھا۔

"تم نے یہ کیوں کیا؟" عاہل کے لہجے میں اب کہ ناراضگی واضح تھی۔

"کیا کیوں کیا؟"اس نے ایک ادا سے اپنا ایک آبرو اٹھا کر پوچھا۔

"میری گردن پر خنجر رکھنے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں میں!"اس نے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ تو میں چیک کر رہی تھی کہ تمہیں کچھ آتا بھی ہے یا نہیں لیکن افسوس شہریار سر نے ایک نالائق بھیج دیا ہے!" وہ اپنے لب و لہجے میں مصنوعی اداسی لیے کہہ رہی تھی۔"سیلف ڈیفینس کا ایس بھی نہیں آتا ہے تمہیں!"

اسے اس وقت اس لڑکی پر شدید غصہ آ رہا تھا۔لیکن وہ اپنا غصہ ضبط کیے کھڑا رہا۔

"سچ میں مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ انہوں نے میکسیکو جیسے ہائیلی کریمینل ریٹڈ ملک میں تمہیں بھیج کیسے دیا؟" وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھتی پوچھ رہی تھی۔پھر وہ ایک قدم لے

کر اس کے چہرے کے بلکل قریب آ کھڑی ہوئی۔ان دونوں کی ہائٹ برابر تھی۔چہرے ایک دوسرے کے بلکل مقابل آتے تھے۔

"کیوں؟میرے میکسیکو آنے میں کیا بُرائی ہے؟"وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہا تھا۔

"تم دکھنے میں بہت معصوم لگتے ہو۔مجھے تو اس بات پر بھی شک ہے کہ تم جی آئی بی کے ساتھ کام کر رہے ہو اور ایک ڈرگ لارڈ ہو!"وہ آنکھیں سُکیڑے کہہ رہی تھی۔

"شاید مجھے کچھ ایسا کرنا چاہیئے کہ تمہاری یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ میں معصوم ہوں!"وہ سرد سے انداز میں کہہ رہا تھا۔اسے اپنے متعلق وانیا کا یہ تبصرہ بلکل پسند نہیں آیا تھا۔

"نہیں۔میں اسی غلط فہمی کا شکار رہنا پسند کروں گی!"وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

عاہل کو یکدم احساس ہوا کہ وہ اس کے کافی قریب کھڑی تھی۔عجیب بے باک سی لڑکی تھی۔اس نے وانیا کے کندھے پر انگلی رکھی پھر انگلی سے اسے خود سے ذرا دور دھکیلا۔

"مجھ سے دور رہنا!"اس کے لہجے میں واضح تنبیہ تھی۔"جتنے دن بھی میں یہاں ہوں تمہیں میرے گلے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔تھوڑا حد میں رہنا سیکھو!"

"یہ میں تم سے نہیں کہوں گی!" وہ کہہ کر پلٹی تھی۔ "اب گھر چلو مسٹر اِنوسنٹ!" وہ گلی سے نکل کر آگے چلنی لگی تو وہ بھی اپنا ڈفل بیگ اٹھاتا اس کے پیچھے ہو لیا۔ لیکن اس کا دماغ مسلسل اس عجیب سی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس سے وہ ابھی ابھی چند منٹوں پہلے ہی ملا تھا۔

"یہ لڑکی پہلی ملاقات میں ہی میرے گلے پڑ گئی تھی، آگے پتا نہیں کیا ہو گا؟" وہ پریشان سا سوچ رہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ لڑکی تا عمر کے لیے اس کے گلے پڑنے والی تھی اور وہ خوشی خوشی سے اس کا اپنے گلے پڑنا قبول کرنے والا تھا۔

اس نے آج تک کبھی وانیا کبیر جیسی بے باک اور بے خوف لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ دیکھ بھی کیسے سکتا تھا؟ وانیا کبیر جیسا اور کوئی تھا ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس وقت وہ میکسیکو سٹی کے ایک کمرشل علاقے کے ہوٹل میں موجود تھے۔ ہوٹل کی تیسری منزل پر وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے کھڑے تھے۔ وانیا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی

تو وہ اس کے پیچھے ہولیا۔ اندر آتے ساتھ ہی لاؤنج تھا۔ لاؤنج کے بلکل وسط میں ایک تھری سیٹر صوفہ تھا اور اس کے سامنے ایک میز تھی۔ کچن لاؤنج کے ساتھ ہی منسلک تھا۔

"ہم کل سے کام کرنا شروع کریں گے۔ اب تم آرام کر سکتے ہو۔" وہ تیزی سے کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔ "اور ہاں واشروم اس روم میں ایک ہی اور وہ میرے کمرے کے ساتھ منسلک ہے۔ اس لیے تمہیں جب بھی واشروم جانا ہو گا تم مجھ سے اجازت لو گے!" آخری بات پر عاہل کے آبرو اکٹھے ہوئے۔

"ایک منٹ! میرا کمرہ کہاں ہے؟"

وہ واپس سے اس کی طرف پلٹی۔ پھر انگلی سے صوفے کی طرف اشارہ کرتی کہنے لگی۔ "یہی تمہارا کمرہ ہے!"

"واٹ؟" وہ حیرت زدہ سا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"اس میں اتنی حیران ہونے کی کیا بات ہے؟" وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھنے لگی۔ "اوہ!" اس نے اوہ کو لمبا کیا۔ ایک قدم عاہل کی طرف بڑھایا۔ پھر مسکرا کر اپنی بات جاری رکھی۔

"کہیں تم نے یہ تو نہیں سوچ لیا کہ میں تمہارے لیے ایک علیحدہ suite رکھوں گی؟"

"یہ ظاہری بات تھی!" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیا۔

اس نے بیزار سے انداز میں سر جھکا کر سانس باہر کو پھینکا پھر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تمہارا نام میں نے بلکل صحیح رکھا ہے۔ مسٹر انوسنٹ!" وہ بیزار لگ رہی تھی۔ "اس ہوٹل روم میں ایک کچن، ایک لاؤنج اور ایک کمرہ ہے جس کے ساتھ ایک ہی واشروم ہے! اس لیے کمپرومائز کرو!"

"تمہیں ایک بڑا سوئٹ لینا چاہیئے تھا!" اب کہ اس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔ یہ لڑکی اسے بار بار غصہ دلا رہی تھی۔ وہ جتنا اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی اسے غصہ دلانے کی وجہ دیتی تھی۔

"ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟ ہنی مون منانے؟" ظاہر تھا وہ طنز کر رہی تھی۔

لیکن عاہل کو اس کا یہ طنز شدید ناگوار گزرا تھا۔ اسے اس لڑکی بے باک زبان پر پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا!" اس نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرنا چاہی۔ "دوبارہ کہہ رہا ہوں! مجھ سے حد میں رہ کر بات کیا کرو!" اس کا لہجہ انتہائی کرخت تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ورنہ ؟"وہ بھی ڈھیٹ تھی۔"ورنہ کیا کرو گے تم مسٹر انوسنٹ !"

"یہ !"اگلے لمحے عاہل اس کا بازو مڑورتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ لگا چکا تھا۔وانیا کے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھے۔وہ ایک لمحے کے لیے حیران ہوئی تھی۔"میں انوسنٹ ہر گز نہیں ہوں مس وانیا کبیر ! میں ایک جانور ہوں !"وہ اس کے کان کے قریب اپنا چہرہ کیے کہہ رہا تھا۔اس کے ہاتھ کی سخت گرفت وانیا کو اپنی کلائیوں پر اچھے محسوس ہو رہی تھی۔

"میں نے ایسی بہت سی چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہیں جو شاید تم نے کبھی تصور بھی نہ کی ہوں ! میں جو کر سکتا ہوں،وہ تم نہ ہی جانو تو بہتر ہو گا ! اس لیے اپنی حد میں رہو !"وہ تنفر بھرے لہجے میں کہتا ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا تھا۔

Clubb of Quality Content

وہ ساکت سی کھڑی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔عاہل نے اس کی سمندری آنکھوں میں دیکھا۔

اوہ ! اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی !

وہ بے تحاشا سُرخ ہو رہی تھیں۔ایک لمحے میں عاہل کے تاثرات بدلے تھے۔

وہ چند قدم لے کر اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔اس نے ایک ہاتھ سے اس کا گریبان جھپٹا پھر اس کا چہرہ اپنے قریب کیا۔

"آئیندہ! مجھے چھونا مت! ورنہ میں تمہارے ساتھ وہ کروں گی جو تم نے کبھی اپنے تصور بھی نہیں سوچا ہوگا!" اس نے استہزائیہ سے انداز میں لفظ تصور پر زور دیا تھا۔ "اور اگر تمہیں یہ صوفہ پسند نہیں آرہا تو تم یہاں سے دفعہ ہو سکتے ہو!" وہ دھکا دینے کے انداز میں اسے پیچھے ہٹاتی تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وانیا کی زبان کو تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا لیکن وہ شرمندہ ضرور ہو گیا تھا۔

"شاید میں نے کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر دیا؟" وہ سوچتا ہوا صوفے پر آبیٹھا تھا۔ "ہاں میں نے زیادہ ہی ری ایکٹ کر دیا! مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا! میں نے حد سے زیادہ ہی بد تمیزی کر دی! ایک تو وہ میری مدد کر رہی ہے اوپر سے میں ایسا رویہ رکھ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے اسے ایسے ہی بولڈ سے انداز میں بات کرنے کی عادت ہو؟ مجھے تھوڑا کمپر ومائز کرنا چاہیئے تھا۔" وہ صوفے پر سیدھا لیٹا بازوؤں کو سر کے نیچے رکھے، پیر صوفے کے ہتھے پر ٹکائے سوچ رہا تھا۔ "مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ کیا مجھے ابھی معافی مانگنی چاہیئے؟ نہیں ابھی نہیں! ابھی ممکن ہے کہ وہ کچھ اٹھا کر میرے سر پر ہی مار ڈالے۔ میں صبح ہی اس سے معافی مانگ لوں گا! اُف عاہل تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے!" اس نے سونے کے ارادے سے اپنی

آنکھیں موند لیں۔ لیکن آنکھیں موندنے پر سمندری آنکھیں اس کے ذہن کے پردے پر دستک دینے لگیں۔اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ "تمہارا دماغ سچ میں خراب ہو رہا ہے عاہل!" اسے ان آنکھوں کے خیال سے عجیب سا خوف محسوس ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کچن میں ہونے والی کھٹ پٹ کی وجہ سے کُھلی تھی۔وہ کافی کے مگ سے گھونٹ بھرتے کچن کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے سیاہ جینز پر سیاہ ٹینک ٹاپ اور سفید ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ٹی شرٹ سامنے سے کُھلی ہوئی تھی اور بازو کہنیوں تک فولڈ کر رکھے تھے۔ہنسلی کی ہڈیاں واضح طور پر نظر آرہی تھیں۔بھورے بال کُھلے ہوئے تھے۔یکدم ہی وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم یہاں کب سے کھڑی مجھے دیکھ رہی ہو؟" ناجانے کیوں اسے شرم آرہی تھی۔

"کس نے کہا کہ میں تمہیں دیکھ رہی تھی؟" اس نے سنجیدہ سے انداز میں پوچھا۔

عاہل کو کچھ مزید شرمندگی نے گھیر لیا۔ "میرا مطلب۔۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"واشروم فارغ ہے تم یوز کر سکتے ہو۔ فریج میں ناشتے کا سامان پڑا ہے اور میں ایک گھنٹے تک واپس آجاؤں گی۔ واپس آنے کے بعد میں تم سے پلان شیئر کروں گی!" وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔ ابھی وہ دروازے کا ہینڈل گُھمانے ہی والی تھی کہ رک گئی۔

"اور ہاں تم صبح کے پانچ بجے مجھ سے نیند میں معافی مانگ رہے تھے!" وہ بنا پلٹے کہہ کر دروازہ کھولتی باہر نکل گئی۔

عاہل کو ایک بہت بُرا جھٹکا لگا۔ اس نے اپنے موبائل پر ٹائم دیکھا۔ چھ بج رہے تھے۔

"کیا وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسے دیکھ رہی تھی؟" اسے مزید ٹینشن ہونے لگی۔ وہ لڑکی اس کا دماغ خراب کر رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

ٹھیک ایک گھنٹے بعد جب وہ گھر واپس آئی تو عاہل ناشتہ کر چکا تھا۔ کپڑے بھی بدل لیے تھے۔ اس وقت اس نے پورے بازوؤں والی نیلے رنگ کی شرٹ اور بھورے رنگ کا ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ بال نہانے کی وجہ سے گیلے تھے۔ لاؤنج میں صوفے کی ایک طرف عاہل بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف وانیا۔ ٹیبل پر کچھ پیپرز بکھرے پڑے تھے۔ میکسیکو سٹی کا ایک میپ بھی کھلا ہوا تھا۔

"اگلے چار دنوں میں وہ لوگ ان لڑکیوں کو میکسیکو لے آئیں گے۔" وہ پروفیشنل سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اگر وہ چار دن بعد یہاں آنے والے ہیں تو تب تک ہم یہاں کیا کریں گے؟"

"مڈل مین!" وہ مدھم سا مسکرائی۔ "ہم مڈل مین کو ڈھونڈیں گے!"

"مڈل مین؟" عاہل کے آبرو اکٹھے ہوئے۔

"میکسیکو میں کلائنٹ اور ڈیلر کے درمیان ہر ڈیل مڈل مین ہی کرواتا ہے۔ مڈل مین کلائنٹ اور ڈیلر سے زیادہ طاقتور ہے اور اسے پکڑنا بھی بہت مشکل ہے۔ ہمیں اس مڈل مین کو پکڑنا ہے جس نے تیمور کے ساتھ یہاں کسی ڈیلر کے ساتھ ڈیل طے کروائی تھی۔ تیمور فلحال ایجنسی والوں کی کسٹڈی میں ہے۔ ہمیں ایک دو دن میں معلوم ہو جائے گا کہ مڈل مین کون ہے۔ پھر بس ہمیں اس کو پکڑنا ہے۔ ایک بار وہ پکڑا گیا اور ہم نے اس سے یہ اُگلوالیا کہ وہ لڑکیوں کو کہاں بیچ رہا ہے تو پھر میرے لیے سب بائیں ہاتھ کا کھیل ہے!" وہ میپ پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔ عاہل کو وہ بہت فوکسڈ لگی۔

"لیکن اس بات کی کیا گیرنٹی ہے کہ تیمور سچ بولے گا؟" وانیا نے عاہل کی طرف دیکھا۔

"بات اب شہریار سر کے خاندان کی ایک عورت کی ہے۔پریزیڈنٹ بھی سچ جاننے پر تیمور کے خلاف ہو گئے ہیں اور ملک کے پریڈنٹ کا خلاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تیمور کا کھیل ختم! تیمور یہ بات اگلے چند گھنٹوں میں جان جائے گا کہ اس کے لیے سچ بولنے میں ہی عافیت ہے ورنہ اس کی لاش کہاں گئی؟اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو سکے گا!"عاہل نے اس کے لہجے میں تیمور کے لیے نفرت کو گھلتا محسوس کیا تھا۔

"کیا تمہیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ ان لڑکیوں کو کہاں بیچ سکتا ہے؟"

"ساؤتھ ایشیا کے ممالک سے اکثر جسم فروشی کے لیے لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ان تمام لڑکیوں کی عمروں میں فرق ہوتا ہے کیونکہ ہر کلائنٹ کو اپنی جیب اور ڈیمانڈ کے مطابق لڑکی چاہیئے ہوتی ہے۔لڑکی خوبصورت ہے یا نہیں؟ عمر کیا ہے؟ رنگ کیسا ہے؟ جسم کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔سب انہیں ٹریفک کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا جاتا ہے۔بٹ آئی ہوپ انہوں نے ایسا کچھ نہ کیا ہو!"وانیا نے اپنے لہجے کو ذرا نرم کرتے ہوئے کہا۔عاہل نے اپنے ہاتھ کی مُٹھی زور سے بھینچی تھی۔اس کے دل میں ماہی کے بارے میں سوچ کر ہول اٹھ رہے تھے۔وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ سوچنا نہیں چاہتا تھا کہ ماہی کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا

ہو گا۔ یہ خیال اس کی جان لینے کے لیے کافی تھا۔"اس کے بعد کلائنٹ کی ڈیمانڈ کے مطابق لڑکیوں کو بیچا جاتا ہے۔اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ لڑکیوں کو میکسیکو کے ذریعے امریکہ یا پھر روس کی مارکیٹ میں بیچ دیا جاتا ہے۔لیکن اس بار انہوں نے چھوٹی عمر کی لڑکیاں اغوا کی ہیں۔"اس نے چند پیپرز عاہل کے سامنے رکھے۔عاہل نے وہ پیپرز اٹھائے اور ان پر ایک نظر دوڑائی۔ان پر مختلف لڑکیوں کے نام کے ساتھ ان کی عمریں اور کچھ فیشل فیچرز لکھے ہوئے تھے۔

"یہ کہاں سے ملا تمہیں؟"اس نے پیپرز واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"میں نے ساؤتھ ایشیا کے ملکوں کے جی آئی بی ہیڈ کوارٹرز سے پچھلے چند مہینوں میں اغوا ہونے والی لڑکیوں کی لسٹ منگوائی تھی۔ان میں سے اکثر لڑکیاں واپس مل گئی تھیں لیکن ہر ملک میں سات سے آٹھ لڑکیاں ایسی تھیں جو واپس نہیں ملیں۔اور مسنگ لڑکیاں ہی ہمیشہ سیکس ٹریفک کی جاتی ہیں۔میں دیکھنا چاہتی تھی کہ انہوں نے کس عمر کی لڑکیاں اغوا کی ہیں۔اگر تو لڑکیوں کی عمریں زیادہ ہیں تو وہ امریکہ یا پھر روس بیچی جانے والی ہیں لیکن یہ تمہاری خوش قسمتی تھی عاہل مستجاب!"وہ عاہل کے چہرے پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔"تمام

لڑکیوں کی عمر بارہ سال سے اٹھارہ سال کے درمیان ہے۔اس کا مطلب ہے وہ ان لڑکیوں کو یہیں میکسیکو کے کسی ٹورسٹ اٹریکشن میں بیچنے والے ہیں۔مجھے سب سے زیادہ شک کنٹانارو کے اسٹیٹ پر ہے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میکسیکنز کو چھوٹی عمر کی خوبصورت لڑکیاں بہت پسند ہیں۔مشرقی ممالک میں چھوٹی عمر کی اکثر لڑکیاں ورجن (virgin) ہوتی ہیں اور اسی لیے ان کی ڈیمانڈ یہاں زیادہ ہے۔ اس ملک میں Paedophiles کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔اور کنٹانارو کا شہر کینکون تو مشہور ہی بچوں کی سیکس ایکسپلاٹیشن کے لیے ہے! زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ وہ ان لڑکیوں کو یہیں بیچیں گے۔" وانیا نے کہہ کر ایک پیپر اٹھا لیا تھا۔عاہل اس کا چہرہ غور سے دیکھ رہا تھا۔اس نے وانیا کی ساری ریسرچ دیکھی تھی۔اس کے تمام اکٹھا کیے گئے ثبوت بھی دیکھے تھے۔اور وہ بہت زیادہ تھے۔کیا وہ ہر کیس کے لیے اتنی محنت ہی کرتی تھی یا پھر بات کچھ اور تھی؟

"آئی ایم سوری!" عاہل نے یکدم کہا تو وانیا کے صفحہ پلٹتے ہاتھ یکدم تھمے۔ اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔

"سوری کیونکہ میں اس کیس پر بہت زیادہ محنت کر رہی ہوں؟" وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہی تھی۔

"سوری اس لیے کیونکہ کل جو میں نے کیا وہ مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی مس بی ہیوڈ! مجھے سمجھنا چاہیے تھا کہ میں یہاں کسی آئی لینڈ پر چھٹیاں گزارنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ!" وانیا کو وہ سچ میں شرمندہ لگا۔

"یہ میں تم سے نہیں کہوں گی!" اس نے سنجیدہ سے انداز اپنی بات عاہل کو باور کروائی تھی۔

یکدم وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ وانیا مبہوت ہوئی اسے ہنستا دیکھنے لگی۔ اس کی سمندری آنکھیں یکدم روشن سی ہو گئی تھیں۔ اس بات کا احساس ہونے پر کہ وہ اسے دیکھ رہی تھی، عاہل کی ہنسی سمٹ گئی۔

"تم اتنی صبح صبح کیوں اٹھ گئی تھیں؟" اس نے بات کا رُخ موڑنے کی کوشش کی۔

"میں فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھی تھی۔" عاہل کو اس کی بات سن کر جھٹکا لگا۔ "مجھے فجر کی نماز بالکنی میں پڑھنے کی عادت ہے، کُھلی فضا میں لیکن نہ تو یہاں بالکنی ہے اور نہ ہی میرے کمرے میں کھڑکی۔ تو میں یہاں لاؤنج میں کھڑکی کے پاس نماز پڑھنے آگئی۔ نماز کے دوران میں نے تمہیں کچھ بڑبڑاتے سنا۔ غور کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ تم مجھ سے معافی مانگ رہے تھے۔" وہ مدھم سا ہنسی۔

"تم نماز پڑھتی ہو؟" وہ ابھی تک اپنے شاک سے باہر نہیں نکلا تھا۔

وانیا کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ یکدم ہی پھیکی پڑ گئی۔

"کیوں میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتی؟ میں مسلمان ہوں۔" عاہل خاموش رہا۔ اسے اندازہ ہوا کہ وہ ایک غلط سوال پوچھ بیٹھا تھا۔ "کیا اس لیے کہ میں ویسٹرن کپڑے پہنتی ہوں یا پھر اس لیے کہ میں ایک مرد کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہ رہی ہوں؟" وہ سنجیدہ سا اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا!" اس نے تیزی سے کہا۔ اس کا مطلب وہی تھا جو وانیا نے کہا تھا، اب بس وہ اپنی بات پر شرمندہ تھا اس لیے تسلیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تو تم نے اس بات سے کیا سیکھا مسٹر انوسنٹ؟" وہ طنزیہ سا مسکرائی۔

"یہی کہ۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ اس نے وانیا کا چہرہ غور سے دیکھا۔ "کسی کا ظاہر اس کے باطن کا گواہ نہیں ہوتا۔"

"چلو کچھ تو سیکھا!" انداز طنزیہ تھا۔

"ویسے تم مجھے کیوں دیکھ رہی تھیں؟" اس کا دماغ اسی سوال پر اٹک گیا تھا۔

"میں تمہیں نہیں دیکھ رہی تھی۔" اس بار اس نے کچھ چڑ کر کہا۔ "میں نماز پڑھنے کے بعد اپنا ناشتہ بنانے لگ گئی تھی۔"

"لیکن میرے اٹھنے سے پہلے تم مجھے دیکھتے ہوئے وہ ناشتہ کر رہی تھیں!" ناجانے وہ بات کو اتنا طول کیوں دے رہا تھا۔

"وہ تو میں کافی پیتے ہوئے یہ دیکھ رہی تھی کہ تم سوتے ہوئے کتنے خوبصورت لگتے ہو!" وہ مزے سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ وہ اس کی بات پر ساکت رہ گیا۔ اور پھر اس کے جسم کا سارا خون جیسے اس کے چہرے پر اکٹھا ہو گیا۔ وانیا کو اس کا یوں بلش کرنا ہنسانے کی پوری کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اپنی ہنسی کو ضبط کیے ہوئی تھی۔

"فکر مت کرو۔ میں تمہیں گندی نظر سے نہیں دیکھ ہی تھی! میری نظریں ستائشی تھیں!" وہ کہہ کر آبرو اٹھا کر مسکرائی تھی۔

"دیکھو میں تم سے پھر کہہ رہا ہوں۔ میرے ساتھ زیادہ فری مت ہو! میں۔۔۔"

"اب آگے کیا تم یہ کہنے والے ہو کہ "میں ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں؟" وہ کہہ کر اپنی آنکھیں پٹپٹائی تھی۔

وہ ذرا سا وانیا سے دور کھسک گیا۔ "مجھے زندگی میں پہلی بار عورت ذات سے خوف محسوس ہو رہا ہے!" وہ کچھ گھبرایا ہوا لگ رہا تھا اور اس کی گھبراہٹ دیکھ کر وانیا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عاہل کو اس کی ہنسی بہت بُری لگی لیکن پھر اس نے وانیا کی طرف دیکھا اور اسے احساس ہوا کہ اس کی ہنسی بہت خوبصورت تھی۔ وہ اسے انوسنٹ کہتی تھی، کیا کسی نے کبھی اسے بتایا تھا کہ جب وہ ہنستی تھی تو کتنی انوسنٹ لگتی تھی؟ اسے نے ایک جھٹکے سے چہرہ موڑ لیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ چند لمحے مزید اسے ہنستا ہوا دیکھتا رہا تو یقیناً خود کو دل کا کوئی مرض لاحق کروا دے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر کے وقت وہ ایک بار پھر عاہل کو بتا کر گھر سے نکل گئی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر لاؤنج میں داخل ہوئی تو اس نے عاہل کو صوفے پر بیٹھا پایا۔ وہ صوفے کے قریب سے گزر رہی تھی جب عاہل اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ تم بار بار اکیلی کہاں چلی جاتی ہو؟"

وانیا کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ وہ پلٹی۔

"نظر رکھنے۔" وہ کہہ کر واپس پلٹ گئی۔ عاہل اس کے پیچھے چل دیا تھا۔

"کس پر نظر رکھنے؟" عاہل کا انداز اب کہ تفتیشی تھا۔ وہ اپنے کمرے تک آئی اور اس کا دروازہ کھولا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

"بن بلائی مصیبت پر!" وہ بنا پلٹے کہہ کر دروازہ اس کے منہ پر بند کرتی اندر چلی گئی۔ عاہل نے دروازے کو غصے سے دیکھا۔

"یہ لڑکی پہلے مجھے غصہ دلانے والی تمام حرکتیں کرتی ہے پھر اپنی خوبصورت سمندری آنکھوں کو رونے والا بنا کر میرا دل پگھلا دیتی تھی، اتنا کہ میں اس کے سامنے نرم پڑ جا۔۔۔"

وہ یکدم رک گیا۔ "خوبصورت سمندری آنکھیں؟" وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"عاہل! تم پاگل ہو رہے ہو! ہاں ٹھیک ہے ہوں گی اس لڑکی کی آنکھیں خوبصورت لیکن ہر وقت اس کی آنکھوں کے بارے میں سوچنا؟ اُف کہاں پھنس گیا ہوں میں!" وہ غصیلا لہجہ لیے کہہ رہا تھا جب وانیا نے دروازہ کھول دیا۔ عاہل کی زبان کو یکدم بریک لگی۔

وہ اسے سنجیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے لباس بدل لیا تھا۔ اب کہ اس نے سیاہ رنگ کے ٹراؤزر، بھوری پوری آستینوں والی شرٹ پر سیاہ ہڈی پہن رکھا تھا۔

"خود سے باتیں کرنے کی بیماری ہے کیا تمہیں؟" وہ ایک آبرو اٹھائے اسے سنجیدہ سے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"تم نے مجھے صحیح طرح سے جواب نہیں دیا تو مجھے ذرا غصہ آگیا اس لیے بس۔۔۔" وہ اب کہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اوہ پھر تو تم شکر مناؤ کہ میں اپنا غصہ تمہیں نہیں دکھاتی ورنہ اب تک تو میں تمہیں جان سے مار چکی ہوتی!" وہ کہہ کر ایک بار پھر سے اس کے منہ پر دروازہ بند کر چکی تھی۔ وہ ایک بار پھر سے دانت پیس کر رہ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پندرہ منٹ کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلی تو عاہل بگڑے ہوئے تاثرات لیے اسے صوفے پر بیٹھا نظر آیا۔

"کیا ہوا مسٹر انوسنٹ؟ کس کی موت ہو گئی ہے؟" وہ کہتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

عاہل نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لیے کافی بنا رہی تھی۔

"تم ہر بات جلیبی کی طرح کیوں کرتی ہو؟" وہ اٹھ کر اب اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ ان کے درمیان کچن کاؤنٹر تھا۔ وانیا نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیونکہ میں سیدھی ہوں بلکل جلیبی کی طرح!" وہ مسکرائی تو ہونٹ ایک طرف سے اوپر کو اٹھا تھا۔

"ہمم۔ دکھ رہا ہے!" عاہل نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ "ویسے یہ کون سی بن بلائی مصیبت ہے جس کے بارے میں تم اتنی پریشان ہو رہی ہو؟"

"اس ہوٹل کی مالکن!" وہ کافی کا کپ پکڑے اب کاؤنٹر کی دوسری طرف اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"اب اسے کیا چاہیئے؟" وہ کچھ بیزار نظر آرہا تھا۔

"تمہارے ساتھ ایک ملاقات!"

"کیوں؟"

"کیونکہ اس ہوٹل کی مالکن غیر شادی شدہ جوڑوں کو کمرہ نہیں دیتی اور میں نے اس سے جھوٹ بولا تھا کہ میرا ایک شوہر ہے جو اس وقت ملک سے باہر ہے اور اب وہ تمہیں روم میں آتا دیکھ چکی ہے تو اسے تم سے ملنا ہے۔" وہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"لیکن میں تمہارا شوہر نہیں ہوں!" وہ کچھ اکتا کر بولا۔

"ہاں نہیں ہو۔ لیکن صرف ایک شام کی چائے کے لیے بن سکتے ہو!" اس نے باور کروانے والے انداز میں کہا۔

"تم مجھے اپنا بھائی بھی بتا سکتی تھیں!"

"تمہیں دیکھ کر کوئی بھی یہ نہ مانتا کہ تم میرے بھائی ہو!" وہ بھائی لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہیں اور کوئی ہوٹل نہیں ملا تھا؟" وہ بیزار لگ رہا تھا۔

"نہیں! میں امبانی کے خاندان سے نہیں ہوں نا اس لیے!" اس نے کچھ ترخ کر کہا۔ عاہل بس دانت پیس کر رہ گیا۔ وانیا نے خود کو کمپوز کرنے کے لیے سانس اندر کو کھینچا پھر باہر پھینکا۔

"دیکھو عاہل! ہمیں بس چند دنوں تک یہاں رہنے کے لیے ایک جگہ چاہیئے تھی۔ اوکے! اور اس ہوٹل میں مجھے ایک بہت ہی اچھا اور سستا روم مل رہا تھا۔ ہوٹل کی مالکن صرف شادی شدہ کپلز کو ہی فلیٹ دیتی ہے اس لیے مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔ اب پلیز کمپرومائز کرو اور میرے ساتھ اس عورت کے روم میں چائے پر چلو ورنہ وہ روم دینے سے انکار کر دے گی اور نتیجتاً تمہیں میکسیکو کی سڑکوں پر رات گزارنی پڑے گی اور تم یہ بات نہیں جانتے کہ اس شہر کی سڑکیں کتنی بے رحم ہیں۔" اب کہ وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا۔ "ٹھیک ہے۔" کہہ کر وہ صوفے تک آیا۔ صوفے کے ساتھ فرش پر پڑے اپنے ڈفل بیگ میں سے کپڑے نکالے اور واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

"اچھے سے تیار ہو کر آنا!" اس نے مسکراتے ہوئے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔ہانک عاہل نے سن لی تھی اور اس نے بُرا سا منہ بھی بنایا تھا۔پانچ منٹ بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔اس نے سیاہ جینز پر سفید گول گلے والی شرٹ اور بھورے رنگ کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔بال بھی سیٹ کر رکھے تھے۔

"میرا اگر کوئی شوہر ہوتا تو اس کا ٹیسٹ اتنا خراب تو ہر گز نہ ہوتا!" وہ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کمپرومائز کرنا سیکھو مس وانیا!" وہ طنزیہ سے انداز میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ وانیا نے اس کی کلائی تھام لی۔

عاہل نے اس کی طرف دیکھا۔نا جانے کیوں اسے لگا کہ وانیا کے چہرے پر سختی، طنز اور استہزا کے علاوہ ایک چوتھا تاثر اُبھرا تھا۔نرمی کا تاثر۔

"میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کی وجہ سے بہت پریشان ہو اور اتنے چڑچڑے بھی تم اسی وجہ سے ہو لیکن۔۔۔ریلیکس کرو!اسے کچھ نہیں ہو گا!ہم تمہاری بہن کو ڈھونڈ لیں گے عاہل! یہ میرا تم سے وعدہ ہے!" اس کے لہجے میں نرمی اور سنجیدگی کا ملا جلا سا تاثر تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وانیا کبیر بھی نرم پڑتی تھی؟

عاہل نے آہستہ سے اپنا سر اثبات میں ہلایا تو وانیا نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ یہ لڑکی بہت عجیب تھی۔ پل میں دھوپ پل میں چھاؤں۔ لیکن جو بھی تھا عاہل کو اس کا یوں نرم پڑنا اچھا لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اس وقت اس ہوٹل کے گراؤنڈ فلور پر موجود تھے۔ روم کے دروازے کے سامنے کھڑے وہ دونوں دروازے کے کُھلنے کے انتظار میں تھے۔ عاہل دو بار بیل بجا چکا تھا۔ لیکن دروازہ ابھی تک نہیں کھولا گیا تھا۔ وہ کچھ بیزار ہوا۔ اس نے بیل دوبارہ بجانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ وانیا نے اس کے ہاتھ پر ایک چپٹ رسید کی۔

"آؤچ!" اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"صبر نام کی شے کے بارے میں سنا ہے کبھی؟" اس نے کچھ اُکتا کر کہا پھر عاہل کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "تھوڑا سا مسکرا لو گے تو مر نہیں جاؤ گے!"

"اور کوئی حکم میڈم؟" وہ اس کے کہنے پر طنزیہ سا مسکراتا ہوا کہنے لگا۔

"ہاں۔مس فریحہ سے اچھے سے پیش آنا۔ہمیں انہیں یہ یقین دلانا ہے کہ ہم ایک ہیپیلی میرڈ کپل ہیں۔"

"تمہاری جیسی لڑکی کے ساتھ کوئی بھی ہیپی کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ بڑبڑایا تھا۔

"کچھ کہا تم نے؟"وانیا نے اسے اپنی سخت نظروں سے نوازتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں!"وانیا ایک بار پھر سامنے دیکھنے لگی۔

"کہانی یاد ہے نا تمہیں؟تم مجھ سے کیسے ملے اور تمہیں مجھ سے پیار کیسے ہو گیا؟پھر تم نے مجھے پروپوز کیسے کیا؟کچھ بھول تو نہیں گئے؟"وانیا کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔

"ہاں ہاں مجھے سب یاد ہے!"وہ ایک لمحے کے لیے رکا پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔"ویسے تمہیں معلوم ہے تم بلکل بھی وائف مٹیریئل نہیں ہو!"اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔وانیا کا چہرہ سفید پڑا تھا۔عاہل نے اس کی طرف دیکھا تو لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔دروازہ کھلا تھا اور عاہل کو محسوس ہوا کہ اس نے وانیا کے چہرے پر کچھ دیکھا تھا۔وہ سر جھٹک کر سامنے دیکھنے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہولا(Hola)"وانیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔اس کی پیروی کرتے ہوئے عاہل نے بھی انہیں ادب کے ساتھ سلام کیا۔

وہ ایک ساٹھ ستر برس کے درمیان کی عمر کی خاتون تھیں۔لمبی نیلے رنگ کی فراک اور جوڑے میں مقید سفید بال۔جُھریوں سے بھرے چہرے پر سنجیدگی جمی ہوئی تھی۔وہ ایک انتہائی سنجیدہ مزاج خاتون تھیں۔اور اس وقت سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"اندر آؤ!"انہوں نے بے تاثر لہجہ اپنائے میکسیکن زبان میں کہا۔

وہ کہہ کر اندر بڑھ گئیں تو وہ مس فریحہ کے پیچھے اندر چلے آئے۔اندر آتے ساتھ ہی مس فریحہ نے ان دونوں کو روم کی ایک طرف موجود چھوٹے سے لاؤنج میں بیٹھا دیا۔لاؤنج اوپن کچن سے منسلک تھا اور اس پورے کمرے کے وسط میں چار کرسیوں کے ساتھ ایک گول میز تھی۔وہ دونوں ایک صوفے پر ایک ساتھ بیٹھے تھے۔مس فریحہ کچن میں چلی گئی تھیں۔

"ذرا ساتھ ہو کر بیٹھو!"وانیا نے اردو میں عاہل کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ساتھ میں وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"کیوں؟"وہ یکدم چونکا۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔اس لیے میاں بیوی کی طرح بیٹھو! میں جانتی ہوں کہ پاکستانی شوہرا فیکشن دکھانا بُرا سمجھتے ہیں لیکن یہ پاکستان نہیں ہے۔یہ میکسیکو ہے۔یہاں جتنی افیکشن نظر آئے گی اتنی ہی میاں بیوی کے درمیان محبت سمجھی جائے گی۔"وہ تیزی سے اس کے کان میں سرگوشی کررہی تھی۔

"مجھے تمہارے ساتھ چپک کر بیٹھنے کا کوئی شوق نہیں ہے!"اس نے کچھ بیزار سے انداز میں کہا۔پاکستانی مردوں پر ہوا تبصرہ اسے کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔

"جو کہا ہے وہ کرو ورنہ تمہارے سینے پر جو گولی کا زخم ہے نا اس پر ایسا مکا ماروں گی کہ تمہارا دماغ ٹھکانے آجائے گا!"اس نے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

عاہل کو یکدم جیسے کوئی جھٹکا لگا۔"تمہیں کیسے پتا کہ مجھے گولی لگی ہے؟"

"تم میرا باتھ روم یوز کرتے ہو عاہل مستجاب!"اس نے سامنے کچن میں کام کرتی مس فریحہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! وہ یہ کیسے بھول گیا تھا؟"اس کا موڈ کچھ مزید خراب ہوا۔صوفے پر مسلسل سونے کی وجہ سے اس کے زخم کے اسٹیچز کھل گئے تھے اور وہ باتھ روم میں خون سے بھری پٹیاں

بدلتا تھا۔"وانیا نے دستِ بن میں ضرور وہی خون والی پٹیاں دیکھی ہوں گی!"وہ سوچ رہا تھا۔اس کے چڑچڑے ہونے کی ایک وجہ زخم سے رستے خون اور اس سے ملنے والی تکلیف بھی تھی۔

ناچاہتے ہوئے بھی وہ وانیا کے ذرا قریب ہوا۔اسے اس کی دھمکی نے ڈرا دیا تھا۔ایک تو پہلے ہی اتنا درد تھا اور اوپر سے وانیا کا مکا؟نا بابا نا!وہ یہ خطرہ مول لینے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔وانیا مدھم سا مسکرائی۔

"یہاں سے جانے کے بعد تم میرے ساتھ ہسپتال جانے والے ہو۔تمہیں اسٹیچز کی ضرورت ہے ورنہ زخم میں انفیکشن ہو جائے گا!"عاہل نے ابھی انکار کرنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وانیا نے کہا۔"میں پوچھ نہیں رہی،بتا رہی ہوں!"اس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ عاہل دوبارہ بولنے کی ہمت نہ کر سکا۔

مس فریحہ ان کے سامنے چائے کے کپ رکھ رہی تھیں۔ساتھ میں لوازمات کے طور پر کچھ بھی نہیں تھا۔عاہل کو سمجھ آگئی تھی کہ انہیں امپریس کرنا بڑا ہی مشکل کام ہونے والا تھا۔لیکن وہ انہیں امپریس کرنا ہی کیوں چاہتا تھا؟اُف کیا مصیبت تھی!

وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ نظریں مس فریحہ کے علاوہ ہر چیز پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"یہ تم دونوں کے لیے ہی ہے!" مس فریحہ نے گلے کو ذرا کھنکھار کر کہا۔

وانیا نے مسکرا کر کچھ ہچکچاتے ہوئے چائے کا کپ تھام لیا تھا۔ عاہل ویسے ہی بیٹھا رہا۔ وہ اب مس فریحہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کتنا ٹائم ہو گیا ہے تم دونوں کی شادی کو؟" مس فریحہ نے وانیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھیں جیسے آنکھیں اس کے اندر تک گاڑھ رکھی ہوں۔

عاہل نے وانیا کی طرف دیکھا۔ وہ بلکل بھی پُراعتماد نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کر رہی تھی۔ ایک نئی کرائے دار لڑکی کبھی بھی اتنی پُراعتماد نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اپنا کور بنا رہی تھی۔

"ایک سال۔" وانیا نے کچھ شرماتے ہوئے اسپینش میں کہا۔

عاہل اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ وہ شرماتے ہوئے کتنی خوبصورت۔۔۔ اس نے اپنی نظریں وانیا پر سے ہٹا لیں۔

"تبھی اتنی محبت ہے! دیکھنا وقت کے ساتھ اُڑ جائے گی!" انہوں نے سانس اندر کو بھرتے اور پھر اسے باہر پھینکتے ہوئے کہا۔ وانیا کی مسکراہٹ دھیمی پڑی۔ عاہل وانیا سے ذرا سا دور کھسکا۔

"آپ اکیلی رہتی ہیں؟" وانیا نے ایک بار پھر مسکرا کر بات جاری کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں اس گھر میں کوئی اور نظر آ رہا ہے؟" انہوں نے سنجیدہ سے انداز میں ایک آبرو اٹھائے پوچھا۔

وانیا کی مسکراہٹ ایک بار پھر مدھم پڑی۔ کھڑوس بڈھیا!

"آپ پاکستانی ہیں؟" عاہل نے مس فریحہ کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اب کہ اردو میں پوچھا تھا۔ وانیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہ وہ کیا کر رہا تھا؟ اس نے آنکھوں سے اسے تنبیہ کرنے کی کوشش کی لیکن مس فریحہ اب عاہل کی طرف مڑ چکی تھیں۔

"تم کہاں سے ہو؟" انہوں نے سنجیدہ سے انداز میں پوچھا۔ انہوں نے بھی اردو میں سوال کیا تھا۔

"پاکستان سے!" وہ مسکرایا۔ مس فریحہ بھی مسکرائیں۔

وانیا حیرانی سے ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ وہ دونوں وہاں چائے پر گئے تھے لیکن مس فریحہ نے انہیں رات کے کھانے کے لیے روک لیا۔ تین گھنٹے بعد وہ وہاں سے نکلے تھے۔ اور یہ تین گھنٹے انتہائی خوشگوار ثابت ہوئے تھے۔ انہیں روم بھی مل گیا تھا۔

"تم نے یہ کیسے کیا؟" وہ ابھی ہوٹل سے باہر نکل کر اس کے مین گیٹ پر ہی آئے تھے کہ وانیا نے پوچھا۔ ان کا رُخ ہسپتال کی طرف تھا۔ عاہل خاموشی سے وانیا کے ساتھ ہسپتال جا رہا تھا۔ وہ اب مزید درد برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"ان کے انداز سے مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ پاکستانی ہیں۔ وہ یہاں اکیلی رہتی ہیں یعنی اپنے ملک کے لوگوں سے ان کا بہت کم آمنا سامنا ہوتا ہوگا۔ ایسے میں اگر میں کوئی لنک پیدا کرنے کی کوشش کروں تو وہ ضرور مجھ پر توجہ دیں گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اپنی زبان میں بات کرنا انہیں اسپینش میں بات کرنے سے زیادہ بھایا تھا۔ وہ بہت کمفرٹیبل تھیں۔ انسان دنیا کے کسی بھی کونے میں ہی کیوں نہ چلا جائے وہ ان چیزوں سے کبھی دستبردار نہیں ہوتا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔" وہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہہ رہا تھا۔

"ویسے اتنے بھی بُرے نہیں ہو تم!" وہ اپنی ہڈی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے مدھم سا مسکرائی تھی۔

"تمھی نے دیر سے جانا ہے ورنہ میں تو بہت پیارا ہوں!" وہ شرارتی سے انداز میں مسکراتا کہہ رہا تھا، یوں کہ ہونٹ ایک طرف سے اوپر کو اٹھا تھا۔ وانیا نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سمندر کی گہرائی بہت زیادہ تھی۔ کچھ ڈوبنے کا احساس ہونے لگا تھا۔ دونوں نے ایک ساتھ اپنی نظروں کا رُخ موڑا تھا۔ دونوں کے چہرے پر آئی مسکراہٹ دھیمی پڑی تھی۔

وہ چند لمحے خاموشی سے چلتے رہے پھر عاہل نے بات کا آغاز کیا۔

"تمہیں بھی تو اردو آتی ہے؟ جبکہ تم دکھنے میں انگریز لگتی ہو؟" انداز ایسا تھا جیسے وہ وانیا سے اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ وہ سچ میں انگریز لگتی تھی۔ اس کے بال بھی بھورے رنگ کے تھے لیکن سورج کی روشنی پڑنے پر وہ بلانڈ لگتے تھے۔ رنگت اور نین نقش بھی بلکل انگریزوں والے تھے۔ وہ خاموش رہی یہاں تک کہ خاموشی کا یہ وقفہ طول اختیار کر گیا۔

"میری ماں پاکستانی مسلمان تھیں۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

عاہل خاموش ہی رہا۔نا جانے کیوں آج دل چاہتا تھا کہ صرف وہ بولے اور وہ سنتا رہے۔پھر کافی دیر بعد وہ بولی۔

"میرا باپ امیریکن کرسچن تھا۔"ایک بار پھر لمبا وقفہ ان دونوں کے درمیان آگیا۔"میں اپنے باپ جیسی دکھتی ہوں!"

عاہل نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔یکدم ہی وہ اسے بہت ڈسٹرب نظر آنے لگی تھی۔

"میں اپنی ماں جیسا دکھتا ہوں!"اس نے صرف وانیا کا دھیان بٹانے کے لیے کہا۔وانیا نے اس کی طرف دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"تمہاری آنکھیں کس پر گئی ہیں؟"اسے اشتیاق ہوا۔

"میری ماں پر!"وہ کہہ کر مدھم سا مسکرایا تھا۔

"کاش یہ میری ہو سکتیں!"وہ مسکرائی پھر بے دھیانی میں کہہ گئی۔

اگلے لمحے ان دونوں کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ بے دھیانی میں "کیا" کہہ گئی تھی۔

آکورڈ خاموشی ایک بار پھر ان کے درمیان آگئی تھی۔

"تمہیں اردو تمہاری مام نے سکھائی تھی؟" عاہل نے خاموشی کو توڑا۔

"مام نے بس مجھے تھوڑی سی اردو سکھائی تھی۔ باقی اردو تو شہریار سر نے سکھائی تھی۔" اب کہ وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

"لگتا ہے تم شہریار سر کو بہت ٹائم سے جانتی ہو۔" وہ سامنے دیکھتا مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"تم کب سے جانتے ہو؟"

"پندرہ سال کی عمر سے!" اس نے فخریہ سے انداز میں کہا۔

"دس سال کی عمر سے!" اس نے عاہل کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر اپنے کندھے اچکائے۔ عاہل کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

"پیدا ہوتے ساتھ ہی جی آئی بی جوائن کر لی تھی کیا تم نے؟" اس نے کچھ سڑے ہوئے سے انداز میں کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔عاہل نے وانیا کی طرف دیکھا۔وہ ہنس رہی تھی یا اس کے دل کے تار چھیڑ رہی تھی؟وہ جان نہ سکا۔اس نے اپنی نظروں کا رُخ ایک بار پھر موڑ لیا۔

"ہوسپٹل جانے کے لیے ہمیں ٹیکسی لینی پڑی گی۔"وانیا نے سڑک پر ایک گلابی رنگ کی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا تھا۔میکسیکو میں ٹیکسی گلابی رنگ کی ہی ہوتی تھی۔وہ دونوں اگلے ایک گھنٹے بعد ہسپتال سے فارغ ہو کر واپس ٹیکسی کے ذریعے اپنی بلڈنگ سے ذرا دور اترے تھے۔

"تم میرے روم میں سو جاؤ۔میں لاؤنج میں سو جاؤں گی۔"وہ سرسری سے انداز میں کہہ رہی تھی۔عاہل چونکا۔

"کیوں؟"وانیا اسے اپنا کمرہ دے رہی تھی؟اسے یقین نہ آیا۔

"کیونکہ تمہارے زخم کی حالت بہت خراب ہے اور میں نہیں چاہتی کہ اس میں انفیکشن ہو جائے اور تم ہمارے مشن ختم ہونے سے پہلے ہی مر جاؤ!"وہ جو یہ سوچ کر کچھ خوش ہوا تھا کہ وہ اس کی پرواہ کر رہی تھی،اس کی اگلی بات سن کر پھر سے اسے آنکھیں سُکیڑے دیکھنے لگا۔

"اتنی مہربانی کا شکریہ لیکن میرے لیے صوفہ ہی ٹھیک ہے۔" اس نے اب کہ ذرا نارمل سے انداز میں کہا۔

"لیکن عاہل تمہارا زخم۔۔۔"

"تم لاؤنج میں سوؤ گی تو ہر گز کمفرٹیبل نہیں ہو گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم اپنے کمرے میں ہی سو جاؤ۔ میں مینیج کر لوں گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"لیکن تمہارا زخم اگر پھر سے خراب ہو گیا تو؟"

وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ شاید مرہم سامنے کھڑا تھا؟ یا شاید نہیں؟

"نہیں ہو گا خراب۔ میں خیال رکھوں گا!" اس نے یقین دہانی کروانے والے انداز میں کہا تھا۔

وانیا اس کا چہرہ ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنے زخم کی پرواہ نہیں تھی، اسے اس کے غیر آرام دہ ہونے کی پرواہ تھی۔

اس نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ وہ خاموش ہو گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دونوں فٹ پاتھ پر چل رہے تھے اور ہوٹل کے گیٹ سے ذرا دور ہی تھے کہ گلی میں سے پانچ لڑکوں کا ایک گروپ باہر نکلا اور ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"فک!" بے ساختہ ہی وانیا کی زبان پھسلی۔

عاہل نے وانیا کی طرف دیکھا۔ "گالی دیے بغیر تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا کیا؟"

"جو بھی تم دونوں کے پاس ہے ہمیں دے دو! والٹ، موبائل، یا کوئی بھی اور قیمتی چیز! چلو جلدی کرو!" وہ شاید ان کا گروپ لیڈر تھا جو بیچ میں کھڑا کہہ رہا تھا۔

"چُپ کر کے کھڑے رہو۔ ان پانچوں کے پاس ہتھیار ضرور ہوں گے۔ دھیان سے!" وہ اردو میں اسے تنبیہ کر رہی تھی۔

"اے کیا بول رہی ہو تم؟" ان میں سے ایک آگے بڑھا تھا۔ اس نے پینٹ کی جیب سے گن نکالی تھی۔

"ہمارے پاس کوئی بھی قیمتی چیز نہیں ہے۔ پیسے بھی نہیں ہیں۔" وانیا نے قدرے تحمل مزاجی سے ہاتھ اٹھا کر اسپینش میں کہا۔

"بکواس بند کرو اپنی اور جو ہے وہ نکالو! ورنہ یہیں تمہارے کپڑے اتروا کر میں سب خود ہی وصول کرلوں گا!" وہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر وانیا کی طرف بڑھا تھا۔

عاہل کی آنکھوں میں طیش ابھرا تھا۔ مُٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔ گردن اور جبڑے کی رگیں بھی تن گئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ وانیا کے مزید قریب آتا عاہل فوراً سے پہلے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو!" وہ انگلی اٹھا کر اسپینش میں درشت لہجے میں کہتا اسے تنبیہ کر رہا تھا۔

وانیا نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک مرد اس کی ڈھال بنا تھا۔ وہ کسی سحر کے زیرِاثر کھڑی چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر فوراً سے پہلے اس کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟ پیچھے ہٹو وانیا!" وہ پریشان سا کہنے لگا۔

"تم زخمی ہو! پروٹیکشن کی مجھے نہیں تمہیں ضرورت ہے اس لیے تم میرے پیچھے رہو!" وہ دونوں ایک دوسرے سے اردو میں بات کر رہے تھے۔

"یہ زیادہ ہی ہوا میں اڑ رہے ہیں باس! ان دونوں کو زمین پر لانا ہو گا!" ان میں سے ایک آدمی نے بیچ میں کھڑے اپنے باس کو مخاطب کیا تھا۔ وہ پانچوں ایک ساتھ آگے بڑھے تھے۔

"اب مزہ آئے گا!" وانیا مسکرائی تھی۔ عاہل کی کوشش تھی کہ وہ وانیا کو پروٹیکٹ کرے لیکن۔۔۔

ان میں سے ایک نے وانیا کا بازو پکڑنے کی کوشش کی اور یہ کوشش اسے مہنگی پڑی۔ اس نے تیزی سے اس کی کلائی جھپٹی اور اسے مروڑ دیا۔ چٹخنے کی آواز پر عاہل ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ وہ آدمی اب درد کے مارے چلا رہا تھا۔ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ دوسرا آدمی عاہل کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے مکا عاہل کے منہ پر دے مارنا چاہا لیکن وانیا نے اسی مکے کو پکڑا اور اس کا بازو مروڑ دیا۔ اس آدمی کا بازو ڈھلک گیا، شاید کندھے کا جوڑ ٹوٹ گیا تھا۔ اور اسی طرح اس نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے تیسرے اور چوتھے آدمی کے پیٹ میں لاتیں اور گھونسے مارے یوں کہ اب وہ زمین پر گرے کراہ رہے تھے۔ منہ پھٹ چکے تھے اور بھل بھل خون نکل رہا تھا۔ اس نے گرے ہوئے اس آدمی کے پیٹ میں ایک اور لات ماری۔ اس کے کھلے ہوئے بال اس کے منہ پر گر رہے تھے۔ اس نے اپنے بالوں کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ بہت پھرتیلی تھی اور بہت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تیزی سے وار کیا کرتی تھی۔وہ پیچھے مڑی تو دیکھا کہ عاہل منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا،اسے ہنسی آرہی تھی لیکن اگلے لمحے ہی اس کی ہنسی اُڑن چھو ہو گئی۔وہ پانچواں آدمی عاہل کے پیچھے تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔سب لمحے کا کھیل تھا۔اس سے پہلے کہ وہ عاہل کی گردن میں وہ خنجر مارتا وانیا اس خنجر کا پھل اپنے ہاتھ سے پکڑ چکی تھی۔اس کی ہتھیلی سے خون کی باریک لکیریں نکلنے لگیں۔وہ اس آدمی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔خون ٹپ ٹپ عاہل کے کندھے پر گرنے لگا۔وانیا نے اسی خنجر پکڑے ہاتھ سے اس کا ہاتھ گھمایا تو خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔خنجر زمین پر گرا تو وانیا نے اسے ٹھوکر مار کر اس آدمی سے دور کر دیا۔اس کی آنکھوں میں غیض و غضب تھا۔وہ اس آدمی کی طرف بڑھی پھر بنا رکے اسے پیٹنے لگی۔مکے،لاتیں،گھونسے۔وہ رک نہیں رہی تھی اور تبھی عاہل کو ہوش آیا۔اس نے وانیا کو اس آدمی پر سے گھسیٹ کر دور کیا۔ان پانچوں لوگوں کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔

"کیا ہے تمہیں؟"وہ کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اس پر غرائی تھی۔

Clubb of Quality Content!

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا؟" وہ حیران سا کبھی اس کا زخمی ہاتھ دیکھتا تو کبھی اس کا بپھرا ہوا روپ۔ وانیا ہوش میں واپس آئی تو ذرا دھیمی پڑی۔ "چلو!" وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا آگے بڑھ گیا۔

فلیٹ میں آکر اس نے دروازہ بند کیا۔ پھر وانیا کی طرف گھوما۔

"یہ کیا کیا ہے تم نے؟" وہ اس کا خون سے بھرا ہاتھ پکڑے پریشان سا کہہ رہا تھا۔

"وہ تمہیں مارنے والا تھا!" وانیا نے اپنے حق میں دلیل دینے کی کوشش کی۔

"کوئی مجھے مارے گا تو کیا تم خود کو میرے لیے مار لو گی؟" وہ سخت سے لہجے میں قدرے بلند آواز میں بولا تھا۔

"ہاں!" اس نے بھی ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نکالتے ہوئے چلا کر کہا تھا۔

عاہل ساکت رہ گیا۔ وہ کہہ کر پلٹ گئی۔ عاہل نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکنا چاہا۔

Clubb of Quality Content

"کہاں جا رہی ہو تمہارا ہاتھ زخمی ہے!" نا جانے اسے اس کے اقرار پر غصہ آیا تھا یا پھر اس بات پر کہ اسے اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی تھی؟ وہ واپس پلٹی۔

"اپنی پوری زندگی میں نے اپنے زخم خود ہی صاف کیے ہیں! اس سے بھی بُرے زخموں پر میں نے خود مرہم رکھا ہے! تمہاری ضرورت نہیں ہے مجھے!" وہ تحکم سے کہتی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چُھڑا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی لیکن عاہل کی گرفت اس کے ہاتھ پر بہت مضبوط تھی۔

"اپنا زخم صاف کرواؤ پہلے۔ اس کے بعد مجھ پر چیخنا!" کہہ کر وہ اسے لیے صوفے پر بیٹھ گیا۔

وانیا نے مزید کوئی مزاحمت نہ کی۔

وہ نرمی سے اب اس کے ہاتھ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ پر پٹی باندھ دی تو وہ خاموشی سے اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ اس نے اس کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بند تھا۔ وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس آ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Clubb of Quality Content

وہ کھڑکی ایک فرنچ ڈورونڈو تھی جس کے باہر بالکنی کی جگہ گرل لگی ہوئی تھی۔اس نے کھڑکی کھول دی تھی۔اس کے سامنے وہ کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک کا موبائل تھا۔میکسیکو آنے سے قبل یہ موبائل جی آئی بی کے ساتھ رابطے کے لیے شہریار نے اسے دیا تھا۔وہ اس کی لوکیشن کو لے کر بہت احتیاط برت رہے تھے۔دنیا کے لیے وہ لندن میں اپنا علاج کروا رہا تھا کیونکہ گولی نے اسے اندرونی طور پر بہت نقصان پہنچایا تھا۔کسی صورت میں بھی وہ دنیا کے سامنے سچ نہیں لانا چاہتے تھے۔وہ چند لمحے ہاتھ میں پکڑے اس موبائل کو دیکھتا رہا۔پھر اس نے اسے آن کیا۔اسکرین روشن ہوگئی۔فنگر پرنٹ اسکین کر کے اس نے موبائل میں موجود واحد نمبر پر کال ملائی۔چند لمحوں بعد کال اٹھالی گئی تھی۔

"کیسے ہو عاہل؟"شہریار کی نرم گرم سی آواز اسے سنائی دی تو وہ مدھم سا مسکرا دیا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں کیسا ہوں؟"

"اگر وانیا کے ساتھ ہو تو پھر ٹھیک ہی ہوگے!"شہریار کی آواز اس کے کان کے پردے سے ٹکرائی تو بے ساختہ اس کے حلق سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔

Clubb of Quality Content

"اس کے ساتھ ہوں اسی لیے میرے ٹھیک ہونے کے امکانات بہت کم ہیں!" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ دل اور دماغ میں سے کس کی بات کر رہا تھا؟ اس بارے میں اس نے کوئی توضیح پیش نہیں کی۔

"کیوں؟ کیا کر دیا ہے اس نے تمہارے ساتھ؟" اسے لگا جیسے وہ کوئی کاغذات دیکھتے ہوئے اس سے بات کر رہے تھے۔

"یہی تو مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اس نے آخر میرے ساتھ کر کیا دیا ہے؟" صرف سوچا، کہا نہیں۔

"مجھے بچاتے ہوئے اپنی ہتھیلی زخمی کر لی ہے اس نے!" عاہل انہیں پورا واقع بتانے لگا۔

"تمہیں پروٹیکٹ کرنا اس کا کام ہے عاہل!" شہریار نے اس کی ساری بات سن کر سانس اندر کو بھرتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت عجیب ہے انکل! پل میں دھوپ پل میں چھاؤں! کبھی ہنستے ہوئے باتیں کرتی ہے تو کبھی آنکھوں میں غصہ سجائے پھرتی ہے! میں اسے سمجھ نہیں پاتا ہوں!" اس نے اپنی

آنکھیں موند لیں۔ سمندر کی گہرائی بہت زیادہ تھی۔ وہ ڈوب رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول لیں۔ اب تو اسے آنکھیں بند کرنے پر بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ ہر جگہ تھی۔

"وہ تم سے باتیں کرتی ہے؟" شہریار کی آواز سے واضح تھا کہ وہ بہت بُری طرح چونکے تھے، جیسے انہیں کوئی بہت بڑا جھٹکا لگا تھا۔

"ہاں! کیوں کیا ہوا؟" وہ کچھ پریشان ہوا۔

وہ چند لمحے خاموش رہے پھر کہا۔ "وہ کسی سے بات نہیں کرتی ہے اور باتیں؟" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔ "تم نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ عاہل؟!" اب کہ ان کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"میں نے؟" وہ چونکا تھا۔

"مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے؟ وہ کسی کے ساتھ بنا وجہ بات کرنا پسند نہیں کرتی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ تم سے باتیں کرتی ہے اور کیا کہا تم نے ہنستی ہے؟"

عاہل کو لگا کہ جیسے شہریار یکدم گھبرا گئے تھے۔

"کام ڈاؤن انکل! میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا! میں تو خود اس بات پر حیران ہوں کہ وہ اتنی ہائپرری ایکٹو کیوں ہے!" عاہل نے شہریار کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"عاہل میری بات غور سے سنو!" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔ "تمہیں اس کے قریب ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے! تم اس کے قابل نہیں ہو! اگر تمہارے ذہن میں اس قسم کی کسی بات کا کوئی چھوٹا سا بھولا بسرا خیال بھی ہے تو اسے اپنے ذہن سے نکال دو!" وہ حیران سا ان کی تمام باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہا۔ میں اپنی حیثیت جانتا ہوں۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد شہریار نے کہا۔

"میں تمہیں کال نہیں کر سکا کیونکہ میں تیمور کے معاملے میں مسلسل انٹیلیجنس والوں کے ساتھ رابطے میں تھا۔ اسے یہاں نہیں لایا جا سکتا تھا اس لیے اسے اٹھوالیا گیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کل صبح تک ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ مڈل مین کون ہے!"

"ہمم! اچھی بات ہے!" وہ بس اتنا ہی کہہ پایا۔ دماغ میں بہت سی باتیں گھوم رہی تھیں۔

"عاہل مجھے بھی ماہی کی اتنی پرواہ ہے جتنی تمہیں ہے! اور میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ ہم اسے ڈھونڈ لیں گے!" شہریار نے کچھ نرم پڑتے کہا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ شاید وہ عاہل کے ساتھ کچھ زیادہ ہی سختی سے پیش آ گئے تھے لیکن وہ کیا کرتے؟ وانیا انہیں بہت عزیز تھی۔ وہ اس کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے۔ اور وہ بھی ایموشنل رسک؟ ہرگز نہیں۔

"ہمم۔ میں جانتا ہوں!" اس نے بس اتنا کہا اور کال کاٹ دی۔ مزید کچھ کہنے یا سننے کی اسے کوئی چاہت نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد فلیٹ کی بلڈنگ سے باہر نکل آئی تھی۔ ابھی اندھیرا مکمل طور پر ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ سیاہ ٹراؤزر پر سیاہ ہڈی پہنے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ دونوں ہاتھ ہڈی کی جیبوں میں تھے۔ پونی میں بندھے بال کسی پینڈولم کی طرح دائیں بائیں ہلتے تھے۔ کانوں میں ایئربڈز تھے۔ وہ بے تاثر چہرہ لیے چلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ٹراؤزر کی جیب میں رکھا اس کا

موبائل بجنے لگا۔ کان میں لگے ایئر بڈز نے اسے کال کرنے والے کی اطلاع دی۔ سر کالنگ۔

اس نے ایک کلک کر کے کال اٹھالی۔

"واک کر رہی ہو؟" شہریار کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ بلکل مدھم سا مسکرا دی۔

"آپ کام کی بات کیوں نہیں کرتے سر!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہے کہ میں تم سے کوئی کام کی بات کرنے والا ہوں؟"

"کیونکہ جب بھی آپ فجر کے بعد میری واک کے دوران مجھے کال کرتے ہیں تو ضرور آپ کو کوئی انتہائی امپورٹنٹ بات کرنی ہوتی ہے۔"

"اور میری امپورٹنٹ بات ضرور تمہارا باقی کا سارا دن برباد کر دیتی ہو گی؟ کیوں ہے نا؟" وہ ہنسے تھے۔

"کوئی شک ہے کیا آپ کو؟" وہ ایک آبرو اٹھائے مسکرا رہی تھی۔

"وانیا!" انہوں نے یکدم ہی سنجیدہ سے انداز میں اس کا نام پکارا تو وانیا چوکنا ہو گئی۔

"صاف صاف کہیے جو آپ کو کہنا ہے!" لہجہ سنجیدہ تھا۔

"عاہل ویسا نہیں ہے جیسا تم اسے سمجھ رہی ہو! وہ تمہارے قابل نہیں ہے!" شہریار مزید بھی کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن وانیا نے ان کی بات کاٹ دی۔

"وہ میرے قابل نہیں ہے یا میں اس کے؟" اس کے انداز میں یکدم ہی تلخی گھل گئی تھی۔

"میری بات کو غلط رنگ مت دو وانیا! تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں! تم مجھے عزیز ہو اور میں نہیں چاہتا کہ تم خود کو ایک ایموشنلی ان اویلیبل مرد کے پیچھے غارت کرو! وہ تمہارے لیے نہیں ہے۔ اس کی زندگی میں محبت سے بڑے مسائل ہیں اور اس وقت وہ انہیں سلجھانے میں لگا ہوا ہے۔ وہ تمہارے لیے کبھی بھی نہیں رکے گا۔ اس کا راستہ جدا ہے۔ اگر تم اس کی طرف کوئی بھی قدم بڑھا رہی ہو تو پیچھے ہٹ جاؤ!" وہ نرمی سے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہے تھے۔

"کل زندگی میں پہلی بار۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ "کوئی مرد میری ڈھال بنا تھا۔" یکدم پتھر جیسے سخت تاثر رکھنے والی وانیا مسکرانے لگی۔ شہریار چونکے۔

"وانیا مت کرو!" وہ اسے تنبیہ کر رہے تھے۔

"کل رات جو ہوا اس کے بعد مجھے اپنی واپسی ناممکن سی معلوم ہوتی ہے سر!"

"تم جی آئی بی چھوڑنا چاہتی ہو وانیا! میں بہت پہلے سے یہ بات جانتا ہوں! تم بھلے سے چھوڑ دو۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ کوئی تمہارے پیچھے نہیں آئے گا۔ لیکن خود کو ایک ایسے مرد کے پیچھے ضائع مت کرو جو تمہارے لیے کبھی نہیں رکے گا! پلیز پیچھے ہٹ جاؤ!" انہوں نے اب کہ جیسے منت کی تھی۔

"آپ جانتے ہیں۔ پیچھے میں ہٹنے نہیں والی اور روک آپ مجھے سکتے نہیں!" اس نے کہہ کر اپنے ایئر بڈز پر ایک کلک کیا تو کال کٹ گئی۔ وہ چلتی چلتی بلڈنگ سے بہت دور آ گئی تھی۔ وہ پلٹ گئی۔ اس کا رُخ اب واپس سے بلڈنگ کی طرف تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ روم میں واپس آئی تو عاہل ابھی تک صوفے پر پڑا سو رہا تھا۔ بیزاری اس کے چہرے پر عود آئی۔ وہ صوفے کے پاس آئی۔ اسے گولی لگی تھی، ابھی رات ٹانکے لگے تھے اور وہ پیٹ کے بل سو رہا تھا۔ اس نے تو کہا تھا کہ وہ اپنے زخم کا خیال رکھے گا؟ وانیا کو کچھ مزید غصہ آیا۔ وہ کمبل لپیٹے سو رہا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے کمبل کھینچا تو وہ زمین پر گر پڑا۔ وہ کچھ گھبرا گیا لیکن

جب وانیا کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا تو نارمل ہو گیا۔ایسی حرکت اس لڑکی کے علاوہ اور کون کر سکتا تھا بھلا؟

"رائز اینڈ شائن پرنسس!"وہ کہہ کر پلٹ گئی۔وہ اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تمہیں ایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرم تو نہیں آتی نا؟"وہ آنکھیں سُکیڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"شرم کا مجھ سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے!"وہ استہزائیہ سا مسکراتی ہوئی اپنے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔

"ہاں تبھی تم کل رات ان چاروں کو گالیاں دے رہی تھیں!"وہ سر جھٹک کر واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"میں تمہیں بھی گالی دے سکتی ہوں لیکن دوں گی نہیں!"وہ مسکرا کر کہتی اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔وہ واپس پلٹا۔

"کیوں؟"وہ آنکھیں سُکیڑے اسے دیکھنے لگا۔

Clubb of Quality Content!

"کیونکہ تمہیں میری دی ہوئی گالیوں کے معنی ہی معلوم نہیں ہوں گے مسٹر انوسنٹ!" وہ مسکرا کر اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

عاہل کی آنکھیں حیرت سے کچھ پھیلیں۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ!" وہ افسوس کرنے کے سے انداز میں گردن ہلاتا واشروم کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر کے وقت وہ صوفے پر آلتی پالتی مارے، ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ سامنے ٹی وی کی اسکرین پر کوئی ڈرامہ چل رہا تھا جو اسپینش زبان میں ہی تھا۔ عاہل کچن میں تھا۔ بازو کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔ وہ ایپرن پہنے سنک کے سامنے کھڑا، ہاتھوں میں اسفنج پکڑے برتن دھو رہا تھا۔ ساتھ ساتھ ایک بیزار سی نگاہ وانیا پر بھی ڈال لیتا تھا جو مزے سے بیٹھی ڈرامہ دیکھتے ہوئے ہنسے جا رہی تھی۔ وہ اس سے کل کے پڑے ہوئے گندے برتن دھلوا رہی تھی۔

"اچھے سے دھو ورنہ میں تمہیں دھو دوں گی!" اس نے ٹی وی پر نظریں جمائے جیسے صدا لگائی تھی۔

"ہونہہ جیسے میں تو جدی پشتی برتن دھونے والا ہوں نا!" وہ پلیٹ کو اسفنج پر زور سے رگڑتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ "کہاں پاکستان میں ہر وقت نوکروں کی ایک فوج میرے آگے پیچھے ہوتی تھی اور کہاں میں یہاں خود نوکر بن گیا ہوں!" وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔

"کچھ کہا کیا تم نے؟" وہ اس کی تمام بڑبڑاہٹ سن چکی تھی لیکن پھر بھی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں مہارانی صاحبہ! میری اتنی مجال؟" وہ دانت پر دانت جمائے کہہ رہا تھا۔

"ہمم! ٹھیک سے کام کرو!" وہ تحکم سے کہتی ایک بار پھر ڈرامہ دیکھنے لگ گئی تھی۔

وہ یہاں اپنی بہن کے لیے آیا تھا لیکن یہاں وہ برتن دھو رہا تھا۔ اسے شدید غصہ آیا۔ ابھی تک انہیں ماہی کے ڈیلر کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا تھا اور یہ بات عاہل کو مزید فرسٹیٹ کیے ہوئے تھی۔ وہ کسی آتش فشاں جیسا ہو گیا تھا۔ کبھی بھی پھٹ سکتا تھا۔

تبھی وانیا کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے تیزی سے موبائل اٹھایا، ٹی وی بند کیا اور کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔ کال پر شہریار تھے۔ بے ساختہ ہی وہ صوفے پر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی ایپرن اتارتا، ہاتھ دھو کر لاؤنج کے وسط میں اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ عاہل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر کچھ بہت عجیب تھا۔وہ مسلسل ہر بات کے جواب میں بس ہمم کہہ رہی تھی۔اس نے کال ختم کرلی تو عاہل کی طرف پلٹی۔

"کیا ہوا؟ مڈل مین کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟" وہ ایک آس لیے پوچھ رہا تھا۔

وانیا کی گردن میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ماہی کو کس نے میکسیکو میں ٹریفک کیا ہے۔"

"ہم یہ بات پہلے سے جانتے ہیں وانیا۔یہ سب تیمور نے کیا ہے۔" وہ اکتائے ہوئے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ماہی کو اغوا کرنے کے بعد اسے میکسیکو میں بیچنے والا صرف تیمور نہیں تھا۔" وہ عاہل کے چہرے پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔

"تو پھر کون تھا؟" عاہل کے چہرے پر یکدم ہی سختی عود آئی تھی۔تاثرات یکدم ہی بگڑے تھے۔

وانیا نے تھوک نگلا۔

"وہ رایان تھا۔" وانیا نے کچھ جھجھکتے ہوئے کہا۔

عاہل بے یقینی کے عالم میں کھڑا اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ چہرہ بے تاثر ہو گیا تھا۔ جیسے مانو پتھر کا ہو گیا ہو۔

"وہ تیمور کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اسی نے تیمور کو تم سے بدلا لینے کے لیے کہا تھا۔ وہ فائرنگ بھی اسی نے کروائی تھی اور ماہی کو اغوا بھی۔" وانیا کہہ رہی تھی اور وہ ہنوز ویسے ہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

وانیا کچھ اور بھی کہہ رہی تھی لیکن وہ گردن جھکائے اپنے سینے پر گولی کے زخم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس کے اپنے بھائی نے اس پر گولیاں چلوائی تھیں؟" دل پر جیسے کسی نے زور سے مکا دے مارا تھا۔

"عاہل تم میری بات سن بھی رہے ہو یا نہیں؟" وانیا نے اس کا کندھا ہلانا چاہا لیکن وہ پیچھے ہٹ گیا۔

بغیر کچھ کہے وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا تو وانیا نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "کہاں جا رہے ہو تم؟"

"میرا دماغ کام نہیں کر رہا وانیا! مجھے کچھ سوچنے کے لیے وقت چاہیئے! ابھی ذرا رک جاؤ پلیز!" وہ دھیمے مگر سرد لہجے میں بنا اس کی طرف پلٹے کہہ رہا تھا۔ وانیا نے ہنوز اس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔ شاید وہ اسے چھوڑنے کے لیے راضی نہ تھی۔

"عاہل میری بات س۔۔۔" اس کی بات بیچ میں ہی رہ گئی جب عاہل اس کی طرف ایک جھٹکے سے پلٹا۔

"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آ رہی کیا؟" وہ یکدم بپھر کر چلایا تھا۔ وانیا ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گئی تھی۔ "مجھے اکیلا رہنے دو! تھوڑی دیر کے لیے میں تمہاری اس قینچی جیسی زبان سے نجات چاہتا ہوں!" پچھلے دو دنوں میں جو معمولی سی نرمی اس کے اندر آئی تھی وہ یکدم کہیں غائب ہو گئی۔

وانیا نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔ چہرہ جو چند منٹوں پہلے عاہل مستجاب کے لیے پریشانی لیے ہوئے تھا اب بے تاثر ہو چکا تھا۔

"لیو!" اس نے تحکم بھرے لہجے میں ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔عاہل نے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ ہر طرح کے جذبے سے عاری تھا سوائے غم و غصے کے۔"آئی سیڈ لیو!" اب کہ وہ چلائی تھی۔وہ نہیں ہلا تو وانیا نے اس کا بازو ایک جھٹکے سے دبوچا پھر اسے لیے دروازے تک بڑھنے لگی۔دروازے کے پاس آکر اس نے اس کا بازو ایک جھٹکے سے چھوڑا پھر اس کی طرف پلٹی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ اس پوری دنیا میں سارے مسائل صرف تمہارے ساتھ ہی ہیں! ساری ناانصافیاں، ساری تکلیفیں، ساری مصیبتیں صرف تمہارے حصے میں ہی آتی ہیں! تمہارا باپ تم سے پیار نہیں کرتا!" عاہل نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا۔"بہت سے لوگ ہیں دنیا میں جن کو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ ان کا باپ آخر ہے کون!" ذہن کے پردے پر عصام کا چہرہ لہرایا۔"تمہارے بھائی تمہاری بربادی پر خوش ہیں!" اسے یاد آیا کہ کس طرح وہ عصام کا راز سب کو بتانے کے بارے میں سوچ کر خوش ہوتا تھا۔"تمہاری ماں کو تمہارے باپ نے مارا تھا نا؟" عصام کو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی ماں کا قتل اس کے باپ نے ہی کیا تھا۔"لیکن عاہل مستجاب پتا ہے کیا؟ لوگوں کی زندگیوں میں اس سب سے بھی زیادہ

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

تکلیفیں ہیں اور تمہیں اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کیونکہ تم اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا چھوڑ کر کسی دوسرے کی تکلیف کے بارے میں سوچتے ہی نہیں ہو! تمہارے سامنے کوئی کتنی ہی تکلیف میں کیوں نہ ہو تمہیں کبھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ تم کسی دوسرے کی طرف دیکھنا گوارہ ہی کہاں کرتے ہو؟" وہ آخر میں ایک بار پھر چلائی تھی۔ عاہل بس کھڑا اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وانیا نے دروازہ کھولا اور ہاتھ سے باہر کی طرف اشارہ کیا۔ "اس لیے جاؤ یہاں سے اور جا کر ذرا لوگوں کی زندگیوں کو غور سے دیکھو تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہارے پاس جو ہے وہ اور کسی کے پاس نہیں ہے!" عاہل خاموشی سے باہر چلا گیا۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے وانیا کے چہرے کو دیکھا تھا۔ بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکلا تھا۔ بے اختیار اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دروازہ بند کر کے وہ صوفے تک آئی اور بیٹھ گئی۔ پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور اسے ٹیبل پر ڈال دیا۔ موبائل کی اسکرین پر شہریار کا نام جگمگا رہا تھا۔ کال جاری تھی۔ وہ کبھی کاٹی ہی نہیں گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا۔اس کی زندگی میں اس وقت صرف وہ خود ہے یا پھر اس کی رہائی۔ اس کے پاس محبت کے بارے میں سوچنے کا وقت نہیں ہے۔" شہریار کی سنجیدہ سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ گردن صوفے کی پشت پر ٹکائے چھت پر کسی غیر مرئی نقطے کو تک رہی تھی۔

"میں نے پہلی بار زندگی میں غلطی کی تھی۔اور مجھے اپنی زندگی کی پہلی غلطی ہی بہت بھاری پڑنے والی ہے۔" اس نے اپنی ہتھیلی سے اپنا گال رگڑ دیا تھا۔

"لیکن وہ واپس آجائے گا۔" شہریار نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اگر اس پر رایان کی جان نہ لینے کا جنون سوار نہ ہوا تو!" وانیا نے استہزائیہ سے انداز میں کہا۔

"انہوں! وہ بیوقوف نہیں ہے۔ بس جذباتی ہے۔اسے سوچنے کے لیے وقت چاہیئے۔ جب کچھ سمجھ آئے گا تو واپس تمہارے پاس ہی آئے گا۔" ان کے لہجے سے امید جھلک رہی تھی۔

"کیا ایسا ممکن ہے کہ سات دنوں بعد میں یہی جملہ آپ سے پُراعتماد انداز میں کہہ سکوں؟"

شہریار جانتے تھے کہ اس کا اشارہ کس طرف تھا۔وہ خاموش رہے۔

"وانیا میں اب بھی وہی کہوں گا جو میں تمہیں پچھلے دو سالوں سے کہہ رہا ہوں۔" کہہ کر انہوں نے کال کاٹ دی۔

"اور میں اب بھی آپ سے وہی کہوں گی جو میں نے آپ سے ایک سال پہلے کہا تھا۔" وہ بے تاثر سے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

ذہن کے پردے پر ماضی عود آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو سال پہلے۔

12 جنوری، 2023۔

روشینہ، برازیل۔

سیاہ آسمان پر بادل نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہوا میں خنکی کا عنصر بہت کم تھا۔ پہاڑی پر موجود روشینہ کے پسماندہ علاقے کی تنگ و تاریک گلیوں میں وہ قدرے محتاط انداز میں چل رہی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھی۔ سیاہ ٹینک ٹاپ، لیگنگز، جیکٹ اور پی کیپ پہنے وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ اس کا سیاہ سراپا پوری طرح سے رات کی سیاہی میں گھل مل گیا تھا۔ بال پونی میں مقید تھے۔ گلی کے دونوں اطراف موجود چھوٹے چھوٹے گھروں میں لوگ اس وقت رات کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ روشنی قدرے کم تھی۔ ایسے میں اس نے سامنے دیکھا۔ ایک آدمی ابھی ابھی دائیں طرف ایک گلی سے نکل کر اس گلی میں اس کے سامنے چلنے لگا تھا جس میں اس وقت وہ موجود تھی۔ اس نے اپنی پی کیپ ٹھیک کی اور اس آدمی کے پیچھے دبے قدموں سے چل دی۔ سڑک ڈھلوان پر بنی تھی اور وہ آدمی ڈھلوان چڑھ کر اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ یکدم اس آدمی نے کسی احساس کے تحت پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ واپس پلٹ گیا اور آگے بڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک جھونپڑی نما گھر کے دروازے کی اوٹ سے باہر نکل آئی اور اس کا پیچھا کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے کچے پکے مکان کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ گیا۔ مکان کے پچھلے حصے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا لیکن جیسے ہی دروازہ بند کرنے لگا، اس "کسی" نے اپنا پیر دروازے کے درمیان میں دے دیا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے وہ کھڑی تھی۔

"ہائے!" چہرے پر سنجیدگی موجود تھی۔ خوبصورت وگہری سمندری آنکھیں چمکی تھیں۔

اس نے تیزی سے دروازے پر دباؤ ڈالتے ہوئے اسے بند کرنے کی کوشش کی لیکن وانیا دروازے کو پیچھے کی طرف کھینچ چکی تھی۔ وہ اندر کی طرف بھاگا تو وہ بھی اس کے پیچھے لپکی۔ وہ اندر آئی تو یکدم اس کے قدم اس کے ہاتھ میں موجود گن دیکھ کر تھمے۔

"آگے مت آنا ورنہ میں فائر کردوں گا!" وہ گھبرایا ہوا اسا سے دھمکی دے رہا تھا۔

"سچ میں؟" وہ آیک آبرو اٹھائے پوچھ رہی تھی۔ شدید قسم کی بیزاریت اس کے انداز سے جھلکتی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں آگے مت۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ آدمی اپنی بات مکمل کر پاتا اس نے اپنا بازو سیدھا کیا۔ اس کی جیکٹ کے بازو کے اندر موجود سائیلنسر لگی گن پھسل کر اس کے ہاتھ میں آگئی اور اگلے ہی لمحے اس نے اس آدمی کے ہاتھ پر شوٹ کر دیا۔ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔ وہ آدمی درد سے چلا رہا تھا۔

وہ آگے بڑھی اور ایک زوردار ہاتھ اس کی گردن پر لگایا تو وہ اگلے لمحے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ وہ پلٹ کر اس آدمی سے ذرا دور جا کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا موبائل نکالا۔ چند

کلکس کیے اور اگلے چند منٹوں میں اسے آٹھ لوگ مکان میں داخل ہوتے نظر آئے۔ چار عورتیں اور چار مرد۔ وہ آٹھوں عام میلے کچیلے سے لباس پہنے ہوئے تھے اور اسی علاقے کے مکین لگتے تھے۔

"تم لوگوں نے مجھے اس آدمی کے لیے امریکہ سے یہاں برازیل بلوایا؟" وہ آبرو اٹھائے سنجیدہ سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ "صرف پندرہ منٹ کے کام کے لیے؟"

"ہم اس پر پچھلے ایک مہینے سے نظر رکھے ہوئے تھے۔ اس نے جو انفار میشن چُرائی تھی وہ کلاسیفائیڈ تھی اور اگر دنیا کے سامنے آجاتی تو بہت بڑا مسئلہ بن جاتا۔ ایسے میں ہمیں ایک اسپیشل ایجنٹ چاہیے تھا۔ ہم اس کے بھاگنے کا بلکل بھی رسک نہیں لے سکتے تھے۔" ان میں سے ایک عورت مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ سب جی آئی بی کے لوگ تھے۔

"آسان لفظوں میں تم لوگ اپنی سُستی و نالائقی کی وجہ سے اسے پکڑ نہیں پا رہے تھے اور میں نے وہی کام دو دن میں کر دیا جسے کرنے میں تمہیں ایک مہینہ لگ گیا تھا۔" وہ مسکرائے بنا طنزیہ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ عورت کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ باقی تمام کے بھی منہ بن گئے۔

"ہمیں اس مکان کو اس انفارمیشن کے لیے چیک۔۔۔" ابھی وہ شرمندگی کے اثر کو زائل کرنے کے لیے اپنے لوگوں سے کہہ ہی رہی تھی کہ وانیا نے اپنی جیکٹ کھولی اور اندر سے ایک سفید رنگ کا لفافہ نکالا۔

"تمہیں آخر یہ لگا بھی کیسے کہ وہ ایک اتنی اہم اور کلاسیفائیڈ انفو کو اس چھونپڑپٹی میں رکھے گا؟" وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے اسے لفافے کو لہراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ سامنے کھڑے ان آٹھ لوگوں کے چہروں پر بارہ بج گئے تھے۔ "تم لوگوں نے شاید صحیح سے اس پر نظر نہیں رکھی کیونکہ مجھے یہ لفافہ شہر میں اس کے بینک کے آفس کے لاکر سے ملا ہے!" اس نے لفافہ اس عورت کی طرف اچھالنے والے انداز میں پھینکا۔ عورت نے گھبرا کر اسے پکڑا۔

"آنکھیں، کان اور دماغ کھول کر کام کیا کرو!" اب کہ وہ سخت سے انداز میں کہتے ہوئے پلٹی اور باہر نکل گئی۔

باہر نکل کر ابھی وہ ڈھلوان اتر کر تھوڑا نیچے ہی آئی تھی کہ جیب میں پڑا اس کا موبائل بجنے لگا۔ کان میں لگے ایئر بڈ نے اسے اطلاع دی۔ سر کالنگ۔ چہرہ بے تاثر رہا۔ اس نے ایئر بڈ پر ایک کلک کیا۔

"کیسا رہا تمہارا کام؟" لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسکرا رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو جی آئی بی میں نئی بھرتیاں کرنے کی ضرورت ہے!" چہرہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

دو سال پہلے وانیا کبیر مسکراہٹ کے مفہوم سے انجان تھی۔ اس کے لب و لہجے سے کسی قسم کے بھی جذبات کی رمک تک نہ محسوس ہوتی تھی۔ جواب میں شہریار کھلکھلا کر ہنسے تھے۔

"آپ آخر مجھے اتنے چھوٹے اور فضول سے کاموں کے لیے کیوں بلاتے ہیں؟" وہ شدید کوفت زدہ تھی۔

وانیا کبیر ہائی پروفائل کیسس پر کام کرتی تھی۔ لو پروفائل کیسس پر کام کرنا اسے اپنی توہین لگتا تھا۔

"تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے جی آئی بی میں کتنی نئی بھرتیاں کرنے کی ضرورت ہے۔" وہ کہہ کر ہنسے۔

"اگلی بار آپ کو مجھے کوئی کام دینا ہوا تو کوئی مشکل کام دیجیے گا!" وہ کہہ کر کال کاٹنے کے لیے انگلی ایئر بڈ تک لے کر ہی گئی تھی کہ شہریار کی اگلی بات پر اس کی انگلی رک گئی۔

"ایک کام ہے۔ مشکل تو نہیں ہے لیکن تمہارے مطلب کا ہے۔"

"کیا مجھے کسی کو اسٹاک کرنا ہے؟" لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

"نہیں۔ اسٹاک نہیں کرنا ہے۔ جاسوسی کرنی ہے۔ کسی پر چوبیس سو گھنٹے نظر رکھنی ہے۔" وہ شہریار کی بات پر کچھ ناامید سی ہوئی۔

"دشمن ہے آپ کا؟" اس کے آبرو اکٹھے ہوئے۔

"میرے بیٹے کا دشمن ہے۔" شہریار نے سانس اندر کو بھرتے ہوئے کہا۔

"یعنی آپ کا دشمن ہے۔ اور یعنی اب میرا بھی دشمن ہے۔" اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"اتنی سنجیدگی صحت کے لیے اچھی نہیں وانیا۔" اب کہ ان کا انداز بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ڈیٹیلز بھیج دیں مجھے۔ میں یہاں سے سیدھا وہیں جاؤں گی۔" انداز لاپرواہ سا تھا۔

"نہیں تم پاکستان آؤ گی۔ میں جی آئی بی میں ہی سب بتاؤں گا!"

"میں برازیل سے پاکستان آؤں؟" وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہی تھی۔

"وانیا!" اب کہ شہریار کے لہجے میں تنبیہ تھی۔ وہ بھول رہی تھی کہ باس کون تھا۔

"ٹھیک ہے باس!" آنکھیں گُھما کر کہتی وہ کال کاٹ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جی آئی بی میں شہریار کے آفس میں ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ پیچھے کو کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے بے نیاز سی بیٹھی اپنے سامنے پاور سیٹ پر بیٹھے شہریار کو بات کرتا دیکھ رہی تھی۔

"تو آپ چاہتے ہیں کہ میں زیورک جا کر چیف منسٹر مستجاب علی کے بیٹے عاہل مستجاب پر نظر رکھوں اور اس کے سانس لینے تک کی خبر آپ کو دوں؟" وہ ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہی تھی۔ شہریار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یکدم کیا ہو گیا ہے سر؟ آپ نے اپنے بیٹے کو سب سے چُھپا کر امریکہ بھیج دیا ہے جبکہ وہ آپ کی اپنی یونیورسٹی جو کہ دنیا کی سب سے بہترین یونیورسٹیز میں سے ایک ہے میں پڑھ رہا تھا؟ اچانک سے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ بوڑھے ہو گئے ہیں؟ کیا غلط ہے؟" وانیا کبیر کو کسی کی تکلیف دیکھ کر کبھی کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا، سوائے شہریار خان کے۔ وہ اس کے لیے اس

کے مینٹور تھے اور ایک شاگرد اپنے مینٹور کی پریشانی کو ہمیشہ بھانپ لیتا ہے اور وہ بھی بھانپ گئی تھی۔وہ مبہم سا مسکرائے۔

"بتاؤں گا کبھی۔"

"مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہوگئی تھی۔

"وانیا کبیر پر تو مجھے خود سے زیادہ بھروسہ ہے۔"وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"تو پھر؟"

"کچھ راز ہوتے ہیں جنہیں دل بتانا تو چاہتا ہے لیکن زبان پر انہیں لاتے ہوئے دل کانپ جاتا ہے۔"وہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔

"یعنی اب بات عصام کی ہے؟"وہ شہریار کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی جیسے اپنی بات کی تصدیق چاہتی ہو۔چند لمحے یونہی گزر گئے۔

"سمجھ گئی۔تو مجھے کب نکلنا ہے؟"وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ڈیٹلز میں تمہیں دے چکا ہوں۔ کام تمہیں معلوم ہو گیا ہے تو اب کل تک آرام کر لو۔ پرسوں نکل جانا۔" وہ نرم سے انداز میں کہہ رہے تھے۔ وہ پلٹ گئی۔ دروازے تک پہنچ کر رکی۔

"ڈیٹیلز آپ مجھے دے چکے ہیں۔ کام مجھے معلوم ہو گیا۔ آرام کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے میں آج رات ہی نکل رہی ہوں۔" آفس کے آٹومیٹک دروازے کُھلے اور وہ باہر نکل گئی۔ پیچھے شہریار اس کی بات پر کھل کر مسکرائے تھے۔

وانیا کبیر اپنی مرضی کی مالک تھی۔ اور یہ بات اس کے دوست اور دشمن دونوں جانتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اسی رات فلائٹ سے زیورک آ گئی تھی۔ اگلے دن رات کے وقت وہ زیورک پہنچی تو شہریار نے اسے کال کی۔

"پہنچ گئیں؟"

"ہمم۔" جس فلیٹ میں وہ رکی ہوئی تھی وہ بلڈنگ کی دوسری منزل پر تھا۔ وہ اپنے بیڈروم میں موجود کھڑکی تک آئی۔

"کیسا موسم ہے وہاں کا؟"

کھڑکیوں پر پردے پڑے تھے۔اس نے پردہ سرکایا تو سامنے ہی ایک اور بلڈنگ تھی جس کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ کی لائٹ یکدم جلی تھی۔آدھی رات کا وقت تھا اور باقی تمام فلیٹ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔اس نے دیکھا کہ کوئی کھڑکی طرف آیا تھا۔پردے ہٹے تھے اور کسی نے کھڑکی کھول دی تھی۔وہ کھڑکی سے باہر بالکنی میں آگیا تھا۔اسٹریٹ پول کی مدھم سی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایک مرد تھا۔جوان اور خوبصورت و پُرکشش نکوش رکھنے والا۔اور وہ بالکنی کی ریلنگ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے جھکا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"ہیلو وانیا؟"شہریار نے اس کا نام پکارا تو وہ واپس اپنے حواسوں میں آئی۔

"جی۔کیا پوچھا تھا آپ نے؟"

"موسم کیسا ہے وہاں کا؟"شہریار نے اپنا سوال دہرایا۔

"سرد۔برف جیسا۔"اس کی نظریں ہنوز اس مرد پر جمی ہوئی تھیں جو ابھی تک لمبے لمبے سانس اندر کو کھینچ رہا تھا۔

"ابھی کچھ مہینے ایسا ہی موسم رہے گا۔ گرمیوں میں موسم اچھا ہو جاتا ہے وہاں کا۔" وہ کہہ رہے تھے لیکن وہ صرف انہیں سن رہی تھی۔ نظروں کا مرکز تو کوئی اور تھا۔ اس نے پردہ چھوڑ دیا تو وہ واپس سے اپنی جگہ پر آگیا۔ وہ کچھ دیر مزید شہریار سے بات کرتی رہی پھر بیڈ پر آکر سیدھی لیٹ گئی اور چھت کو تکنے لگی۔

"تو عاہل مستجاب تمہیں نائٹ میئرز آتے ہیں۔" چہرہ ہنوز سنجیدہ تھا لیکن دل میں کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ جنوری کا مہینہ تھا اور زیورک میں اس موسم میں برفباری ہوتی تھی۔ مگر آج دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سڑک کے کنارے جمع ہونے والی برف دھوپ پڑنے پر چمک رہی تھی۔ صبح کے آٹھ بجے رہے تھے۔ وہ عاہل کی بلڈنگ کے سامنے موجود باغ کے بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سیاہ لیگنگز پر سیاہ لمبے بوٹس۔ مرون رنگ کا گرم گھٹنوں تک آتا اونی کوٹ پہنے وہ بلڈنگ کے دروازے کو تک رہی تھی۔ سر پر سیاہ ٹوپی تھی اور بھورے لمبے بال ٹوپی سے نکل کر اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔ گلوز پہنے ہاتھوں میں کافی کا بھاپ اڑاتا پیپر کپ تھا۔ نظریں کسی

کے انتظار میں تھیں۔ اور اُسی لمحے وہ بلڈنگ سے باہر نکلا تھا۔ سیاہ جنیز، گرم لمبا کوٹ اور بوٹس پہنے وہ بے تاثر سا چہرہ لیے فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ ایک کراس باڈی بیگ پہن رکھا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے اور سیاہ آنکھیں بے تاثر تھیں۔ وہ اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی اس کے پیچھے چل دی۔

عاہل (Alstadt) Kreis 1 کے علاقے Rennweg میں ایک لگزری اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ اپارٹمنٹ سے دس منٹ کے فاصلے پر ہی یونیورسٹی آف زیورک موجود تھی اور وہ یہ راستہ Bahnhofstrasse سے ٹریم کے ذریعے پورا کرتا تھا۔ اس وقت وہ ٹریم میں ونڈو سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے بلکل پیچھے والی سیٹ پر وانیا۔ وانیا نے ذرا سی گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ وہ مسلسل گلاس ونڈو سے باہر تیزی سے دوڑتی بھاگتی دنیا کو دیکھ رہا تھا۔ پانچ منٹ بعد وہ ٹریم سے اتر کر اپنی یونیورسٹی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وانیا اس کے پیچھے ہی تھی۔ اس کے پاس یونیورسٹی کا ایک فیک آئی ڈی کارڈ تھا جس کی مدد سے وہ اندر آئی تھی۔ وہ بزنس ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا اور اپنی کلاس میں جا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ کلاس ختم ہونے تک وانیا نے کلاس کے باہر ہی اس کا انتظار کیا۔ پورا دن یونہی کلاسز لینے میں ہی گزر

گیا۔ شام کو وہ یونیورسٹی سے نکلا اور واپس اسی راستے سے اپارٹمنٹ واپس آگیا۔ وہ بھی واپس اپنے اپارٹمنٹ میں آگئی۔ رات گئے تک وہ اس پر کھڑکی کی اوٹ سے نظر رکھے ہوئے تھی۔ اپارٹمنٹ کی لائٹس آف تھیں۔ شاید وہ سو رہا تھا۔ رات کے آخری پہر اس کی آنکھ یونہی کھل گئی۔ کمرے میں ہیٹنگ سسٹم ہونے کی وجہ سے ٹھنڈ نہیں تھی لیکن اسے گرمی لگ رہی تھی۔ وہ اٹھی اور کھڑکی کی طرف آئی۔ کھڑکی کو کھولا تو برفیلی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی۔ اور تبھی اس کی نظر بالکنی میں کھڑے عاہل پر پڑی۔ وہ آج پھر بالکنی کی ریلنگ پر جھکا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ کچھ دیر وہ یونہی کھڑا رہا۔ پھر کھڑکی بند کر کے واپس پلٹ گئے۔ وانیا کچھ دیر کھڑی کھڑکی کو یونہی تکتی رہی پھر اس نے دیکھا کہ وہ لمبا اونی کوٹ پہنے بلڈنگ سے نکلا تھا۔ وہ تیزی سے اپنا کوٹ اٹھا کر باہر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ وہ تیز قدموں اور بھاری سانسوں کے ساتھ فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ ٹھنڈ کی وجہ سے اس کے منہ سے بھاپ نکل رہی تھی۔ ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال رکھے تھے۔ وہ ایک کمیونیٹی سینٹر کے سامنے آرکا۔ وانیا اس سے کچھ دور ہی رک گئی تھی۔ وہ چند لمحے سر اٹھائے کمیونیٹی سینٹر کو دیکھتا رہا۔ پھر اندر چلا گیا۔ کیا اسے اندر جانا چاہیئے تھا؟ وہ چند لمحے کھڑی سوچتی رہی پھر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ کمیونیٹی سینٹر اندر سے ایک چھوٹی سی مسجد کا منظر پیش کرتا تھا۔ کچھ آگے جا کر پارٹیشن

Clubb of Quality Content!

کی گئی تھی۔ایک طرف مردوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی اور دوسری طرف عورتوں کے لیے۔اس نے دیکھا کہ وہ مردوں کے حصے میں جا کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔شاید وہ وضو کر کے گھر سے نکلا تھا۔ مسجد میں اس وقت کوئی نہ تھا۔وہ عورتوں کے حصے میں آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔کچھ وقت گزرا پھر اس نے عاہل کی سسکیاں سنیں۔وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا۔وہ دھک سے رہ گئی۔عاہل مستجاب جیسا سرد اور پتھر دل انسان روتا بھی تھا؟ اس رات وانیا کبیر نے عاہل مستجاب کو اگلے کئی گھنٹے اللہ کے سامنے سجدے میں گرے روتے سنا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وانیا کا دل برف جیسا سرد تھا فقط اس رات تک۔

عاہل کے آنسوؤں نے اس کے دل کو جیسے نرم کر دیا تھا۔

برف کے پگھلنے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سردی کا موسم یونہی گزر گیا۔ برف پگھل گئی اور بہار کا موسم آ گیا۔ سب ویسا ہی تھا۔ عاہل کی زندگی بھی اور وانیا کا اس کی جاسوسی کرنا بھی۔ اگر کچھ بدلا تھا تو وہ عاہل کے لیے وانیا کے احساسات تھے۔۔۔

جس شخص کو وہ اپنا دشمن مان کر زیورک آئی تھی، اب وہ اس کو کوئی نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ انجانے میں اسے وہ انجان شخص عزیز ہو گیا تھا۔ اسے اب لگتا تھا کہ وہ شہریار کو دھوکا دے رہی تھی۔ انہوں نے اسے یہاں اس لیے بھیجا تھا کہ وہ عاہل پر نظر رکھتی۔ وہ اس پر نظر تو رکھے ہوئے تھی لیکن بس اسے اپنا دشمن نہیں مان پا رہی تھی۔ شہریار جب بھی اس سے کال پر رپورٹ مانگتے تو وہ انہیں عاہل کے پورے دن کی روداد سنا دیتی۔

وہ آج بھی اس کا پیچھا کر رہی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد ایک فارمیسی آیا تھا۔ اس دورانیے میں عاہل ایک بار ڈاکٹر کے پاس بھی گیا تھا۔ اس کی شکایت تھی کہ اسے نیند نہیں آتی تھی۔ نائٹ میئرز کا ذکر وہ گول کر گیا تھا۔ اسے ڈاکٹر نے کچھ اسلیپنگ پلز دے دی تھیں۔ اب وہ ان نیند کی گولیوں کا عادی ہو چکا تھا۔ آج بھی وہ وہی دوائیاں لینے کے لیے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

فارمیسی آیا تھا۔فارمیسی سے دوائیاں لینے کے بعد وہ اپارٹمنٹ واپس آگیا۔کھانا کھانے کے بعد اس نے دوائیاں لیں اور سو گیا۔وہ اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے سب دیکھتی تھی۔دوا کا اثر زیادہ دیر تک نہ رہا۔وہ ہر رات کی طرح آج بھی رات کے آخری پہر میں اپنے نائٹ میئر سے جاگ گیا تھا۔وہ آج پھر ریلنگ پر جھکا گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔اور وہ آج بھی کھڑکی کا پردہ ہلکا سا سرکائے اسے ایسا کرتے دیکھ رہی تھی۔وہ کمیونیٹی سینٹر آگیا تھا۔آج پھر وہ سجدے میں گرا زارو قطار رو رہا تھا اور وہ پارٹیشن کی دوسری طرف بیٹھی اسے روتا سن رہی تھی۔

وہ جب سے یہاں آئی تھی اس نے یہی سب ہوتے دیکھا تھا۔عاہل صبح سے شام تک یونیورسٹی میں ہوتا تھا۔شام کو گھر آتا کھانا کھاتا اور پھر سو جاتا۔رات کے آخری پہر میں وہ جاگ جاتا۔بالکنی میں آکر خود کو ذرا کمپوز کرتا اور پھر کمیونیٹی سینٹر میں سجدے میں گرا روتا رہتا۔فجر کی نماز پڑھ کر وہ واپس چلا جاتا تھا۔عاہل مستجاب کی اس کے علاوہ اور کوئی مصروفیت نہیں تھی۔نہ وہ کسی سے ملتا تھا، نہ کہیں جاتا تھا۔بس ایک لوپ میں اپنی زندگی گزارتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے اکثر حیرت ہوتی کہ آخر یہ شخص جو ہر رات بنار کے سجدے میں گر اللہ کے سامنے روتا رہتا تھا، وہ کسی کا نقصان کیسے کر سکتا تھا؟ یا پھر شاید وہ نقصان کر چکا تھا اور اب معافی چاہتا تھا؟

وہ رو رہا تھا جب یکدم وانیا نے اسے بڑبڑاتے سنا۔

"پلیز اللہ ان کا دل میرے لیے نرم کر دے!" وہ سسکنے لگا۔ "میں۔ میں جانتا ہوں میں نے بہت گناہ کیے ہیں۔ میں نے زندگیاں برباد کی ہیں۔ میں نے سب جانتے بوجھتے کیا تھا۔ میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ میں حاسد تھا۔ میں نے۔۔۔ میں نے سب برباد کر دیا! لیکن پھر بھی۔ پھر بھی میں اس قدر گرا ہوا انسان ثابت ہوا ہوں کہ تیرے سامنے ہر رات اس امید میں روتا ہوں کہ ایک دن تو ان کا دل میرے لیے نرم کر دے گا۔ ان کا دل میرے لیے نرم کر دے! شہریار انکل کا دل میرے لیے نرم کر دے!" شہریار کے نام پر وانیا نے یکدم سر اٹھایا تھا۔ بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گال پر بہہ گیا تھا۔ اس نے انگلی سے اپنے گیلے گال کو چھوا اور ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے کیا۔ اس کی انگلی کی پور پر آنسو کا قطرہ تھا۔ وہ ساکت رہ گئی۔ اسے یاد نہ تھا کہ کتنے سالوں بعد اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے تھے۔ اور بہائے بھی کس کے لیے؟ ایک ایسے مرد کے لیے جو یہ تک نہ جانتا تھا کہ اس کا کوئی وجود بھی تھا؟ اس

رات وہ عاہل کے بغیر ہی اپنے اپارٹمنٹ میں آگئی تھی۔ لیکن وہ سو نہیں پائی۔اکثر وہ واپس آنے کے بعد سو جاتی تھی لیکن آج وہ چاہ کر بھی سو نہ پائی۔اس کا دماغ ایک عجیب سے انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔

اسے اپنی زندگی میں کبھی کوئی خوشی نہیں ملی تھی۔ صرف تکلیفیں ملی تھیں۔اور آج سے کئی سال پہلے وہ ان تکلیفوں پر رونا چھوڑ گئی تھی لیکن آج اتنے سال بعد وہ روئی تھی اور وہ بھی کسی اور کی تکلیف پر۔۔۔

عاہل مستجاب کی تکلیف پر۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسے صبح کے وقت شہریار کی کال موصول ہوئی تھی۔وہ آج دوپہر میں زیورک آ رہے تھے۔ ایک کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ تھی۔اور ساتھ ہی وہ اس سے بھی ملنے آنے والے تھے۔

دوپہر میں وہ اپنے اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں شہریار کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جب انہوں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تمہیں اس کی حرکات مشکوک لگیں؟" شہریار کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ بھی نہیں۔ مجھے کچھ بھی نہیں ملا۔یونیورسٹی اور مسجد کے علاوہ وہ اور کہیں نہیں جاتا۔ ہفتے میں ایک بار بس فارمیسی یا پھر گروسری شاپ چلا جاتا ہے۔بس۔اس کی زندگی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔"اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"کیا تم شیور ہو کہ وہ کسی قسم کی الیگل سرگرمی میں نہیں پڑا ہوا؟ جیسے کہ ڈرگز؟ مافیا؟ یا پھر بارز یا کلبز وغیرہ؟"وہ نارمل سے انداز میں پوچھ رہے تھے۔"کوئی لڑکی وغیرہ کا چکر تو نہیں ہے؟اگر ایسا کوئی معاملہ ہے تو ہم اسے بھی عاہل کے خلاف استعمال کر سکتے۔۔۔"شہریار اپنی بات مکمل نہ کر سکے کیونکہ وانیا ان کی بات کاٹ چکی تھی۔

"وہ روتا ہے!"اس نے قدرے بلند لہجے میں کہا۔شہریار چونکے۔"اسے نائٹ میئرز آتے ہیں! وہ سو نہیں پاتا ہے اس لیے نیند کی گولیاں کھاتا ہے! ہر رات مسجد میں جا کر زار و قطار سجدے میں گرا روتا رہتا ہے اور صرف ایک چیز مانگتا ہے!"اس نے چہرہ اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا۔وہ حیرت لیے اسے دیکھ رہے تھے۔"کہ آپ کا دل اس کے لیے نرم پڑ جائے!"وانیا کی آنکھیں یکدم ہی سُرخ ہو گئی تھیں۔

"تم یہاں کر کیا رہی ہو وانیا؟"وہ مشکوک نظریں لیے اب اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اس کی جاسوسی کرنی ہے۔ لیکن زندگی میں پہلی بار مجھے لگ رہا ہے میں نے اس کام کے لیے ہامی بھر کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرلی۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ "عاہل پر نظر رکھنا بے کار ہے۔ آپ کو اس سے مل کر اسے معاف کر دینا چاہیئے!" وہ جیسے بات کا اختتام کر رہی تھی۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔" شہریار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"کیوں ایسا کیوں ممکن نہیں ہے؟" وہ بھی اٹھ کر اب ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

"آخر آپ مجھے سچ بتا کیوں نہیں دیتے؟ آخر اس نے ایسا بھی کیا کر دیا تھا جو آپ اسے معاف نہیں کر سکتے؟" وہ کچھ مزید بگڑ کر بولی۔

"میرے بیٹے کی زندگی برباد کر دی ہے اس نے!" شہریار کی آواز بلند ہوئی تھی۔

وانیا ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گئی۔ انہوں نے آج تک وانیا سے کبھی بلند آواز میں بات نہیں کی تھی۔ لیکن آج بات عصام پر آگئی تھی۔

"تمہیں جاننا ہے نا اس نے ایسا کیا کیا تھا جو میں اسے معاف نہیں کر سکتا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہے تھے۔ "وہ دوست تھا اس کا اور اس نے اسے دھوکا دیا۔ اس کی

اپنی زندگی میں کچھ اچھا نہیں تھا تو وہ عصام سے حسد کرنے لگا۔ میرے بیٹے کو ایک لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔He loved her like breathing اور عاہل نے اسے چھیننے کی کوشش کی اور اس کی کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ لڑکی آج اس دنیا میں ہی موجود نہیں ہے! اور میرا بیٹا اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے!"

وہ دم سادھے انہیں سن رہی تھی۔ شہریار نے وانیا سے بھی علینا کو لے کر جھوٹ بولا تھا۔ اگر وانیا عاہل کی سائیڈ لے رہی تھی تو پھر اسے سچ بتانا کسی صورت بھی سیف نہ تھا۔

"تو مس وانیا کبیر وہ جتنا مرضی رو لے، جتنی مرضی دعائیں مانگ لے میں اسے معاف نہیں کروں گا کیونکہ جو اس نے مجھ سے چھینا ہے وہ مجھے کبھی واپس نہیں مل سکتا!" وہ جیسے اپنا اٹل فیصلہ اسے سنا چکے تھے۔

وہ خاموش کھڑی رہی۔ "تم یہ کام مزید کرنا چاہتی ہو تو کرو ورنہ ابھی میرے ساتھ واپس پاکستان چلو۔ میں تمہیں کوئی اس سے بہتر کام دلواتا ہوں جہاں تم اپنا دماغ صحیح جگہ پر لگا سکو!" وہ جانتی تھی وہ طنز کر رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

"نہیں! میں کام جاری رکھوں گی اور آئیندہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی!" وہ واپس سے اپنے ازلی سنجیدہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

شہریار اسے سچ بتا کر واپس پاکستان آ گئے تھے لیکن پھر بھی وہ اس سے نفرت نہ کر پائی۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سال گزر گیا اور جنوری آ گیا۔ یہ تین جنوری کی رات تھی۔ وہ مسجد میں آج بھی رات کو سجدے میں گرا روتا رہا تھا۔ آج وہ پہلے سے بھی زیادہ رو رہا تھا۔ آج وہ دن تھا جس دن سب برباد ہوا تھا۔ اس نے آج بھی وہی دعا مانگی جو وہ ہمیشہ مانگتا تھا۔ پھر وہ وہیں بیٹھا کچھ دیر جائے نماز پر بنے ڈیزائن پر انگلی پھیرتا رہا۔

"کیا میری واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے؟" اس نے آہستہ سے گیلی آنکھیں لیے کہا۔ چند سیکنڈز گزرے اور پارٹیشن کے پیچھے سے آواز آئی۔

"واپسی کا راستہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ تم واپس جانے کی کوشش کرو۔" وانیا نرم سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

عاہل یکدم چونکا۔ وہ اردو میں بولا تھا اور اسے جواب بھی اردو میں ملا تھا۔ اسے لگا تھا کہ وہاں وہ اکیلا تھا۔

"لیکن میں اگر واپس گیا بھی تو مجھے کوئی معافی نہیں دی جائے گی۔" اسے معلوم نہ تھا کہ وہ ایک انجان عورت سے بات کیوں کر رہا تھا؟ شاید اس لیے کہ اس کے پاس بات کرنے کے لیے کوئی نہ تھا۔

"تم واپس جاؤ۔ واپسی کا راستہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ کیا پتا واپسی کا کوئی طریقہ مل جائے؟" وہ کہہ رہی تھی۔

اور یہ وہی رات تھی جب عاہل نے فیصلہ لیا تھا کہ وہ واپس جا کر شہریار سے دوبارہ ملے گا اور معافی مانگے گا۔ اسے ان کی معافی کے لئے جو بھی کرنا پڑا وہ کرے گا۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اگر وانیا کبیر نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی واپس نہ آ پاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ پاکستان واپس آ گیا تھا اور وہ شہریار سے بھی مل چکا تھا۔ شہریار نے اسے معاف کر دیا تھا اور اپنے ساتھ کام کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ اس ایک سال کے درمیان وانیا نے شہریار کا دل عاہل کی طرف سے نرم کرنے کی بہت کوشش کی تھی جو کہ کامیاب ہو گئی تھی۔

اس رات جب عاہل جی آئی بی سے چلا گیا تو وہ آفس میں شہریار کے ساتھ آبیٹھی۔ دانیال اس وقت تک جا چکے تھے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا۔ وہ واپسی کا راستہ چاہتا ہے۔" وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہی تھی۔ شہریار مدھم سا مسکرائے۔ پھر ذرا آگے کو جھکے۔

"ٹھیک ہے میں نے مان لیا کہ میں غلط تھا۔" وانیا نے سر کے خم سے ان کی بات تسلیم کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ "لیکن یہ تم نے کیا کیا ہے اپنے ساتھ وانیا؟" وہ اس پر اپنی نظریں جمائے کہہ رہے تھے۔ ان کی نظروں میں افسوس تھا۔

وہ چند لمحے انہیں دیکھتی رہی پھر سر کو کرسی کی پشت کے ساتھ ٹکا دیا اور سفید روشنی سے مزین چھت کو تکنے لگی۔

"برباد۔" اس کا چہرہ ہنوز سنجیدہ تھا۔ "محبت بہت بُری چیز ہے اور یکطرفہ محبت تو بربادی ہے۔"

"وانیا کبیر کو دو چیزیں نہیں ہو سکتیں۔ ایک ہار اور دوسری محبت۔" شہریار حیرت کا شکار ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔ "یہ تم خود کہا کرتی تھیں۔"

وانیا نے سر سیٹ کی پشت پر ٹکائے ہوئے ہی گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"مجھے دونوں ہو گئی ہیں۔ میں اس کی محبت میں خود کو ہار بیٹھی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

اور شہریار نے وانیا کبیر کو زندگی میں پہلی بار اپنی تکلیف پر مسکراتے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہریار نے اسے ایک سال کے لیے واپس امریکہ میں ایک آسائنمنٹ پر بھیج دیا تھا۔ عاہل پاکستان آچکا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وانیا عاہل سے ہر صورت دور رہے۔ وہ وانیا کی عاہل سے جذباتی وابستگی سے واقف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ مزید بڑھتی۔ وانیا نے بھی انکار نہیں کیا۔ وہ جانتی تھی انکار کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ وہ پاکستان میں رہ کر کام کرتی یا پھر دنیا کے کسی کونے میں بھی، وہ عاہل مستجاب کو بھولنے والی نہیں تھی۔ وہ اسے بھول پانے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ ایک سال میں عاہل نے پاکستان میں جو کچھ بھی کیا تھا، وانیا کو سب معلوم تھا۔ امریکہ میں رہتے ہوئے بھی اسے عاہل کے بارے میں سب معلوم ہوتا تھا۔ یہ جان کر کہ وہ اب بھی راتوں کو اٹھ کر روتا تھا، اسے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ وہ چاہ کر بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ پھر ایک دن اچانک شہریار نے اسے کال کی۔ شہریار اسے عاہل سے

دور رکھنا چاہتے تھے لیکن انہیں عاہل کے معاملے میں وانیا سے زیادہ اور کسی پر بھروسہ بھی نہ تھا۔ انہوں نے اسے بتایا کہ ایک بچی تھی جسے سیکس ٹریفک کیا گیا تھا۔ پہلے پہل تو اسے اس کیس میں کوئی انٹرسٹ محسوس نہیں ہوا لیکن جیسے ہی انہوں نے اسے بتایا کہ وہ بچی عاہل کی بہن تھی، اس نے اگلے لمحے ہی آسائمنٹ کے لیے ہاں کہہ دی تھی۔ اس نے عاہل کو بھی اپنے ساتھ رکھنے کی ہامی بھر لی۔ اس کے مشنز جس مرضی نوعیت کے بھی ہوتے تھے لیکن اس نے آج تک کبھی کسی غیر مرد کے ساتھ ایک ایک چھت شیئر کرنے پر ہامی نہیں بھری تھی۔ مگر وہ عاہل کے لیے مان گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کیسا مرد تھا۔

ایئرپورٹ کے باہر وانیا نے اسے پورے ایک سال بعد اپنی نظروں کے سامنے دیکھا تھا۔ اور لاشعوری طور پر وہ اس کا پیچھا کرنے لگی جس طرح ایک سال پہلے کرتی تھی۔ اس نے عاہل کی گردن پر خنجر صرف یہ جاننے کے لیے رکھا تھا کہ وہ اپنا ڈیفینس کرنا جانتا تھا بھی یا نہیں؟ اور یہ جان کر اسے خاصی مایوسی ہوئی تھی کہ اسے سیلف ڈیفینس نہیں آتا تھا۔ لیکن خیر ہے۔ اسے آتا تھا اور اس نے اسی بنیاد پر اسے معصوم کہا تھا۔ آج سے دو سال پہلے بھی وانیا کو وہ کمیونیٹی سینٹر میں روتا قصوروار ہوتے ہوئے بھی معصوم لگا تھا۔ وہ اس معاملے میں اپنی رائے

کا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔اسے عاہل کو تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یکدم ہی اس پر پھٹ پڑے گا۔عاہل کے غصے سے اسے خوف محسوس ہوا تھا۔فجر کی نماز پڑھنے کے دوران جب اس نے عاہل کو خود سے معافی مانگتے سنا تو اسے خوشی محسوس ہوئی۔دو سال پہلے وہ اس وقت صرف اسے روتا سنتی آئی تھی۔آج دو سال بعد وہ اسے نیند میں بڑبڑاتا سن رہی تھی۔یہ تبدیلی اسے اچھی لگی تھی۔ناشتہ بنانے کے دوران اس کا دھیان بار بار عاہل کی طرف بھٹک جاتا تھا۔گہری نیند میں سوتا ہوا وہ اسے سکون دے رہا تھا۔وہ بہت رویا تھا۔ سکون کے کچھ لمحوں پر حق تو اس کا بھی بنتا تھا۔اس نے اس کیس پر اپنی جان لگا دی تھی صرف اس لیے کیونکہ وہ بچی عاہل کے لیے ضروری تھی۔پلان سنانے کے بعد عاہل نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ اتنی جلدی صبح کیوں اٹھ گئی تھی؟اور اس کے جواب میں عاہل کا جورِ عمل تھا،اس نے وانیا کا دل بہت بُرے انداز میں دُکھایا تھا۔

"تم نماز پڑھتی ہو؟"اس کے سوال سے زیادہ وانیا کو اس کے چہرے پر موجود حیرانی نے تکلیف دی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مسلمان تھی۔اس کا باپ کرسچن تھا اور ماں مسلمان لیکن اسلام کا انتخاب اس نے اپنے لیے خود ہی کیا تھا۔عاہل مستجاب دو لوگوں کی زندگیاں برباد کرنے کے بعد بھی نماز میں اللہ سے معافی مانگ سکتا تھا۔لیکن وہ ویسٹرن لباس پہننے اور اپنے کام کی نوعیت کی بنیاد پر نماز نہیں پڑھ سکتی تھی۔کیسا کھلا تضاد تھا!

وہ روزانہ ارد گرد پر نظر رکھنے کے لیے باہر نکل جاتی تھی۔ہوٹل کی مالکن بہت کھڑوس واقع ہوئی تھی اور اسے منانا ضروری تھا۔انہیں میکسیکو میں لوپروفائل رہنا تھا۔وہ کسی کی نظر میں آنا افورڈ نہیں کر سکتے تھے اس لیے وانیا نے اس عام سے ہوٹل کا انتخاب کیا تھا۔جب وہ عاہل کو بلڈنگ کی مالکن سے ملوانے کے لیے لائی تو روم کے دروازے کے باہر عاہل نے اس سے ایک بات کہی تھی جو کسی نیزے کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئی تھی۔

"ویسے تمہیں معلوم ہے تم بلکل بھی وائف مٹیریئل نہیں ہو!"

کیا وہ اس کے بارے میں یہ سوچتا تھا؟ وہ بھی ایک عورت تھی۔اسے بھی گھر بنانے کا شوق تھا۔لیکن شاید عاہل مستجاب کی زبان کو کڑوا ہوئے بہت عرصہ گزر گیا تھا۔اب کوئی میٹھی

بات اس کی زبان سے نکلتی ہی نہیں تھی۔یہ بات وانیا نے نوٹس کی تھی۔ایک سال میں وہ حد سے زیادہ ہی غصہ ور اور تلخ ہو گیا تھا۔

وہ جانتی تھی عاہل کو گولی لگی تھی۔شہریار نے اسے تمام معاملے کے بارے میں بتادیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔وہ چار دیواری کے بغیر نہیں سو سکتی تھی اور ایسے میں وہ چاہ کر بھی عاہل کو اپنا روم نہیں دے سکتی تھی لیکن جب اس نے واشروم میں عاہل کی خون سے بھری پٹیاں دیکھیں تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ آج سے اس کا روم استعمال کرے گا۔اگر وہ یونہی صوفے پر سوتا رہا تو اس کا زخم جو کہ پہلے سے ہی خراب تھا مزید خراب ہو جائے گا۔

"کاش یہ میری ہو سکتیں!"ہوٹل سے نکل کر ہوسپٹل جانے کے راستے میں وہ عاہل کی آنکھوں کے بارے میں بے دھیانی میں کہہ بیٹھی تھی۔

پچھلے ایک دو سالوں میں اس نے کئی بار خود سے ایک سوال پوچھا تھا۔

"کیا وہ کبھی اس کا ہو پائے گا؟"لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملتا تھا اور آج یوں اچانک دل کی بات زبان پر آگئی تھی۔واپسی پر کچھ لوکل گنڈے ان کے پیچھے پڑ گئے تھے۔لیکن کچھ ایسا ہوا تھا جس کی توقع وانیا نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں کی تھی۔عاہل مستجاب اس کی ڈھال بنا تھا۔

پھر وہ یکدم ان سب سے لڑنے لگی تھی۔اور اس سب میں عاہل کو بچاتے بچاتے وہ خود کو زخمی کر بیٹھی تھی۔لیکن اسے تکلیف نہ ہوئی۔ایسے کئی زخم اسے پچھلے کئی سالوں میں لگ چکے تھے۔اسے خوشی محسوس ہوئی کیونکہ پچھلے کئی سالوں میں کوئی اس کی تکلیف پر پریشان نہیں ہوا تھا۔آج عاہل اس کی تکلیف پر پریشان ہوا تھا۔کیا دنیا جنت بن گئی تھی؟وہ سوچ رہی تھی۔

وہ جب لڑتی تھی تو قابو سے باہر ہو جاتی تھی،لیکن اس رات عاہل نے اسے سنبھال لیا۔صبح اسے شہریار کی کال آئی تھی۔شاید انہیں عاہل سے کچھ معلوم ہو چکا تھا۔لیکن اب جو تھا،سو تھا۔وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسے جب کال پر معلوم ہوا کہ ماہی کو تیمور کے ساتھ مل کر میکسیکو میں بیچنے والا کوئی اور نہیں بلکہ رایان تھا تو اسے اندازہ نہ تھا کہ عاہل کا ری ایکشن کیا ہونے والا تھا۔لیکن اس کا اتنا شدید ری ایکشن دیکھ کر یکدم ہی اسے غصہ آگیا۔وہ اس کا ماضی جانتی تھی۔شہریار اسے سب بتا چکے تھے لیکن یہ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اپنی تکلیف کی وجہ سے دوسروں کی تکلیف پر کوئی نگاہ ہی نہ ڈالتا۔اس نے اسے گھر سے نکال دیا۔وہ چاہتی تھی کہ وہ جائے اور لوگوں کی تکلیفیں دیکھے۔

جب تک وہ دوسروں کی تکلیفیں نہیں دیکھے گا اسے اپنی تکلیف دنیا کی سب سے بڑی تکلیف ہی لگے گی اور ایسا ہونے کی صورت میں وہ کبھی آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ شہریار اس کا ری ایکشن دیکھنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے وانیا سے کال نہ کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ عاہل غصے میں یکدم بپھر جائے گا اور وہ وانیا کو یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ اسے ایک ایسے مرد کی ضرورت تھی جو نرم مزاج رکھتا نہ کہ غصیلہ اور جلدری ایکٹ کرنے والا مزاج۔ اور ان کا اندازہ صحیح نکلا تھا۔ عاہل وانیا کے ساتھ بھی سختی سے پیش آیا تھا۔

اندر کہیں وہ جو کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہی تھی، اس غلط فہمی کا غبارہ یکدم ہی پھٹا تھا اور اسے تکلیف ہوئی تھی۔

Clubb of Quality Content!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ہوٹل سے نکل کر یونہی فٹ پاتھ پر چلنے لگا تھا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ وہ کیسے اس کے ماضی کے بارے میں جانتی تھی؟ کیا شہریار انکل نے اسے سب بتایا تھا؟ ہاں شہریار انکل نے ہی سب بتایا ہو گا۔ ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟

اسے ابھی تک یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ اس کے سگے بھائی نے اس پر گولیاں چلوائی تھیں؟ اگر وہ مر جاتا تو کیا رایان کو کوئی فرق پڑتا؟ اگر وہ مر جاتا تو کیا اس کے باپ کو کوئی فرق پڑتا؟ وہ جواب جانتا تھا۔ "نہیں۔ کسی کو کوئی فرق نہ پڑتا۔" اور ماہی؟ اس نے تیمور کے ساتھ مل کر اس سے بدلا لیا۔ وہ ایک بار ماہی کو لے کر پاکستان پہنچ تو جائے بس، وہ رایان کو جان سے مار ڈالے گا!

کچھ گھنٹے گزرے جب وہ چلتے ہوئے ایک اسلم (slum) کے پاس آ گیا تھا۔ اسے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر اپنی بائیں جانب دیکھا۔ وہ ایک اسلم ایریا تھا جہاں چھوٹی چھوٹی جھونپڑپٹیاں تھیں۔ میکسیکو سٹی کے غربت کی لکیر سے نیچے موجود لوگ یہاں رہتے تھے۔ وہاں لوگوں کا ایک جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ عاہل ذرا آگے آیا تو دیکھا کہ وہ سب ایک عورت کی لاش کے گرد کھڑے تھے۔ خون زمین پر پھیلا ہوا تھا اور ایک مرد اس عورت کے سینے پر سر رکھے بلک بلک کر رو رہا تھا۔ دور کہیں پولیس اور ایمبولینس کے سائرن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

"یہاں کیا ہوا ہے؟" اس نے ہجوم میں کھڑے ایک شخص سے اسپینش میں پوچھا۔

"کیا ہونا تھا؟ یہ اس عورت کا شوہر تھا۔ بیوی پریگننٹ تھی اس کی۔ نو ماہ ہونے ہی والے تھے۔ اپنی فیملی کے لیے کچھ قرضہ لیا تھا اس نے لیکن واپس نہ کر سکا تو مافیا والوں نے اس کی بیوی کو گولیوں سے بھون دیا۔ بچہ بھی مر گیا۔" وہ آدمی یوں کہہ رہا تھا کہ جیسے کوئی نارمل بات کر رہا ہو۔

عاہل حیرت سے اس آدمی کا چہرہ دیکھنے لگا۔ ایک آدمی کی بیوی اور بچہ مار دیا گیا تھا اور یہ ان لوگوں کے لیے عام سی بات تھی؟ اس نے ایک نگاہ اس روتے بلکتے آدمی پر ڈالی جو اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ پھر سے چلنے لگا۔ اب کہ اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت فٹ پاتھ کے کنارے ایک کپڑے پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ اتنی بوڑھی تھی کہ عاہل کو لگا جیسے وہ مرنے ہی والی ہو۔ ساتھ ہی کچھ اور معزور لوگ بیٹھے تھے۔ کسی کا ہاتھ نہیں تھا، کسی کی ٹانگ، تو کسی کا نچلا دھڑ۔ کچھ لوگ اندھے بھی تھے۔ سب کے آگے کٹورے پڑے ہوئے تھے جن میں چند سکے تھے۔ بے اختیار اس کا دھاریں مار کر رونے کو جی چاہا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ وہاں مزید کھڑے ہونے کی اس میں ہمت نہ تھی۔

وہ ایک بار پھر چلنے لگا۔ پھر تھک کر سڑک کنارے موجود ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ سر بینچ کی پشت کے ساتھ ٹکا دیا۔

کیا تکلیفیں صرف اسی کی زندگی میں تھیں؟ کیا اس نے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی تھی؟

اس نے اپنے ذہن پر زور دیا۔

اس نے ایک راز افشاں کیا تھا اور سب بگڑ گیا تھا۔

حیدر نے علینا کو تکلیف پہنچائی تھی۔

عصام کی یادداشت چلی گئی تھی۔

علینا کوما میں تھی۔

شہریار کی ہیپی فیملی برباد ہو گئی تھی۔

زنیرہ کی موت ہو گئی تھی۔

اور اب اس کی وجہ سے ماہی یہاں میکسیکو میں ٹریف کر دی گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے ایک راز پر سے پردہ اٹھا کر سب برباد کر دیا تھا۔وہ کس منہ سے اپنی تکلیفوں پر روتا تھا؟اس نے دوسروں کو کئی تکلیفیں دی تھیں۔

وہ کچھ وقت مزید اسی بینچ پر بیٹھا اپنے سامنے سڑک پر چلتی ہوئی ٹریفک کو دیکھتا رہا۔پھر اٹھ کھڑا ہوا۔سڑک کے ذرا قریب آ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی روکی۔گلابی رنگ کی ٹیکسی رکی اور وہ اس میں سوار ہو گیا۔شام کا وقت تھا جب وہ ٹیکسی میں سے ہوٹل کے سامنے اترا۔اس نے روم کے دروازے کے ساتھ لگی بیل بجائی۔کچھ منٹوں بعد دروازہ کھلا تو وانیا اس کے سامنے کھڑی تھی۔چہرہ سنجیدہ تھا۔

"آئی ایم سوری۔"اس نے دھیمے اور نرم سے لہجے میں کہا۔وہ چند لمحے کھڑی اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر راستے سے ہٹ گئی۔

عاہل کچھ حیران ہوا۔اسے لگا تھا وانیا اس پر غصہ کرے گی لیکن اس نے ایسا کچھ نہ کیا۔وہ اندر آ گیا۔

"جا کر تیار ہو جاؤ۔ہم کھانا کھانے باہر جا رہے ہیں۔"

اس نے وانیا کی طرف دیکھا۔وہ جینز پر سفید ٹی شرٹ اور سیاہ جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔بال میسی بن میں بندھے ہوئے تھے۔کچھ لٹیں نکل کر اعتراف میں بکھری ہوئی تھیں۔اس نے سوال پوچھنا ضروری نہ سمجھا۔ابھی دوپہر میں ہی وہ وانیا سے لڑا تھا،وہ دوبارہ لڑنا نہیں چاہتا تھا۔اثبات میں سر ہلا کر وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔جب باہر نکلا تو آدھے آستینوں والی سفید پولو شرٹ اور سیاہ جینز پہنے ہوئے تھا۔وانیا کی نظر اس کے کسرتی بازوؤں پر پڑی تھی۔اس نے پہلی بار آدھے بازوؤں کی شرٹ پہنی تھی۔وہ ضرور جم کرنے کا عادی تھا۔اس نے اندازہ لگایا۔

وہ اسے لیے ہوٹل سے نکل آئی تھی۔عاہل خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" وہ گردن موڑے اس کا چہرہ دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"پیزا کھانے۔" وہ سامنے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا ہمیں لوپروفائل رہنا ہے اس لیے ہم زیادہ باہر نہیں جا سکتے؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"ہم نہیں تم! گولی تمہیں لگی ہے اور تمہارا ملک سمجھتا ہے کہ تم لندن میں علاج کروا رہے ہو۔" اس نے سنجیدہ سے انداز میں کہا۔

"تو اب میں تمہارے ساتھ کیوں جا رہا ہوں؟" اس نے آبرو سُکیڑ کر کہا۔

"کیونکہ میں تمہیں ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ فکر مت کرو میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی لڑکی بُری نظر سے نہیں دیکھے گی!" انداز کچھ طنزیہ سا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں کسی سے لڑ نہیں سکتا کیا؟" اس نے چڑ کر کہا۔ وانیا کی طرف سے جواب نہ آنے پر وہ ہونہہ کہہ کر چہرہ موڑ گیا۔ اور وہ سر جھکا کر اس کے ایسا کرنے پر کھل کر مسکرائی تھی۔

Clubb of Quality Content!

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک ریسٹورانٹ میں گلاس وال کے ساتھ موجود ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وانیا نے اپنے اور عاہل کے لیے ایک ویجٹیبل پیزا اور فرائز آرڈر کیے تھے۔

"ویسے تمہارا فگر دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ تم پیزا اور فرائز کھا سکتی ہو!" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ طنز کر رہا تھا۔

"تمہارا ابھی یہ ہینڈسم چہرہ دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ تم اتنی بکواس کر سکتے ہو!" وہ مسکرا رہی تھی۔ پھر یکدم اس کا چہرہ سنجیدہ ہوا۔ "اب اگر کھانا کھانا ہے تو کھاؤ ورنہ بھوکے مرو!" وہ سنجیدہ انداز میں کہہ کر کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔ عاہل کے چہرے پر موجود مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ بدتمیز لڑکی ہونہہ!

کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں واپس ہوٹل آ گئے تھے۔

"لڑنا جھگڑنا ہو گیا، کھانا کھایا جا چکا ہے اور تمہارا سڑا ہوا چہرہ بھی میں نے دیکھ لیا ہے تو اب کام کی بات پر آتے ہیں!" وہ کہتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ عاہل اس کے ساتھ صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"بولو۔" وہ اب اس کی بات سننے کے لیے تیار تھا۔

"تیمور اور رایان ملے ہوئے ہیں۔ تیمور نے رایان کے ذریعے ماہی کو یہاں میکسیکو میں ٹریفک کروایا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تیمور اس مڈل مین کو جانتا ہے۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی تو عاہل نے کہا۔ "اور؟"

"ایک اور اچھی بات ہمیں معلوم ہوئی ہے۔لڑکیوں کو ایک انڈیپینڈنٹ سیکس ٹریفیکنگ گروہ کو بیچا گیا ہے۔اگر کسی مافیا کو بیچا گیا ہوتا تو ہمیں ان تک پہنچنے میں بہت وقت لگتا۔"

"اور اس کا مطلب کیا ہے؟"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انڈیپینڈنٹ گروہ مڈل مین کے ذریعے کسی اور کو وہ لڑکیاں بیچنے والا ہے۔ہو سکتا ہے وہ ان لڑکیوں کو اس ملک میں کسی دوسرے مافیا کے گروہ کو بیچ دے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکیوں کو اس ملک کے الگ الگ بروتھلز(brothels)پر بیچ دے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کلائنٹس کی ڈیمانڈ کے چلتے انفرادی طور پر لڑکیاں بیچے۔ آسان لفظوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے اس لیے ہمیں اس مڈل مین تک جلد سے جلد پہنچنا ہے۔وہ ان لڑکیوں کو میکسیکو میں لا چکے ہوں گے اور اب بس انہیں بیچنے کا عمل باقی ہے!"

"اور وہ مڈل مین کون ہے؟"عاہل کا چہرہ وانیا کی آخری بات سن کر مکمل طور پر سنجیدہ ہو گیا تھا۔وقت کم تھا۔

وانیا نے اپنا موبائل نکالا اور چند ایک کلکس کرنے کے بعد موبائل کی اسکرین عاہل کے چہرے کے سامنے کر دی۔

"مارکس ہولنگ۔" اسکرین پر ایک سیاہ فام کی کی تصویر تھی۔ سیاہ رنگ کے ٹریک سوٹ نما لباس پہنے اس کے چہرے کے علاوہ باقی تمام جسم پر ٹیٹوز بنے ہوئے تھے۔ آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی۔ "ماہی کو لے کر اس انڈیپینڈنٹ گروہ کے ساتھ تیمور کی ڈیل کروانے والا مارکس ہی تھا اور آگے بھی یہی ڈیل کرنے والا ہے۔"

"اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ابھی تک تیمور نے ہمیں جو بھی بتایا ہے وہ سچ ہے؟" عاہل ایک آبرو اٹھائے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تیمور کی بہن صدر کی بہو ہے! اور وہ صدر کی بیڈ بوکس میں آچکا ہے!" وہ کھل کر معنی خیز سا مسکرائی تو عاہل بھی کھل کر مسکرا دیا۔

Clubb of Quality Content

"اب یہ بتاؤ یہ مارکس ہمیں ملے گا کہاں؟" وہ مسکراتا ہوا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"کینکون!" وہ مسکرائی تو ہونٹ ایک طرف سے اوپر کو اٹھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کینکون (Cancún) کنٹانارو (Quintana Roo) کی اسٹیٹ کا سب سے بڑا اور سب سے مشہور شہر تھا۔ اس شہر کے دو حصے تھے۔ El Centro اور Zona

Hotelera۔ایل سینٹر وڈاؤن ٹاؤن کینکون تھا۔یہ شہر کا مرکز تھا جہاں رہائشی علاقے کے ساتھ ساتھ کسی بھی بڑے شہر کی تمام سہولیات موجود تھیں۔زوناہوٹیلیرا کینکون کا ہوٹل زون تھا۔یہ سمندر کے کنارے واقع ایک ساحلی پٹی تھی جو کہ ٹورسٹس کے لیے بنائی گئی تھی۔ کینکون شہر اپنی سیاحت کی وجہ سے مشہور تھااور اسی وجہ سے میکسیکو کے ملک کی ستر فیصد جی ڈی پی کا بھی ذمہ دار تھا۔اور سب سے زیادہ سیکس ٹریفیکنگ اور سیکس ایکسپلائیٹیشن بھی اسی شہر میں ہوتی تھی۔یہاں کے ہوٹلز، بارز اور کلبز میں دوسرے ملکوں سے ٹریفک کی گئی لڑکیاں مہیا کی جاتی تھیں۔اور یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں بھی وہاں جارہے تھے۔وہ دونوں فلائٹ سے سیدھاڈاؤن ٹاؤن کینکون آگئے تھے۔

اس وقت وہ دونوں ایک موٹیل کی ریسیپشن کے سامنے کھڑے تھے جب وہاں ایک لڑکا اور لڑکی آکھڑے ہوئے۔لڑکے نے ریسیپشنسٹ سے کچھ کہا تھا اور بدلے میں اس نے ایک کمرے کی چابی اس کی طرف بڑھادی۔

"یہ ہمیں ان دنوں کی طرح اتنی آسانی سے کمرہ کیوں نہیں دے رہا؟" عاہل وانیا کے کان کے پاس جھکا سر گوشی کی مانند کہہ رہا تھا۔

"کیونکہ یہ لڑکا ایک پولیس والا ہے اور اس کے ساتھ موجود لڑکی ایک کال گرل ہے اور یہاں میکسیکو میں پروسٹیٹیوشن لیگل ہے۔" وہ بھی ہلکی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "میں نے کیونکہ ہمارا میرج سرٹیفیکیٹ دیا ہے اس لیے انہیں چیک کرنے میں ٹائم لگ رہا ہے۔"

"ویسے یہ میرج سرٹیفیکیٹ تم نے کب اور کیوں بنوایا؟"

"ہمیں موٹیل یا پھر ہوٹل میں رہنا تھا اور یہاں کینکون میں اکثر پولیس ریڈ کرتی رہتی ہے اور اگر ہمیں ایسی کسی صورت سے خود کو محفوظ رکھنا ہے تو پھر اس کے لیے میرج سرٹیفیکیٹ سب سے اچھا طریقہ ہے۔ کوئی بھی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اور جہاں تک بات ہے کہ میں نے یہ کب بنوایا تو وہ میں تمہیں نہیں بتانے والی!" اس نے عاہل کی طرف دیکھا۔ "ایک اچھا ایجینٹ کبھی بھی اپنے سورسز دوسروں کو نہیں بتاتا!" وہ کہہ کر مسکرائی تھی۔ عاہل نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔

وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک بیڈ اور اٹیچڈ باتھ روم تھا۔ کھڑکی کے سامنے ایک صوفہ تھا۔ کھڑکی کھولو تو باہر ایک چھوٹی سی بالکنی تھی۔ صوفے پر اس کی نظر پڑی تو وہ مسکرایا۔ تین دنوں میں اسے صوفے کی بہت عادت پڑ گئی تھی۔ اس نے مڑ کر وانیا کو دیکھا۔ وہ اپنے بیگ

میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔اس کا دھیان عاہل کی طرف نہ تھا۔عادت تو کسی اور کی بھی پڑ گئی تھی۔۔۔اس نے سوچا لیکن اگلے لمحے ہی شہریار کے کہے ہوئے جملے اس کے ذہن میں گونجنے لگے۔وہ بلکل صحیح کہتے تھے کہ وہ اس کے قابل نہ تھا۔

وہ ایک دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ایک ایسا دلدل جس سے نکلنے کے امکانات اسے بہت کم لگتے تھے۔ایسے میں وہ اس لڑکی کو کسی بھی قسم کی امید نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے چند لمحوں کی خوشی کے لیے وہ اسے زندگی بھر کے لیے کوئی غم دے دیتا۔وہ اب کسی کو مزید کوئی غم نہیں دینا چاہتا تھا۔اور وانیا کبیر کو تو بلکل بھی نہیں۔۔۔

وہ اس کے لیے بہت اہم ہوگئی تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ وہ اسے کوئی غم دیتا۔وہ اتنا خود غرض نہ تھا۔

وانیا کی نظر خود کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے عاہل پر پڑی تو وہ ذرا سا چونکی۔وہ اسے اتنی محبت بھری نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا؟ وہ اسے ایسے تو نہیں دیکھا کرتا تھا۔اندر کہیں خوشی بھی محسوس ہوئی تھی۔

"عاہل!"اس نے نرمی سے اس کا نام پکارا تو وہ واپس سے اپنے ہوش میں آیا۔

"ہمم۔" لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے اپنے نرم پڑے تاثرات سنجیدہ کیے تھے۔

"ہمارے پاس اب بس دو دن ہیں۔" اس نے جیسے اسے یاد دلایا تھا۔

"پلان بتاؤ!" عاہل صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وانیا بھی اس کے ساتھ آبیٹھی تھی۔ اس نے میپ کھول کر اپنے سامنے موجود ٹیبل پر پھیلایا تھا۔ وہ ٹیبل پر ذرا آگے کو جھکی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سُرخ رنگ کا مارکر تھا۔

"کینکون میں بہت سے ہوٹلز، بارز اور کلبز ایسے ہیں جو غیر قانونی طور پر سیکس ٹریفک کی گئی لڑکیوں کو ٹورسٹس کی انٹرٹینمنٹ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔" وہ مارکر سے نشان لگاتی کہہ رہی تھی۔ "ہم ہر ایک کو چیک نہیں کر سکتے اور نہ ہی لوکل پولیس سے جا کر مدد لے سکتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف وہی لوگ مدد کے لیے موجود ہوں گے جو جی آئی بی کے لیے کام کرتے ہیں بس۔ مارکس ہولنگ کینکون میں بہت سرگرم رہتا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے مارکس تک پہنچنا ہے۔"

"اور ہم مارکس تک کیسے پہنچیں گے؟"

"میرے سورس کے ذریعے۔"وہ مسکرائی۔"میرا سورس ہمیں مارکس تک لے کر جائے گا۔اور پھر مارکس ہم سے ملے گا۔"

"وانیا وہ سب ٹھیک ہے لیکن مارکس نے اپنی بہن نہیں بیاہی ہوئی میرے ساتھ کہ وہ ہم سے ملے گا!"اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔وانیا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"اوہ وہ تم سے ضرور ملے گا اور وہ صرف تم سے ہی ملے گا!"وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"کیوں؟میں اس کی پھپھو کا بیٹا ہوں؟"وہ ایک آبرو اٹھائے بیزاری سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔تم اس کی پھپھو کے بیٹے نہیں ہو۔تم اس کے کلائنٹ ہو!"اس بار وہ مسکرائی تو ہونٹ ایک طرف سے اوپر کو اٹھا تھا۔

"واٹ؟"وہ بے حد حیران تھا۔"میں اس کا کلائنٹ کب بنا؟"

"کل رات جب میں پلان بنا رہی تھی!"وہ مسکرا رہی تھی۔

"تم آخر پلان بناتی کب ہو؟اور مجھے پتا کیوں نہیں چلتا؟"وہ کچھ بیزار ہوا۔

"کیونکہ میں تمہیں معلوم نہیں ہونے دینا چاہتی۔جب تک میں نہ چاہوں تم مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکتے!" کہہ کر اس نے ایک ادا سے شانے اچکائے تھے۔

"لیکن میں اس کا کلائنٹ بنوں گا کیسے؟"

"میرا سورس ہمیں مارکس کے مینیجر سے ملوائے گا اور وہ آگے مارکس سے۔تم اس کے سامنے ایک کلائنٹ بن کر جاؤ گے جسے لڑکیاں خریدنی ہیں۔اور جب وہ تم سے ملے گا، تب! وہی ہو گا ہمارا چانس! ہم مارکس کو پکڑیں گے اور اس سے ماہی اور باقی لڑکیوں کے بارے میں اُگلوالیں گے۔باقی کا کام بہت آسان ہے!" وہ آخر میں مدھم سا مسکرائی۔

"لیکن وہ اتنی آسانی سے سب کیسے اگلے گا؟" عاہل کو اس بات کی ٹینشن کھائے جا رہی تھی۔

"اس کی کوئی تو کمزوری ہو گی!" وانیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اس کے گھر والے؟"

"نہیں۔اس نے خود اپنے گھر والوں کو قتل کیا تھا۔ایموشنل بلیک میل کام نہیں آئے گا۔ہمیں کچھ اور سوچنا پڑے گا۔" وہ سوچنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنے پیاروں سے ہوتی ہے اور اگر اسے اپنے پیاروں سے محبت نہ ہو تو پھر ایک ہی چیز ہے جس سے اسے محبت ہو سکتی ہے۔" عاہل وانیا کی طرف دیکھتا کہہ رہا تھا۔ وانیا نے چہرہ موڑ کر عاہل کی طرف دیکھا۔

"پیسہ!" وہ کہہ کر مسکرائی تھی۔ جواباً وہ بھی مسکرایا۔ اس نے تیزی سے اپنا موبائل اٹھایا اور کہنے لگی۔ "ہمیں اس کی دولت کے متعلق تمام معلومات چاہیئے۔ خاص کر کے وہ دولت جو چُھپی ہوئی ہے اور اگر وہ چُھپی ہوئی دولت پولیس کے پاس چلی جائے تو؟" اس نے موبائل چلاتے ہوئے سر اٹھا کر عاہل کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔

"اسمارٹ!" اس نے اپنے سر کو ذرا سا خم دیا تھا۔

Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آدھی رات کے وقت میٹنگ کا وقت طے ہوا تھا۔ وانیا کا سورس کافی کارآمد ثابت ہوا تھا۔ اس وقت وہ دونوں گاڑی میں موجود تھے اور اس لوکیشن پر جا رہے تھے جہاں جانے کے لیے وانیا کے سورس نے کہا تھا۔ ان کی لوکیشن کینکون کے ڈاؤن ٹاؤن کے ایک ہوٹل کی تھی۔ عاہل کی بہت کوشش کرنے پر جا کر وانیا نے اپنے سورس کے بارے میں صرف اتنا بتایا تھا کہ "وہ

جی آئی بی کا ایک انڈر کور کام کرنے والا جاسوس ہے جو انفارمیشن جی آئی بی کو مہیا کرتا ہے اور جی آئی بی آگے اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق اس انفارمیشن کو استعمال کرتی ہے۔"

عاہل کو گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور وہ تب سے ہی خاموش بیٹھی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ گاڑی کی کھڑکی سے باہر سڑک پر دوڑنے والی ٹریفک کو دیکھ رہی تھی۔ عاہل نے محسوس کیا تھا کہ جب سے اس کے سورس نے وہ میٹنگ سیٹ کروائی تھی، وہ تب سے بہت خاموش ہو گئی تھی۔ اسے اکثر یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ وہ وانیا کی آواز پہلے بھی کبھی سن چکا تھا۔ وہ جب سے یہاں آیا تھا، اس کے ذہن میں ایک سوال بار بار آتا تھا۔ کیا وہ اس سے پہلے کبھی مل چکا تھا؟

"اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہو تم؟" عاہل نے دوبارہ سے اپنی نظریں سڑک پر مرکوز کر لیں۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

"کیونکہ اب تمہیں ماہی واپس مل جائے گی اور۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ "اور تم واپس چلے جاؤ گے۔" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر یہ کہہ

بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ رو دے گی۔ زندگی میں دوسری بار وانیا کو لگا تھا کہ وہ کمزور پڑ رہی تھی۔

وہ خاموش رہا۔ کیا کہتا؟ سچ؟ یا پھر اعتراف کر کے کوئی جھوٹا آسرا دیتا؟

"مجھے واپس جانا ہوگا۔ میں یہاں ہمیشہ کے لیے تو نہیں آیا تھا نا؟" نا جانے وہ یہ بات اسے بتا رہا تھا یا پھر اپنے دل کو؟

وانیا نے اس ساری گفتگو میں پہلی بار چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ ضروری ہے؟ کیا تمہارا رکنا ممکن نہیں؟" اس کی نظریں عاہل کے چہرے پر جیسے جم گئی تھیں۔

Clubb of Quality Content!

وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

کیا ہجر ضروری تھا؟

اس نے دل سے پوچھا، جواب آیا۔۔۔ "نہیں۔"

اس نے دماغ سے پوچھا، جواب آیا۔۔۔ "ہاں۔"

"تم میرے بارے میں سب کیسے جانتی ہو؟" وہ اپنے اور اس کے احساسات سے واقف تھا۔

وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اور وہ ہنوز اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے بارے میں سب جانتی ہوں۔ لیکن تم میرے بارے میں کبھی کچھ نہیں جان پاؤ گے۔" وہ کہہ کر رخ پھیر گئی تھی۔

"تم نے مجھے کبھی خود کو جاننے کا موقع ہی نہیں دیا۔" اس کے لہجے میں افسوس ہلکورے لے رہا تھا۔

"کیا فائدہ؟ تم تو جا رہے ہو!" اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے استہزائیہ انداز میں ہنکارا بھرا تھا۔

"اور اگر میں رک جاؤں تو؟" اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کیوں پوچھ رہا تھا۔

"گاڑی روکو!" وانیا نے یکدم ہی تیزی سے کہا۔

"کیا؟" وہ چونکا۔

"گاڑی روکو فوراً!" اب کی بار اس کی آواز بلند تھی۔

عاہل نے تیزی سے گاڑی فٹ پاتھ کے ساتھ روک دی۔ وانیا گاڑی سے اتری تھی اور فٹ پاتھ پر پیچھے کی طرف بھاگی تھی۔ عاہل بھی اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"وانیا!" وہ فٹ پاتھ پر اس کے پیچھے بھاگتا ہوا اسے پکار رہا تھا لیکن وہ رکنے کو تیار نہ تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک گلی میں مڑ گئی تھی۔ عاہل گلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک لڑکی کا بازو پکڑے وہاں کھڑا تھا۔ اس لڑکی کی عمر بارہ سے پندرہ سال کے درمیان معلوم ہوتی تھی۔ اس گلی میں لائن سے کوٹھے تھے۔ بہت سی لڑکیاں نیم برہنہ لباس پہنے ہر کوٹھے کے سامنے کھڑی تھیں۔ لوگ اس گلی سے گزر رہے تھے۔ کچھ رک جاتے تھے تو کچھ کوٹھوں میں چلے جاتے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اس لڑکی کو چھوڑو!" وانیا نے سرد سے انداز میں اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اے تم کون ہوتی ہو؟ جاؤ یہاں سے!" وہ چلایا تھا۔ وہ آدمی نشے میں لگتا تھا۔

"وانیا چلو یہاں سے! یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے!" وہ اس کے کان میں سرگوشی کی مانند کہہ رہا تھا۔

وانیا نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔

"پلیز مجھے بچا لیں! یہ مجھے بیچ دیں گے!" وہ لڑکی یکدم روتے ہوئے چلائی تھی۔ وانیا نے اس کی طرف دیکھا۔ یکدم ہی اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"چھوڑ دو اسے!" اس کا لہجہ تنفر اور سرد مہری کا امتزاج لیے ہوئے تھا۔

"میں باپ ہوں اس کا! جو مرضی کروں اس کے ساتھ! تم کون ہوتی ہو مجھ سے پوچھنے والی؟"

اور اگلے لمحے ہی وانیا کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"وانیا!" وہ اسے اس آدمی کو مارنے سے بعض رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وانیا اس آدمی کو بے ہنگم انداز میں مار رہی تھی۔ اس نے اس آدمی کے سر کو بالوں سے پکڑا اور اسے دیوار میں دے مارا۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ خون نکلنے لگا۔ وہ لڑکی خوف سے کانپتی ہوئی وہیں کھڑی رہی۔ پھر اس نے اس آدمی کو کالر سے پکڑ کر اٹھایا اور پھر ایک زوردار لات اس کے پیٹ میں دے ماری۔

"وانیا تم پاگل ہو گئی ہو کیا!" وہ چلایا تھا۔اس نے وانیا کا بازو پکڑنے کی کوشش کی جسے اس نے بُری طرح جھٹک دیا۔اس نے زمین پر گرے اس آدمی کو ایک بار پھر اٹھایا اور اس کا چہرہ اپنے چہرے کے سامنے کیا۔عاہل ششدر سا کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تم اس کے ساتھ کچھ بھی نہیں کر سکتے! تم اس کے باپ ہو! خدا نہیں! وہ تمہاری غلام یا پھر کوئی چیز نہیں ہے! وہ تمہاری بیٹی ہے!" آخری جملہ کہتے ہوئے وانیا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر تھام لیا۔

"وانیا چلو یہاں سے!" وہ اسے پکڑے وہاں سے لے جا رہا تھا۔

"وہ تمہاری بیٹی ہے!" اور وہ روتے ہوئے بس ایک جملہ بار بار دہرا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اسے واپس موٹیل لے آیا تھا۔موٹیل کے کمرے میں آتے ساتھ ہی وہ عجیب بے چین سی ہو گئی تھی۔

"وانیا! کیا ہوا ہے؟ پلیز مجھے بتاؤ!" عاہل کا لہجہ نرم تھا۔وہ بخوبی طور پر دیکھ سکتا تھا کہ وہ ایک عجیب سے اضطراب کا شکار ہو گئی تھی۔"وانیا! مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ تم نے آخر ایسا کیوں

کیا؟"اسے وانیا کی حالت دیکھ کر اس وقت مارکس اور اس کے ساتھ ہونے والی میٹنگ بھول گئی تھی۔وانیا نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا۔عاہل نے واضح طور پر اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ دیکھی تھی۔

"وانیا تم کیا کر رہی ہو؟ کسی کال کر رہی ہو؟ تمہیں ہوا کیا ہے؟"وہ اب اس کی حالت دیکھ کر شدید پریشان ہو گیا تھا۔

وہ اس کی بات کو اگنور کیے موبائل کان سے لگا چکی تھی۔عاہل نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی گانٹھوں سے خون نکل رہا تھا۔

"ہیلو!"شہریار کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو ایک بار پھر وہ رو پڑی۔

"وانیا! وانیا کیا ہوا ہے؟"وہ یکدم ہی بوکھلا گئے تھے۔

"مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے سر!"وہ رو رہی تھی۔عاہل اس کے شہریار کو مخاطب کرنے پر چونکا تھا۔

"اٹس اوکے! تم مجھے سب آرام سے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے! ریلیکس! ٹینشن مت لو! سب ٹھیک ہو جائے گا!" ان کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ کسی بچے کو سمجھا رہے تھے۔اور وانیا نے بھی کسی چھوٹے سے بچے کی طرح پورا واقع انہیں سنا دیا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی سر! مجھے بے قابو نہیں ہونا چاہیے تھا۔مجھے خود کو کنٹرول کرنا چاہیے تھا!" اب کہ وہ رو نہیں رہی تھی۔وہ شرمندہ تھی۔عاہل خاموش کھڑا اسے بات کرتا دیکھ رہا تھا۔اس کی سمجھ سے سب باہر ہو رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔سب ٹھیک ہے۔اٹ واز جسٹ آ ری ایکشن! ریلیکس! سانس اندر کو کھینچو اور پھر باہر پھینکو! سب ٹھیک ہے وانیا! سب بلکل ٹھیک ہے۔تم بلکل ٹھیک ہو۔تم اس سب سے نکل آئی ہو۔اب تم اس سب کے پاس واپس کبھی نہیں جانے والی۔سب ٹھیک ہو چکا ہے۔تم اب بلکل سیف ہو!" شہریار نرم لہجے میں کہہ رہے تھے اور وہ ان کی باتیں سنتے ہوئے آنکھیں بند کیے آہستہ سے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔کچھ دیر بعد اس نے کال کاٹ دی لیکن آنکھیں ہنوز بند رہیں۔

"وانیا۔" اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

عاہل نے بہت نرمی سے اس کا نام پکارا تھا۔وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔آنکھوں میں پریشانی لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ میں نے تمہیں کبھی اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہی تھی۔

"وانیا پلیز مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟"وہ کنفیوزڈ سا کھڑا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

وہ کمرے میں موجود کھڑکی کے پاس آئی۔کھڑکی سلائیڈنگ تھی۔اس نے اسے کھول دیا اور باہر بالکنی میں نکل گئی۔بالکنی میں آکر وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔سر دیوار کے ساتھ لگا لیا۔ٹانگیں فولڈ کر لیں۔نظریں سیاہ آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔وہ بھی اس کے ساتھ ذرا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گیا۔لیکن اس کی نظریں وانیا پر جمی ہوئی تھیں۔کچھ منٹ یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"کیا تمہیں اپنے باپ سے نفرت ہے عاہل؟"وہ سیاہ آسمان کو تکتی کہہ رہی تھی۔

"ہاں ہے۔"اس نے چہرہ موڑ لیا۔اب وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔یہ ہوٹل کا پچھلا حصہ تھا۔یہاں بالکنی سے ہوٹل کے پیچھے موجود باغ نظر آتا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ انہوں نے ہمیشہ مجھ سے نفرت کی۔ کبھی مجھے وہ محبت نہیں دی جو کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ ہمیشہ مجھے اپنے باقی دونوں بیٹوں سے کمتر سمجھا۔ میری ماں کا قتل کیا۔ مجھ سے وہ واحد انسان بھی چھین لیا جو مجھ سے محبت کرتا تھا۔" اس کے لہجے میں مستجاب کے ذکر پر ایک عجیب سا بے بسی بھرا غصہ عود آیا تھا۔

"بس؟" اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

عاہل کچھ چونکا۔ "بس؟ یہ بس ہے وانیا؟" اسے وانیا کی بات پر غصہ آیا تھا۔ "میں تمہیں دنیا کے سب سے بُرے باپ کے بارے میں بتا رہا ہوں اور تم کہہ رہی ہو بس؟" وہ حیرت زدہ گردن موڑے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہاں جذبات کی ہلکی سی رمک تک نہ تھی۔

"تمہیں نہیں معلوم عاہل کہ دنیا کا سب سے بُرا باپ کیسا ہوتا ہے!" عاہل نے وانیا کی بات پر استہزائیہ سے انداز میں ہنکارا ابھرا۔ "مجھے معلوم ہے!" عاہل اس کی بات پر ساکت رہ گیا۔

"اگر میرا باپ تمہارے باپ جیسا ہوتا تو میں اللہ کا شکر ادا کرتی۔" وہ کہہ رہی تھی اور عاہل کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیوں؟"

وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔

"میں ایک انسیسٹ وکٹم(Incest Victim)ہوں۔"عاہل کو لگا کہ کسی نے اس کا دل لے کر اپنی مٹھی میں دبایا تھا۔وہ جانتا تھا کہ وہ اگلا جملہ کیا ادا کرنے والی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وانیا وہ جملہ کبھی ادا نہ کرتی۔"لوگ کہتے ہیں باپ حفاظت کرتا ہے لیکن لوگوں سے میرا سوال ہے کہ جب باپ ہی گدھ بن جائے تو پھر حفاظت کون کرتا ہے؟"اس نے ایک لمحے کا توقف کیا۔"میرا باپ میرا ریپسٹ تھا۔"اس کی آواز اب کانپ رہی تھی۔

"میری ماں نیویارک میں جی آئی بی پاکستان کے لیے کام کرتی تھیں۔انہوں نے میرے کرسچن باپ سے محبت کی شادی کی تھی۔ان کے گھر والوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا کیونکہ انہوں نے ایک عیسائی سے شادی کی تھی۔ماں نے شادی کے بعد جی آئی بی بھی چھوڑ دی تھی۔لیکن شادی کے ایک سال کے اندر ہی انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ انہوں نے ایک غلط آدمی سے شادی کر لی تھی۔میرے باپ نے نوکری چھوڑ دی تھی۔میری ماں اس وقت مجھے ایسپیکٹ کر رہی تھیں۔انہوں نے میرے باپ کو لاکھ سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور مجبوراً

انہیں نوکری کرنی پڑی۔ کچھ وقت گزرا۔ میں بڑی ہو گئی۔ اور میں نے اپنے ماں باپ کے درمیان ہمیشہ لڑائی ہی دیکھی۔ م۔۔۔ میں نو سال کی تھی۔" اس کی آواز ایک بار پھر کانپی تھی۔ "جب پہلی بار میرے باپ نے میرے ساتھ ریپ کیا تھا۔" وہ رو نہیں رہی تھی بس بے تاثر لہجے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ عاہل نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ "ماں نوکری کرتی تھیں تو پورا دن میں گھر میں ان کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ انہوں نے مجھے بہت ڈرایا تھا کہ یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں ورنہ وہ ماں کو مار دیں گے۔ میں ڈر گئی۔ میں نے ماں کو کچھ نہیں بتایا۔ میں نے ان کے کہنے کے مطابق سارے ثبوت بھی مٹا دیے۔ لیکن کچھ دنوں بعد انہوں نے پھر وہی سب کرنا چاہا۔" عاہل نے اپنا گیلا چہرہ اپنی ہتھیلی سے رگڑ دیا تھا۔ "ناجانے کیسے اس دن ماں جلدی چُھٹی لے کر گھر آ گئیں۔ انہوں نے اس دن اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لیا تھا۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔ "لیکن میرا باپ اپنے وعدے کا پکا تھا۔ ماں نے مجھے بچانے کی کوشش کی اور انہوں نے ماں کو مار دیا۔" ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ "پڑوسیوں نے شاید شور سن کر پولیس کو کال کی تھی۔ لیکن پولیس کے آنے پر میرے باپ نے میرے گلے پر چھری رکھ دی۔ مجبوراً پولیس کو فائر کھولنا پڑا اور وہ مر گئے۔" اس بار خاموشی کا ایک لمبا وقفہ ان کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

درمیان آگیا۔وہ خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا تھا لیکن اسے اب خود میں مزید کچھ سننے کی سکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔"ماں جی آئی بی کے ساتھ کام کرتی رہی تھیں تو ان کا کیس جی آئی بی پاکستان کو دے دیا گیا تھا۔تب میں پہلی بار شہریار سر سے ملی تھی۔وہ میری ماں کو جانتے تھے۔وہ اس وقت ان کی جونیئر تھیں۔میری کسٹڈی کے لیے میرے ننھیال سے رابطہ کیا گیا تھا لیکن انہوں نے مجھے ناجائز اور گندہ خون کہہ کر میری کسٹڈی لینے سے انکار کر دیا۔ایسے میں شہریار سر نے میرا کیس اپنے ذمہ لے لیا تھا۔میری ذہنی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔دس سال کی عمر میں میں ایک پی ٹی ایس ڈی کی مریض بن گئی تھی۔مجھے چار سال لگے خود کو ایک نارمل انسان بنانے میں۔چار سال میں سائیکاٹرسٹ سے اپنا علاج کرواتی رہی۔چودہ سال کی عمر میں میں نے جی آئی بی پاکستان کو جوائن کر لیا۔" عاہل نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔اس کے ذہن میں ہر وہ لمحہ آرہا تھا جب اس کی کسی بات نے وانیا کا دل دکھایا تھا۔وہ صحیح کہتی تھی۔اسے صرف اپنی تکلیف نظر آتی تھی۔سامنے والے کی تکلیف پر تو وہ کبھی غور ہی نہیں کرتا تھا۔اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

Clubb of Quality Content

"میری زندگی چل پڑی تھی۔ میں ٹھیک بھی ہوگئی تھی۔ لیکن میری زندگی میں خوشی نہیں تھی۔ میں مسکرانا بھول گئی تھی۔ مسکراہٹ کے مفہوم سے بے گانی ہوگئی تھی۔ پھر میں تم سے ملی۔ محبت نے کب اپنے پڑ پھیلائے؟ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔" لفظ محبت پر عاہل نے ایک جھٹکے سے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ساکت رہ گیا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ سمندر کی گہرائی کچھ مزید گہری ہوئی اور رات کی سیاہی مدھم پڑنے لگی۔ "دنیا گواہ ہے اس بات کی کہ وانیا کبیر نے کبھی خود کو کسی معاملہ میں بے بس نہیں پایا سوائے تمہارے۔" وہ اس کی سیاہی میں پوری طرح سے ڈوبی کہہ رہی تھی اور وہ ششدر سا بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

چند لمحے وہ یونہی بیٹھا اسے دیکھتا رہا پھر اٹھا اور کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس کے ساتھ واپس آیا تھا۔ وہ اس کے پاس آ بیٹھا۔ وانیا نے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ عاہل نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اس کا زخمی ہاتھ اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ یہ وہی ہاتھ تھا جس کی ہتھیلی خنجر لگنے سے زخمی ہوگئی تھی۔ وہ فرسٹ ایڈ باکس سے روئی نکالے اب اس کا زخم صاف کر رہا تھا۔ وہ نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اپنے زخم خود صاف کرنے کی عادت ہے۔" وہ اس کے چہرے کو نرمی سے تکتے کہہ رہی تھی۔ لہجے میں ایک عجیب سی اداسی تھی۔

"اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ کوئی بھی اثر لیے بغیر اب اس کے زخموں پر لگانے کے لیے دوا نکال رہا تھا۔

"فرق پڑتا ہے۔ تم میری عادتیں خراب کر رہے ہو۔" اس نے کچھ جھنجھلا کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچنے کی کوشش کی لیکن عاہل کی گرفت اس کے ہاتھ پر کافی مضبوط تھی۔

وانیا نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ عین اسی لمحے عاہل نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"تم واپس چلے جاؤ گے۔ میں پیچھے اکیلی رہ جاؤں گی۔ پلیز میری عادتیں خراب نہ کرو!" وہ جیسے منت کر رہی تھی۔

"تم میرے ساتھ پاکستان آجانا!" وہ سنجیدہ تھا۔

"یعنی تم میرے لیے نہیں رک سکتے؟" عاہل خاموش ہو گیا۔

"نہیں۔یہ ممکن نہیں۔" کچھ چھن سے ٹوٹا تھا۔شاید وہ وانیا کی اس سے لگائی ہوئی امیدیں تھیں۔وہ خاموش ہو گئی۔

وہ اب اس کے ہاتھ پر پٹی لپیٹ رہا تھا۔"میرے نزدیک تم اس دنیا کی سب سے بہادر عورت ہو۔"اس نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔"مجھے محبت کے بارے میں نہیں معلوم وانیا لیکن۔۔۔عاہل مستجاب کے دل میں وانیا کبیر کے لیے بہت عزت ہے۔"وہ مدھم سا مسکرایا تھا۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"میں نے تمہارا سارا پلان خراب کر دیا۔آئی ایم سوری!"وہ شرمندہ تھی۔ان کے پاس اب صرف ایک دن بچا تھا۔

"تمہیں اس سب کے لیے شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ہم ماہی کو ڈھونڈ لیں گے۔مجھے پورا یقین ہے۔"اس نے جیسے اسے یقین دہانی کروائی تھی۔"اب تم آرام کرو۔بہت ہو گیا آج کے لیے!"وہ اس کا ہاتھ تھپتھپاتا مسکرا کر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔وہ اسے صوفے تک جاتا دیکھتی رہی۔

وہ ہتھیلی کے زخم پر مرہم رکھنے کے ساتھ دل پر زخم دے گیا تھا۔

Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے وانیا کو اپنے سامنے موجود میز کی دوسری طرف بیٹھا پایا۔ بال جوڑے میں باندھے، شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑے وہ میز پر بکھرے کاغذوں پر جھکی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی ٹیبل پر اس کا موبائل پڑا ہوا تھا۔ اسکرین پر کسی کی کال چل رہی تھی۔ وہ ہاتھ میں سُرخ رنگ کا مارکر پکڑے کاغذوں پر نشان لگاتی تیزی سے اسپینش میں کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھا اور اسے دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے کال کاٹی اور سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم رات کو سوئیں نہیں کیا؟" وہ اس کی نیند کی کمی کے باعث سُرخ ہوئی آنکھیں دیکھ سکتا تھا۔

"کل رات وہ لڑکیوں کو کینکون لے آئے ہیں۔ اور میں پوری رات اپنے سورس کے ساتھ رابطے میں تھی۔ وہ ان کی تمام حرکات پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ لیکن میرا پلان بلکل تیار ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا پلان ہے؟"

"زونا ہوٹیلیرا میں ایک بہت مشہور ہوٹل ہے جہاں آج رات میکسیکو کے ایک مشہور سیاستدان کی پارٹی ہے۔اور پارٹی میں ورجن لڑکیوں کی ڈیمانڈ کی گئی ہے۔ماہی اور وہ باقی لڑکیاں اسی ہوٹل میں مہیا کی جانے والی ہیں۔"عاہل کے تاثرات اس کی بات پر یکدم سخت ہوئے تھے۔"مارکس بھی اسی پارٹی میں ایک وی آئی پی ہے۔ہم اسے وہیں پکڑیں گے۔"

"اوکے۔لیکن ہم اسے پکڑیں گے کیسے؟"

"میں اسے سیڈیوس(seduce)کروں گی!"وہ سنجیدہ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"نہیں۔بلکل نہیں!"وہ اگلے لمحے ہی تیزی سے بولا تھا۔وانیا نے دیکھا کہ اس کی گردن کی رگیں تن گئی تھیں۔

"عاہل یہ ایک پرفیکٹ پلان ہے۔ہمیں مارکس کو اکیلے پکڑنا ہے۔ہم سب کی نظروں میں نہیں آسکتے!"وہ اسے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی۔لیکن وہ ماننے کو تیار نہ تھا۔

"میں نے منع کردیا ہے وانیا!تم یہ نہیں کروگی!ہم کوئی اور پلان بنالیں گے!"وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"ہمارے پاس ایک اور پلان بنانے کا وقت نہیں ہے عاہل! "اس نے تیزی سے کہا۔"اور پھر آخر اس پلان سے تمہیں کیا پرابلم ہے؟"

"اس پلان سے مجھے پرابلم یہ ہے کہ میں ہر گز یہ برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی تمہیں ایک انگلی بھی لگائے!"وہ جیسے پھٹ پڑا تھا۔

وانیا ساکت کھڑی اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔اگلے لمحے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ غصے میں کیا کہہ گیا تھا۔

عاہل نے دیکھا کہ وہ سر جھکا کر مدھم سا مسکرائی تھی۔

"میری بات کا کوئی غلط مطلب لینے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں!"وہ چہرے کا رُخ موڑے کہہ رہا تھا۔

"نہیں۔میں غلط مطلب نہیں لے رہی۔"اس نے سر اٹھا کر عاہل کی طرف دیکھا۔"میں صحیح مطلب لے رہی ہوں۔"وہ مسکرا رہی تھی۔"دیکھو عاہل کچھ بھی نہیں ہو گا۔مجھے بس اسے کسی اکیلی جگہ پر لانا ہے جیسے کوئی ہوٹل روم بس! میں سب سنبھال لوں گی۔اور پھر تم بھی تو ہو گے وہاں!"وہ معنی خیز سا مسکرائی تھی۔عاہل نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں ؟" وہ چونکا۔

"ہاں تم! تم بھی تو پلان میں شامل ہو!" وہ مسکرائی تھی۔

"لیکن میں وہاں جاؤں گا کیسے ؟"

"ویٹر بن کے!" وہ معنی خیز سا مسکرائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کینکون کی ساحلی پٹی پر رات کے وقت اس ہوٹل میں دن کا سماں تھا۔ وہ سُرخ رنگ کی گھٹنوں تک آتی بغیر آستینوں والی بیک لیس ڈریس پہنے ہال میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی سُرخ ہیلز کی ٹک ٹک ہر کسی کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ بالوں کا میسی ہیئر بن بنایا ہوا تھا۔ چند لٹیں بن سے نکل کر چہرے کے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہلکا سا میک اپ اور سُرخ رنگ کی لپ اسٹک اسے مزید پُر کشش بنا رہی تھی۔ وہ سفید شرٹ اور سیاہ سوٹ پہنے اس سے ذرا فاصلہ پر چل رہا تھا۔ اس کی نظر اس کی کمر پر پڑی تھی۔ اسے شدید غصہ آیا تھا اور وجہ ان مردوں کو نظریں تھیں جو اس کی کمر کو گھور رہی تھیں۔ ہاتھ میں ٹرے اٹھائے وہ اس کے بلکل پیچھے چلنے لگا یوں کہ اب کوئی وانیا کی کمر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"اس سے زیادہ واحیات ڈریس نہیں ملی تھی تمہیں؟"اس نے سخت سے لہجے میں اردو میں کہا۔

وہ مسکرائی۔وہ جانتی تھی،وہ پوسیسو ہو رہا تھا۔

"ہاں ایک اور تھی۔اس سے گلہ نظر آتا۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر سکتی، عاہل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے تمہاری وارڈروب کولیکشن کے بارے میں نہیں جاننا!مجھے یہ بتاؤ کہ تم کتنی دیر میں یہ تماشا ختم کرو گی!"اس نے جل کر کہا۔

"میری کمر کو چھپانے کے بجائے تمہیں چاہیئے کہ تم جاؤ اور جا کر لوگوں کو ڈرنکس پیش کرو!"وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی اور وہ دانت پیستہ رہ گیا۔

کچھ دیر بعد مارکس اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا۔وہ وی آئی پی کے لیے مختص سیٹس کی طرف بڑھ گیا تھا۔عاہل نے دیکھا کہ وانیا بھی اسی طرف گئی تھی۔وہ بہت ہی مانوس انداز سے ڈرنکس سرو کرتا ہوا اس حصے میں آگیا۔کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ بڑے ہی نیچرل سے انداز میں وانیا مارکس سے بات کرنے لگی تھی۔اور اسے رہ رہ کر غصہ

آرہا تھا لیکن وہ ضبط کیے لوگوں کو ڈرنکس پیش کرتا رہا۔عاہل کی نظریں ان پر ہی جمی ہوئی تھیں۔اور تبھی مارکس نے وانیا کی کمر پر ہاتھ رکھا تھا۔ایک لمحے کے لیے وانیا کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے لیکن اگلے ہی لمحے اس نے بڑی مہارت کے ساتھ انہیں چھپایا تھا اور عاہل اس کا اپنے تاثرات چُھپانا نوٹ کر گیا تھا۔وہ ڈرنکس پیش کرنے کے لیے مارکس اور وانیا کے قریب آیا تھا۔چہرے پر مسکراہٹ تھی لیکن تبھی عاہل کے ہاتھ میں پکڑی ڈرنکس سے بھری وہ ٹرے مارکس پر الٹ گئی۔

وانیا حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔یہ پلان میں نہیں تھا۔یہ اس نے جان بوجھ کر کیا تھا!

مارکس یکدم غصے میں آگیا تھا۔عاہل اس سے معافی مانگ رہا تھا۔تبھی وانیا نے اپنی چال چلی تھی۔

"اِٹس اوکے مارکس! تم میرے روم میں چینج کر سکتے ہو!"وہ مسکرا کر اس سے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔مارکس فوراً ہی مان گیا تھا۔عاہل نے وانیا کی طرف دیکھا۔اس نے آنکھ سے اشارہ کیا تھا۔وہ سمجھ گیا تھا۔

وانیا اسے لیے ہوٹل کے کاریڈور میں آ گئی تھی اور وہ ان کے پیچھے تھا۔ وانیا نے اپنا ہاتھ اپنی کمر کے پیچھے کیا۔ اس نے اسے چند انگلیاں دکھائیں۔ پہلے دو، پھر تین اور پھر پانچ۔ وہ سمجھ گیا۔ وہ اسے روم نمبر بتا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اسی روم کے سامنے کھڑی چابی سے دروازہ کھولنے لگی۔ عاہل تیزی سے راہداری میں غائب ہوا تھا۔ مارکس کو لگا کہ راہداری کے کونے میں کوئی تھا لیکن دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔ عاہل راہداری میں سے نکلا۔ وہ تیزی سے کمرے کے دروازے کے سامنے آیا تھا۔ ابھی وہ اس کشمکش میں ہی تھا کہ دروازہ کھولے کہ اندر سے کچھ آوازیں آنے لگیں۔ جیسے کوئی کسی کو مار رہا تھا۔

"اوہ گاڈ! وانیا! کہیں وہ اسے نقصان نہ پہنچا دے!" عاہل کی جان نکل گئی تھی۔ اس نے دبے دبے سے انداز میں وانیا کا نام پکارتے ہوئے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھلا۔ وہ بڑے اسٹائل سے ایک ہاتھ دیوار پر رکھے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ عاہل کی جان میں جان آئی۔ اس نے راحت کی ایک سانس خارج کی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"تمہیں آخر ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں اپنا خیال نہیں رکھ سکتی؟" وہ مسکراتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے تاثرات سنجیدہ ہو چکے تھے۔ اپنا کوٹ اتار کر اس نے وانیا کی طرف بڑھایا۔

"یہ پہنو اور اپنا منہ بند کرو!" وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگا جب وانیا نے پیچھے سے پکارا۔

"میری ٹانگیں بھی نظر آ رہی ہیں۔ تمہارے پاس ان کے لیے بھی کچھ ہے کیا؟" وہ معصوم سی شکل بنائے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔ عاہل نے آنکھیں گھما کر اسے دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ ہنسی۔ پھر کوٹ پہنتی، دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آئی۔ وانیا نے مارکس کو کرسی پر رسیوں سے باندھ دیا تھا۔ اس کی کنپٹی سے خون کی باریک لکیر بھی نکل رہی تھی۔ یہ کمرہ وانیا نے پہلے ہی بک کروایا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

"تمہیں کیا چاہیئے مجھ سے؟" وہ غصے سے چلایا تھا۔

"تم چلاؤ گے بھی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ نیچے پارٹی ہو رہی ہے اور تمہاری آواز کسی تک نہیں پہنچ پائے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اس لیے دھیمے لہجے میں بات کرو!" اب کہ اس کا چہرہ سنجیدہ ہوا تھا۔

"ساؤتھ ایشیا سے تم نے جو لڑکیاں یہاں ٹریفک کروائی ہیں وہ کہاں ہیں؟" اب کی بار عاہل نے سرد سے انداز میں اس سے پوچھا۔

"اوہ! تو تم ان کے پیچھے ہو!" وہ مسکرایا۔ "جاؤ جو کرنا ہے کرلو! میں نہیں بتاؤں گا!" اس نے بپھرے ہوئے سے انداز میں کہا۔

"تب بھی نہیں اگر میں تمہاری تمام جائیداد کی تفصیلات میکسیکو کی پولیس کو دے دوں؟" وہ کہہ کر معنی خیز سے انداز میں مسکرائی تھی۔

"کیا بکواس ہے؟ تمہیں اس سب کے بارے میں کیسے پتا چلا؟" یکدم ہی وہ گھبرا گیا تھا۔

"لڑکیاں مارکس!" وانیا نے اپنی بات پر زور دیا لیکن وہ بوکھلایا سا اپنی دولت کی فکر میں تھا۔

عاہل نے اپنی پینٹ میں اڑسی گن نکالی، اسے لوڈ کیا اور آگے بڑھا۔ وہ مارکس کے قریب آیا اور سر کے بالوں سے پکڑ کر اس کی گردن اوپر کو اٹھائی۔ وہ چلانے ہی والا تھا کہ اس نے گن کی نال اس کے منہ میں ڈال دی اور اس کا رُخ اوپر کی طرف کر دیا۔

"اب میری بات غور سے سن کیونکہ میں دوبارہ نہیں دہرانے والا!" وہ سرد سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "تو نے جو لڑکیاں ساؤتھ ایشیا سے یہاں ٹریفک کی ہیں، ان میں میری بہن بھی

شامل ہے۔ماہین فرہاد! مجھے میری بہن واپس چاہیئے! اب اگر تو نے اگلے تین سیکنڈز میں مجھے یہ نہیں بتایا کہ میری بہن کہاں ہے تو میں اس گن کی تمام گولیاں تیرے اندر اتار دوں گا!" وانیا نے پہلی بار عاہل کا یہ خوفناک سا سرد انداز دیکھا۔بے ساختہ ہی اسے خوف محسوس ہوا۔

"ایک۔۔۔دو۔۔۔تین!" اس کی انگلی ٹرگر پر تھی اور وہ اسے دبانے کا پورا ارادہ رکھتا تھا۔

"بیسمنٹ! لڑکیاں اس ہوٹل کے بیسمنٹ میں ہیں!" اس کی گُھٹی گُھٹی سی آواز آئی تو عاہل نے گن اس کے منہ سے نکال لی۔"پارٹی کے بعد لڑکیوں کو ہوٹل رومز میں کسٹمرز کی مرضی کے مطابق بھجوایا جانا تھا اس لیے ہم نے انہیں بیسمنٹ میں چُھپا دیا!" وہ خوف کے مارے ایک ہی سانس میں سب کہہ گیا تھا۔عاہل اب ٹیبل پر رکھے کپڑے سے گن کی نال کو صرف کر کے اسے واپس سے اپنی پینٹ میں اڑس رہا تھا۔

وانیا مسکرائی۔اس نے عاہل کے کوٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا۔اسکرین پر کال چل رہی تھی۔

"سنا جیمز! لڑکیاں بیسمنٹ میں ہیں!" وہ اسپینش میں کہہ رہی تھی۔

"آن مائی وے!" کہہ کر دوسری طرف موجود جیمز کال کاٹ چکا تھا۔وہ مسکرائی پھر عاہل کی طرف دیکھا جو اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے میرے کوٹ میں اپنا موبائل کب رکھا؟"وہ آنکھیں حیرت سے بڑی کیے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

وانیا نے مارکس کی طرف دیکھا۔

"تم نے جس سیاستدان کے لیے یہ پارٹی ارینج کی تھی وہ کب سے پولیس کے نشانے پر تھا۔ جیمز ایک ایماندار پولیس آفیسر ہے اور۔۔۔"اس نے عاہل کی طرف دیکھا۔"میرا سورس ہے!"عاہل مسکرایا۔"تو میں نے ایک چھوٹی سی ڈیل کر لی! تمہارے سیاستدان دوست کی غیر قانونی پارٹی پر ریڈ اور مشہور کریمینل مارکس ہولنگ کے بدلے میں میکسیکو کی گورنمنٹ ساؤتھ ایشیا سے اغوا کی گئی وہ تمام لڑکیاں واپس بھجوادے گی!"وہ مسکرا رہی تھی۔

اگلے لمحے ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو کچھ پولیس والے اندر داخل ہوئے۔وہ اب مارکس کی طرف بڑھ رہے تھے۔وانیا نے عاہل کو اشارہ کیا تو وہ اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم کمال ہو!" وہ راہداری میں اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کی طرف دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں!" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر مسکرائی تھی۔ وانیا کا موبائل بجا اس نے کال ریسیو کر کے اسے اسپیکر پر کر دیا۔

"ہاں جیمز؟"

"مجھے تمہاری لڑکی مل گئی ہے۔ تم ہوٹل سے باہر آ جاؤ!"

"او کے!" اس نے کال کاٹ دی اور عاہل کی طرف دیکھا۔ وانیا کو اس کے چہرے پر بہت سے جذبات نظر آئے تھے۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

وہ دونوں ہوٹل سے باہر آ گئے تھے۔ وہاں پولیس اور ایمبولینس کی بہت سی گاڑیاں موجود تھیں۔ دو تین پریزن وینز بھی تھیں۔ وہاں ایمبولینسوں میں بہت سی لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وانیا عاہل کو اپنے ساتھ لیے جیمز کے پاس لے آئی جو ایک ایمبولینس کے پاس کھڑا تھا۔ تبھی اسے وہ نظر آئی۔ کمبل لپیٹے، ہاتھوں میں پانی کی بوتل پکڑے وہ خوفزدہ سی بیٹھی تھی۔ ماہی کی نظر سامنے سے آتے عاہل پر پڑی۔ وہ تیزی سے اٹھی۔ بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"بھائی!" وہ روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔ عاہل نے اس ایک ہفتے کے دوران کئی بار سوچا تھا کہ وہ لمحہ کیسا ہو گا جب وہ ماہی سے ملے گا؟ اسے لگا تھا وہ خوش ہو گا، لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ وہ خوفزدہ تھا۔ وہ یہ سوچ کر خوفزدہ تھا کہ اگر وہ اس تک پہنچ نہ پاتا تو کیا ہوتا؟ وہ شرمندہ تھا کیونکہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس سے لپٹ گیا۔ ماہی اس کے گلے لگتے ہی رو پڑی تھی۔

"مجھے پتا تھا آپ آئیں گے!" وہ مسلسل روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ!" وہ روتے ہوئے دھیمی آواز میں مسلسل ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔ اس کے تیزی سے بہنے والے آنسو اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔ وانیا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے ابھی مزید کتنا رونا تھا؟ کیا زندگی کبھی اسے ہنسنے کا موقع دینے والی تھی؟ عاہل نے اس کی نظروں کو خود پر محسوس کیا تو نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تشکر کا تاثر تھا۔ وہ مدھم سا مسکرائی۔

"تمام لڑکیاں بلکل ٹھیک تھیں۔ کسی قسم کی مار پیٹ یا زبردستی کا کوئی نشان یا شک نہیں ہے۔ ان تمام لڑکیوں کا میڈیکل ہو جائے پھر ہم انہیں واپس ان کے ممالک پہنچا دیں گے۔"

جیمز وانیا کے ساتھ کھڑا اسے بتا رہا تھا۔ وہ ایک میکسیکن شہری تھا جو جی آئی بی میکسیکو کے لیے کام کر رہا تھا۔ جی آئی بی پاکستان نے جی آئی بی میکسیکو سے رابطہ کیا تھا اور انہوں نے وانیا کی مدد کے لیے جیمز کو مختص کیا تھا۔ جیمز خود بہت عرصے سے پولیس کے ادارے میں کام کر رہا تھا اور مارکس کے پیچھے تھا، اس لیے یہ کیس اس کے لیے ایک گولڈن چانس ثابت ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہی کو تمام لڑکیوں کے ساتھ ان کے ممالک بھجوا دیا گیا تھا۔ وہ ماہی کو اپنے ساتھ لے کر نہیں جا سکتا تھا۔ شہریار نے اسے منع کر دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ رایان کو معلوم ہوتا کہ عاہل یہ بات جانتا تھا کہ وہ اس کا دشمن تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ رایان کو بے خبر رکھا جاتا اور ماہی کی واپسی بلکل نیچرل لگتی۔ رایان کو یہی لگنا چاہیئے تھا کہ سچ میں میکسیکو کی سیکیوریٹی فورسز نے ایک ریڈ کی اور اس میں وہ سب لڑکیاں بچا لی گئیں۔ وہ خود بھی لندن جا رہا تھا۔ گولی لگنے کی وجہ سے وہ ابھی اس قابل نہیں تھا کہ پاکستان آ جاتا۔ اسے اپنا بتایا ہوا جھوٹ سچ ثابت کرنا تھا۔

وہ دونوں ایئرپورٹ کے باہر گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ وہ اسے ایئرپورٹ چھوڑنے آئی تھی۔

"ماہی کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟" وانیا نے سامنے ایئرپورٹ سے نکلتے اور اندر داخل ہوتے ہوئے ہجوم پر اپنی نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔ عاہل بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

"جو ہوا اس سب کے بعد تو میں اسے پاکستان میں رکھنے کے حق میں نہیں ہوں۔ میں نانا نانی سے بات کرنے والا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ امریکہ شفٹ ہو جائے۔" وہ کہہ کر خاموش ہوا تو وانیا نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ عاہل نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ وصل کا وقت تمام ہوا تھا۔ اب جدائی تھی۔ اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"وقت ہو گیا؟ اتنی جلدی؟" وانیا نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو پہلے سے ہی طے شدا تھا۔" عاہل نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا تھا۔

"ہمم۔ یہ تو پہلے سے ہی طے شدا تھا۔" لیکن وہ مسکرا دی۔ "چلو پھر خدا حافظ!" وہ کہہ کر پلٹ گئی۔ وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"خدا حافظ!" وہ بدقت کہہ کر ایئرپورٹ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ پلٹ چکی تھی اور اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھنے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔ وہ پتھر کا ہونا نہیں چاہتا تھا۔

وہ چیکنگ پوائنٹس سے گزر کر آگے آ گیا تھا لیکن دل کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ بھاری قدموں سے ٹرمینل کی راہداری میں آگے چلتا جا رہا تھا۔ گیٹ آنے ہی والا تھا۔

(اس نے وانیا کبیر کے ساتھ صرف ایک ہفتہ گزارا تھا۔)

وہ چلتا ہوا اب جہاز کے پاس آ گیا تھا۔ بورڈنگ ہونے والی تھی۔ سیڑھیوں کے پاس موجود اسٹاف کے لوگوں نے اس سے اس کا پاسپورٹ مانگا تھا۔ کوٹ کی جیب سے پاسپورٹ نکالتا اس کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔

(کیا وہ اس کے بغیر باقی کی ساری زندگی گزار سکتا تھا؟)

ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں اور وہ پلٹ گیا۔ وہ تیزی سے اپنی واپسی کی طرف بھاگا تھا۔

وہ ایئرپورٹ کے سامنے موجود باغ میں ایک خالی بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ گود میں رکھے ہوئے تھے۔ اس کا جانا دل میں درد کا باعث بنا تھا۔ اگلے لمحے اس کی آنکھوں سے نکلنے والے

آنسو اس کے ہاتھ پر گرنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اتنا درد تو اسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ بارش برسنے لگی تھی۔ آسمان سیاہ ہو گیا تھا۔ وہ بھیگ رہی تھی۔

کسی احساس کے تحت اس نے گردن موڑ کر اپنی دائیں جانب دیکھا۔ وہاں وہ ہانپتا ہوا کھڑا تھا۔ وہ مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ کیا وہ اس کے لیے بھاگتا ہوا آیا تھا؟ عاہل کی نظریں اس پر جم سی گئیں۔ پسِ منظر میں موجود باقی تمام چیزیں دُھندلی پڑ گئی تھیں۔ وہ اس کے قریب آیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"واپس کیوں آ گئے؟" وانیا نے سُرخ متورم آنکھیں اس کے چہرے پر جماتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ اس پوری دنیا میں تمہارے علاوہ کوئی بھی مجھے مسٹر انوسنٹ نہیں کہے گا!" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ اس کی بات پر روتے ہوئے ہنسی۔

"بس؟ یہی وجہ ہے؟" اس کے لیے اپنی نظریں عاہل پر سے ہٹانا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ نظریں ہٹائے گی اور وہ غائب ہو جائے گا۔

"نہیں! ایک اور وجہ بھی ہے!" وہ اسے اپنی نظروں میں قید کر لینا چاہتا تھا۔

"کیا؟"

"آئی لو یو وانیا کبیر!" وہ کہہ کر مسکرایا تھا۔

اور وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ ساکت۔ ششدر۔ جامد۔

"آئی لو یو وانیا کبیر! میں دنیا کے کسی کونے میں بھی چلا جاؤں۔۔۔ میری واپسی تم ہی ہو!" وہ مسکرا رہا تھا۔

وہ مسکرائی پھر رو پڑی۔ وہ مسکرانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جو ہو رہا تھا وہ صرف اس نے تصور کیا تھا۔

عاہل اس کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک کی چین نکالا۔ اس نے کی چین میں موجود گول رنگ چین سے علیحدہ کیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے وہ رنگ اس کی رنگ فنگر میں پہنا دیا۔

"میں چلا جاؤں گا لیکن تمہارے پاس واپس آنے کے لیے!" وہ اس کے ہاتھ میں موجود رنگ کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔ "جب سب ٹھیک ہو جائے گا، جب مجھے کسی کا ڈر نہیں رہے گا تب! تب میں واپس آؤں گا! تمہارے پاس! پھر تم جو کہو گی وہی ہو گا! آئی پرامس!" وہ سر اٹھا کر

مسکراتا ہوا ایک امید کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے زور زور سے اپنا سر اثبات میں ہلانے لگی۔

وہ مسکرا دیا۔ یہ وعدہ اب اس کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اسے اس وعدے کے لیے زندہ رہنا تھا۔

بارش اب بھی برس رہی تھی اور ان دونوں کو بھگو رہی تھی لیکن اب اس میں کچھ دیر پہلے والی اداسی نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک ہفتے کے لیے لندن چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ پاکستان واپس آ گیا تھا۔ اس نے رایان سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ رایان کو کچھ معلوم نہ ہو پاتا۔ وہ اپنی چال وقت آنے پر چلنے والا تھا۔ وہ وانیا کے ساتھ میسیجز کے ذریعے رابطے میں تھا۔ اس کے ساتھ بنا تعلق اسے ناجانے ایک عجیب سی طاقت محسوس کرواتا تھا۔ جیسے اسے اب جا کر زندگی کا کوئی مقصد ملا تھا۔ جیسے اب تک وہ ادھورا تھا، اب پورا ہوا تھا۔ دو سال یونہی گزر گئے۔ اور ان دو سالوں میں وانیا اور اس کا تعلق بہت مضبوط ہو گیا تھا۔ محبت گہری ہو گئی تھی اور اپنی جڑیں

مضبوط کر چکی تھی۔ان دو سالوں میں وہ بس ایک دوسرے کی سالگرہ پر ہی ملے تھے۔عاہل نے وانیا کو سب سے چھپایا ہوا تھا۔وہ جانتا تھا کہ وانیا اپنا خیال رکھ سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ اس کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔وہ اس کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لیا کرتا تھا۔شہریار بھی عاہل کے بارے میں غلط ثابت ہوئے تھے۔ان کا یہ خیال کہ عاہل اکیلا چھوڑ جانے والوں میں سا تھا،غلط ثابت ہوا تھا۔اور اس کے بعد تو انہوں نے ان دونوں کے رشتے پر کسی بھی قسم کا کوئی اعتراض کرنا چھوڑ دیا تھا۔البتہ عاہل کے لیے تاکیدوں اور نصیحتوں کا سلسلہ جاری تھا۔وہ اسے وانیا کے متعلق یوں سمجھاتے تھے جیسے کہ وہ ان کی بیٹی تھی اور عاہل ان کا داماد۔سب بہت اچھا ہو گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو سال بعد۔

29اپریل،2028۔

اسلام آباد، پاکستان۔

اسلام آباد میں اس دن اسے ایک فنکشن اٹینڈ کرنا تھا۔اور شام کو وانیا اس سے ملنے والی تھی۔ وہ فنکشن اٹینڈ کرنے کے بعد آدھی رات کے وقت اس سے ملنے کے لیے قدرے سنسان علاقے میں آیا تھا۔یہ ایک پوش علاقہ تھا اور یہاں سڑک پر ٹریفک بھی زیادہ نہ تھا۔وہ سڑک کے کنارے گاڑی روک کر باہر نکل آیا۔چند لمحوں بعد ہی وانیا کی گاڑی اس کی گاڑی کے ساتھ آکر رکی۔وہ گاڑی سے باہر نکلی۔سیاہ جینز پر سفید شرٹ اور بلیک لیڈر جیکٹ پہنے، بھورے بالوں کو کھلا چھوڑے وہ اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔اس کے آنے سے خو بخود ہی عاہل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہارا چہرہ تو مزید معصوم لگنے لگا ہے مجھے!" وہ آنکھیں چھوٹی کیے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"اور تم تو مزید خوبصورت لگنے لگی ہو مجھے!" اس نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔

وہ دونوں عاہل کی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے ہو گئے تھے۔کچھ دیر وہ دونوں اپنے بارے میں باتیں کرتے رہے پھر عاہل نے اس سے پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آج نہ تمہارا برتھ ڈے ہے اور نہ ہی میرا، پھر بھی تم مجھ سے ملنے آئی ہو۔ کیا بات ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"میں امریکہ جا رہی ہوں۔ ایک نئی آسائنمنٹ ہے۔" وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "پھر کب واپس آسکوں، یہ معلوم نہ تھا۔ اس لیے ملنے آگئی۔"

"اچھا۔" وہ کچھ اداس ہوا تھا۔ پچھلے دو سالوں سے وانیا کو شہریار نے چھوٹے موٹے کام ہی دیے تھے اس لیے وہ زیادہ تر فارغ ہی رہی تھی لیکن امریکہ میں آسائنمنٹ ملنے کا مطلب وہ جانتا تھا۔ وہ کئی دنوں تک اس سے بات نہیں کر سکتا تھا۔

"یہ نہیں پوچھو گے کہ آسائنمنٹ کیا ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے ایک آبرو اٹھائے پوچھ رہی تھی۔

"آسائنمنٹ کے بارے میں کسی کو بتانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ یہ کانفیڈینشل ہوتا ہے۔" عاہل مسکراتا ہوا کہنے لگا۔

"کیا میں نے پہلے کبھی کوئی اصول مانا ہے؟" اس نے ایک آبرو اٹھائے پوچھا تو وہ ہنس دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ کیا آسائنمنٹ ہے؟" وہ ہنستا ہوا پوچھ رہا تھا۔ وانیا کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"عصام کی جان کو خطرہ ہے۔" عاہل کے چہرے پر موجود مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842